UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222046
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱.۵ ع ۳۴ خ - ب Accession No. ۱۴۹۸۸

Author خالد اختر، محمد

Title بیس سو گیارہ

This book should be returned on or before the date last marked below.

بیس سو گیارہ

جو ہز ایکسیلنسی پوپو پالنہار چوکا مانیفو صدر جمہوریت یوکنا پوٹاواہا
کی ماضنین میں اپنی ہشت ماہی قیام کی اس کے اپنے الفاظ میں ایک
روئداد ہے اور جس میں اس نے بلا دھڑک کمال صاف گوئی سے اور
اپنے میزبانوں کے جذبات کے احترام کو بالائے طاق رکھ کر اس ملک
کے بارے میں اپنے دلی تاثرات من و عن درج کئے ہیں، اور جسے
نامور مصنّف کی اجازت سے

محمد خالد اختر

نے اردو داں حلقے کے لئے تلخیص اور مرتب کیا بمعہ حاشیہ اور فرہنگ کے

مکتبہ جدید لاہور

میری دنیا میں جھانکنے میں تمہیں مدد دے گی۔ تم شاید اس کو کئی لحاظ سے ایک عجیب بے ہودہ اور بے سروپا دنیا پاؤ گے۔ مگر ان سب کوتاہیوں کے باوجود (مجھے امید ہے) یہ دنیا محبت انسانی سے گرم اور دھڑکتی ہوئی ہے یہ مستقبل کے متعلق ایک فینتاسی ہے!

مسٹر پوپوچوپوکتاپوٹاواپاکی ری پبلک کا صدر ہے۔ سنہ ۲۰۱۱ء کے برکت کے سال میں ماصنین کی حکومت کی دعوت پر اس ملک میں جاتا ہے اور یہ کتاب ایک طرح اس کی ماصنین کے سماجی ترقی اور معاشی حالات پر ایک رپورٹ ہے۔ مگر یہ رپورٹ عام سرکاری رپورٹوں سے قدرے مختلف ہے۔ کیونکہ مسٹر پوپو خود عوام کا آدمی ہے۔ یا کم از کم ایسا ہونے کا مدعی ہے اور تیز مشاہدے کے ساتھ مزاح کی حس سے بھی بیگانہ نہیں اس کتاب کو غاشی حکومتوں پر ایک سیاسی طنز کے طور پر مطالعہ کیا جاتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ محض (میں پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں) ایک تفریحی فینتاسی ہے۔ جو ایک فارغ گھڑی کو بہلانے یا قتل کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہے۔

تم نے ہی مجھے ایک دفعہ مشورہ دیا تھا کہ میں زبان کی غلطیوں کو ٹھیک کرائے بغیر اپنی کوئی چیز نہ چھپواؤں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری اس قابل قدر نصیحت پر عمل نہیں کر رہا۔ کیونکہ ایک مصنف خود اپنا آپ ہی رہنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب یقیناً زبان کی افسوسناک غلطیوں سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور ان لوگوں کے لئے جن پر محاورہ اور روزمرہ میں تھوڑا

سا تصرف اختلاج القلب کا موجب ہوتا ہے اس کتاب کا مطالعہ شاید مہلک ہوگا۔ یہ ان کی کھیر نہیں!

دراصل بھائی رشید! یہ میری ہٹ دھرمی نہیں۔ میرے نزدیک زبان کا چپٹا اور بے جان ہونا اس کے غلط اور چونکا دینے والی ہونے سے زیادہ ناقابل معافی گناہ ہے۔ میں نے اس قسم کی زبان استعمال کی ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک یہی زبان میری دنیا کے عجیب ابہام سفیر سے عہدہ برآ ہوسکتی ہے۔

اردو سے بہت زیادہ دیر تک ایک پاک دامن کنواری کا سا سلوک کیا جاتا رہا ہے روزمرہ کے محاورے میں ایک لفظ ادھر سے ادھر سرکا دینا گویا قیامت ڈھا دینا ہے۔ اور زبان کے اونچے پروہت اس کفر پر تھرا اٹھتے ہیں۔ مجھے اس انداز۔ اس زود حسی سے مطلقاً ہمدردی نہیں۔ کیونکہ میں اردو کو اتنی چھوٹی موٹی سی نہیں سمجھتا کہ وہ تھوڑی سی بے تکلفی اور بے ادبی بھی برداشت نہ کرسکے۔

میں نے سب نیک نصیحتوں کے خلاف اس فینتاسی میں بلا دھڑک انگریزی الفاظ اور انگریزی مطالب استعمال کئے ہیں۔ اس کے لئے مس قرۃ العین حیدر نے پہلے ہی آیندہ مصنفوں کے لئے راستہ صاف کردیا ہے اور ان کے "میرے بھی صنم خانے" کے بعد کسی مبتدی لکھنے والے کو انگریزی الفاظ جابجا استعمال کرنے سے نہ جھجکنا چاہئے (میرے بھی صنم خانے کے ایک صفحہ پر میں نے گیارہ انگریزی الفاظ گنے ہیں) اس رسم کے پہلے بانیہ

میری دنیا میں جھانکنے میں تمہیں مدد دے گی۔ تم شاید اس کو کسی لحاظ سے ایک عجیب بے ہودہ اور بے سروپا دنیا پاؤ گے۔ مگر ان سب کوتاہیوں کے باوجود (مجھے امید ہے) یہ دنیا محبت انسانی سے گرم اور دھڑکتی ہوئی ہے یہ مستقبل کے متعلق ایک فینتاسی ہے!

مسٹر پوپوچو پوکیتا پوٹا واپاکی ری پبلک کا صدر ہے۔ ۲۰۱۱ء کے برکت کے سال میں ماصنین کی حکومت کی دعوت پر اس ملک میں جاتا ہے اور یہ کتاب ایک طرح اس کی ماصنین کے سماجی، تمدنی اور معاشی حالات پر ایک رپورٹ ہے۔ مگر یہ رپورٹ عام سرکاری رپورٹوں سے قدرے مختلف ہے۔ کیونکہ مسٹر پوپو خود عوام کا آدمی ہے۔ یا کم از کم ایسا ہونے کا مدعی ہے اور تیز مشاہدے کے ساتھ مزاح کی حس سے بھی بیگانہ نہیں اس کتاب کو خاشی حکومتوں پر ایک سیاسی طنز کے طور پر مطالعہ کیا جاتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہ محض (میں پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں) ایک لفنرجی فینتاسی ہے۔ جو ایک فارغ گھڑی کو کھلانے یا قتل کرنے کے مقصد سے لکھی گئی ہے۔

تم نے ہی مجھے ایک دفعہ مشورہ دیا تھا کہ میں زبان کی غلطیوں کو ٹھیک کرائے بغیر اپنی کوئی چیز نہ چھپواؤں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری اس قابل قدر نصیحت پر عمل نہیں کر رہا۔ کیونکہ ایک مصنف خود اپنا آپ ہی کہنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب یقیناً زبان کی افسوسناک غلطیوں سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور ان لوگوں کے لئے جن پر محاورہ اور روزمرہ میں تھوڑا

سائنس صرف اختلاج القلب کا موجب ہوتا ہے اس کتاب کا مطالعہ شاید مہلک ہوگا۔ یہ ان کی کھیر نہیں!

در اصل بھائی رشید! یہ میری ہٹ دھرمی نہیں۔ میرے نزدیک زبان کا چپٹا اور بے جان ہونا اس کے غلط اور چونکا دینے والی ہونے سے زیادہ ناقابل معافی گناہ ہے۔ میں نے اس قسم کی زبان استعمال کی ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک یہی زبان میری دنیا کے عجیب ایٹما سفیر سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔

اردو سے بہت زیادہ دیر تک ایک پاک دامن کنواری کا سا سلوک کیا جاتا رہا ہے روزمرہ کے محاورے میں ایک لفظ ادھر سے ادھر سرکا دینا گویا قیامت ڈھا دینا ہے۔ اور زبان کے اونچے پروہت اس کفر پر تھرا اٹھتے ہیں۔ مجھے اس انداز۔ اس زود حسی سے مطلقاً ہمدردی نہیں۔ کیونکہ میں اردو کو اتنی چھوئی موئی سی نہیں سمجھتا کہ وہ تھوڑی سی بے تکلفی اور بے ادبی بھی برداشت نہ کر سکے۔

میں نے سب نیک نصیحتوں کے خلاف اس فینتاسی میں بلا دریغ انگریزی الفاظ اور انگریزی مطالب استعمال کئے ہیں۔ اس کے لئے مس قرۃ العین حیدر نے پہلے ہی آئندہ مصنفوں کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے اور ان کے "میرے بھی صنم خانے" کے بعد کسی مبتدی لکھنے والے کو انگریزی الفاظ جا بجا استعمال کرنے سے نہ جھجکنا چاہئے (میرے بھی صنم خانے کے ایک صفحہ پر میں نے گیارہ انگریزی الفاظ گنے ہیں) اس رسم کے پہلے پانیر

خود سرسید اور شبلی تھے۔

میں اس بات میں یقین نہیں کر سکتا کہ زبان بھی خراب ہو سکتی ہے۔ ولیم فاکنر (اور دوسرے کئی امریکن مصنف) خوفناک انگریزی لکھتے ہیں۔ جو گرائمر کے لحاظ سے لاتعداد غلطیوں سے پُر ہوتی ہے۔ اور جو اکسفورڈ کے کئی عالم لغت دانوں کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچانے کی اہل کہی جا سکتی ہے۔ فاکنر کے فقرے اتنے الجھے ہوئے اور پیچیدہ اور مبہم ہوتے ہیں کہ بعض وقت ان میں فاعل، فعل، اور مفعول کو ڈھونڈنا ایک معمہ ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس کے مطالب اور اس کی عجیب مسخ شدہ، دنیا کے اظہار کرنے میں اور ایک خاص 'فاکنراٹما سفیر' پیدا کرنے میں اس الجھی ہوئی زبان کا سب سے بڑا سب سے اہم حصہ ہے۔ اس کے بغیر فاکنر۔ فاکنر نہیں رہ سکتا۔ ایک دفعہ عادی ہو جانے کے بعد یہی زبان اپنے اندر ایک خاص خوبصورتی اور کشش رکھنے لگتی ہے۔

اس کتاب میں میں نے ان ڈائرکٹ' اسپیچ کے لکھنے میں انگریزی گرائمر کے اصول مدنظر رکھے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈائرکٹ اسپیچ میں ایک فقرہ ہے۔

اس نے ہمیں کہا "تم جا سکتے ہو"

میں نے اس کو ان ڈائرکٹ میں یوں لکھا ہے "اس نے ہمیں کہا کہ ہم جا سکتے تھے۔

خدا جانے قواعد دال حضرات اس طرح کرنے کی اجازت دیتے ہیں

یا نہیں۔

اس فینتاسی کے لکھنے کا خیال پہلے پہل مجھے تب آیا جب میں نے مشہور انگریزی ناولسٹ مرحوم جارج آرویل کے حال میں شائع شدہ ناول نائن ٹین ایٹی فور، (سن ۱۹۸۴) پر انگریزی ادبی ہفت ناموں میں ریویو پڑھے یہ ناول بھی مستقبل کے متعلق ایک لاجیکل ناول ہے (میں نے اس کو ابھی تک نہیں پڑھا اور نہ ہی اسے یہاں کسی بک شاپ پر دیکھا ہے) آرویل کا ناول حقیقت پسندانہ ہے اور اسے تنقید نگاروں نے اپنے تاثر میں دل ہلا دینے والا اور خوفناک بتایا ہے۔ میری فینتاسی ایک ہلکی چیز ہے۔ ایک لمبا قہقہہ جس میں مصنف اگر ہر وقت نہیں تو زیادہ وقت ہنس رہا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ مستقبل کے متعلق میرا تخیل لاجیکل (منطقی) نہیں۔

چند ماہ ہوئے میں نے ایک چھوٹی سی طنز لکھی تھی جو "ستاروں کے آگے ماضیین ہیں" کے عنوان سے امروز کراچی میں چھپی۔ میرا خیال ہے کہ اسے کافی پسند کیا گیا۔ مگر میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ میں ابھی بہت کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ اور اس تھیم کو ایک وسیع ترکینوس پر پیش کرنے کے لئے چل رہا تھا میرا ارادہ ایچ۔ جی۔ ویلز کی فینتاسیوں کے تتبع میں لکھنے کا تھا۔ مگر میں اس میں کامیاب نہیں ہوا۔ مجھے ڈر ہے کہ میری یہ فینتاسی ایک فارس بنکر رہ گئی ہے۔ ایک بے ہنگم اور بدراہ سی فارس۔ میں تم سے یہی درخواست کروں گا کہ تم ایک فارس کی کسوٹی پر اس کی ادبی حیثیت کو پرکھو گے۔

اور کیا میں اب گھنٹی بجا کر اس بہروپ پر پردہ اٹھا سکتا ہوں؟

محبت اور اخلاص کے ساتھ تمہارا بھائی ایم۔ خالد۔

فہرس

پہلا باب — مصنف کا پیش لفظ جو زیادہ تر ان کے لئے ہے جن کی تاریخ ذرا کمزور ہے۔

دوسرا باب — جس میں سٹرپوپو کی ماضنین کے دارالخلافہ شتراپا میں حیرت انگیز آذ بھگت کا ذکر ہے۔

تیسرا باب۔ جو ماضنین کی کانسٹی ٹیوشن اور حکومت پر تبصرہ ہے

چوتھا باب — ماضنین میں حقوق نسواں۔

پانچواں باب — ماضنین میں ادب اور آرٹ

چھٹا باب — پوکناپوٹاوا میں ریوولیوشن۔ دیواریں کیسے پھاندی جاتی ہیں!

ساتواں باب — عطر بازار کا درزی۔ ایک شیر نے چیف آف بنگاڈ کو کیا کیا؟

آٹھواں باب کھلی ہوا کے عاشقوں کی مجلس عاملہ کی میٹنگ
نواں باب باؤلر ہیٹ کا ایک نیا استعمال۔
دسواں باب جس میں زیادہ تر زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ آیا جوتے فی الواقع ضروری ہیں۔
گیارھواں باب جس میں مسٹر پوپو باولر ہیٹ کا ایک اور نیا استعمال دریافت کرتا ہے۔
بارھواں باب جس میں ایک قحط اور ایک دیوار کا ذکر ہے۔
تیرھواں باب جو ایک شامی تاجر کے متعلق ہے۔
چودھواں باب جو آخری ہے۔ زیادہ تر جہازوں اور نیلے پانیوں کے بارے میں۔

پہلا باب

مسٹر پوپو کا پیش لفظ جو زیادہ تران کے لئے ہے جن کی تاریخ قدرے کمزور ہے۔

انیس سو نوے (سنہ ۱۹۹۰ء) کی جنگ کے بعد دنیا پر جو ہولناک تباہی آئی۔ اس کے اثرات سے ابھی تک یہ بدقسمت کرہ زخم خوردہ ہے۔ دنیا کو اس جنگ سے پہلے کی سی تمدنی اور ثقافتی حالت پر لوٹ آنے کے لئے۔ (اگر وہ پھر کبھی اس حالت پر آسکتی ہے تو) صدیوں کی مسافت پھر سے طے کرنی پڑے گی۔ تمدن۔ تہذیب، آرٹ کے وہ شاندار مانومنٹ جو انسانیت نے ہزاروں سالوں کی محنت اور دماغ سوزی کے بعد کھڑے کئے تھے۔ اور جن کی تعمیر میں ہزاروں مصنفوں شاعروں فلسفیوں صناعوں اور دوسرے ذہین آدمیوں نے اپنا حقیر اور اہم حصہ لیا تھا، چار پانچ گھنٹہ کے وقفے کے اندر اندر حرف غلط کی طرح زمین کے چہرے سے اس طرح ملیا میٹ ہو گئے جس طرح ایک بچے کی سلیٹ پونچھ دی جاتی ہے۔ افلاطون اور ارسطو کا فلسفہ۔ مائیکل اینجیلو کی پینٹنگز اور لاتعداد آرٹ اور صناعی اور انسانی جدت کے شاہکار اس ہون کنڈ میں بھسم

ہو گئے۔ طوفان نوح کے بعد یہ دوسری عالمگیر تباہی تھی۔ مگر اس سے کہیں زیادہ ہولناک اور اس سے کہیں زیادہ اپنے اندر کینہ پرور اثرات لئے۔ طوفان نوح کے وقت دنیا مقابلۃً بچہ تھی اور انسان ابھی تک اپنی غیر مہذب ابتدائی۔ پتھر اور دھات کے زمانے کی منزل میں تھا۔ اسوقت آدمی ان بلندیوں پر نہ پہنچا تھا جن پر آنے والے قرنوں کی مسلسل کشمکش نے اسے پہنچا دیا۔ اس نے اسوقت تک قدرت کے سینے سے اسکے وسیع اور خوبصورت اور خوفناک راز نہیں چھینے تھے۔ اس لئے طوفان نوح نے اس کرے پر۔ براعظموں کے براعظموں پر فاتح چیختے ہوئے پانیوں کو دوڑا کر سوائے حیوانی اور انسانی زندگی کے کچھ زیادہ تباہ نہیں کیا۔ کیونکہ تباہ کرنے کے لئے کچھ زیادہ نہ تھا۔ اس کے برعکس سنہ ۱۹۰ء کے اس طوفان نے جو آدمی کا خود اپنی جدت اور قوت کا پیدا شدہ تھا۔ قرنوں کی قیمتی روایات۔ ہزاروں سالوں کے حاصل کئے ہوئے علوم کی میراث کو زائل کر دیا اور بچی ہوئی دنیا کو حقیقتاً صدیوں پیچھے بربریت کی طرف پھینک دیا۔

جیسا کہ سب تاریخ کے طالب علموں کو معلوم ہے۔ یہ طوفان، پہلے پہل شمالی امریکہ کے بڑے زندگی سے گرجتے ہوئے شہروں پر آکر ٹوٹا سنہ ۱۹۰ء میں اگست کی شام کو جب اس افسانوی دولتمند براعظم کے لوگ سونے کی چکی میں پسنے کے بعد تفریح اور قرار کی تلاش میں نائٹ کلبوں اور ناچ گھروں اور تھیٹروں کو بھاگ رہے تھے۔ پیچھے جلتے ہوئے تارے ان کو اوپر نیلی فضا میں سے لوٹتے ہوئے اور ان کی طرف ایک بیجد

تیز خوفناک رفتار سے سفر کرتے ہوئے دکھائی دیتے۔ دوسرے لمحہ میں خاتمہ تھا مکمل اور قطعی فنا۔ زندگی کی کلی نیستی جو حقیقی قیامت کے تصور سے کہیں زیادہ حسین اور آرٹسٹک تھی۔ نیویارک کی ٹیوب (زمین دوز ریلوے) میں کام کرنے والے ایک انجن ڈرائیور نے جو ان چند میں سے ایک تھا۔ جو اس شہر کی تباہی کی گہرائی بتانے کے لئے ایک دو سال اور سسک سسک کر جینے کا عذاب بھگتنے رہے (گرنے والے بمب سے پیدا ہونے والی ریڈیو الکٹرک لہریں ایتھر کے ساتھ دو ہزار فٹ زمین تلے بھی پہنچ گئی تھیں اور ان بد قسمتوں کے جسموں میں سرایت کر کے ایک ایسی مہلک بیماری بن گئیں۔ جو مرکز حیات کو رفتہ رفتہ گلاتی رہی) بعد میں چند سیاحوں کو اپنی شہادت دیتے ہوئے کہا کہ نیویارک ایک موت اور ظلمت کا شہر ہو گیا۔ معزز سکائی سکریپر تاش کے پتوں کی طرح نیچے آرہے۔ اور مان ہاٹن کی وہ آسمان کو چھوتی ہوئی شہرہ آفاق سکائی لائن جہاں کروڑوں کی فارچونیں بنتی اور کھوئی جاتی ہیں۔ اور جہاں دنیا کے بعض بہترین پینٹ اور کاسمیٹک اور انسانی خود نمائی کی اشیا کے سٹور تھے۔ اور خون کو تیز تر دوڑا دینے والے پوری رات کھلے رہنے والے نائٹ کلب —— وہ شہرہ آفاق سکائی لائن اب وہاں نہ تھی۔ ہار برمین لنگر انداز جہاز بمب کی گرمی سے جل کر جھلسے ہوئے غیب ہو گئے۔ اور مان ہاٹن کے گرد بیس بیس میل کے دائرہ کے اندر ایک چھڑی تک کھڑی نظر نہ آتی تھی۔

آدمی نے اپنے خالق کو بتا دیا تھا کہ گو وہ (آدمی) تخلیق نہیں کر سکتا وہ

تباہ کر سکتا ہے ۔ اور تباہ بھی اپنے خالق سے زیادہ بہتر اور مکمل طریقے سے
اس کے بعد جو کچھ ہوا ۔ ہر ایک شخص جانتا ہے ۔ یہ نائٹروجن بمب امریکہ کی ریاستوں کے بعد نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا اور کینیڈا کے بڑے بڑے صنعتی شہروں پر گرے اور ان زندگی سے بھرپور شہروں میں لاکھوں انسان پل بھر میں ختم ہو گئے ۔ اور ان کے شہر پرانے بابل اور نینوا کے افسانے بن کر رہ گئے ۔

انیسویں صدی میں جتنی جنگیں ہوئیں ۔ ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم ۱۹۳۹ء کی دوسری جنگ عظیم اور ۱۹۵۵ء کی تیسری جنگ عظیم ، ان میں سے ہر ایک کے بعد یہ پیشین گوئی کی جاتی تھی (میرے خیال میں کسی قدر اذیت پسندی کے حیوانی انبساط کے ساتھ) کہ اگلی جنگ تہذیب کا خاتمہ کر دے گی ۱۹۵۵ء کی تیسری جنگ عظیم نے تقریباً تقریباً اس پیشین گوئی کرنے والوں کو سچا کر دیا ۔ مگر پھر بھی پوری طرح نہیں اور تہذیب کی مشعل اسی طرح سلگتی اور روشن تر ہوتی گئی ۔ ۱۹۹۰ء کی عالمگیر تباہی نے (میں اسے جنگ نہیں کہوں گا کیونکہ یہ بات ابھی تک تحقیق تک نہیں پہنچی کہ اس کو شروع کس نے کیا) فی الواقع تہذیب کو دم توڑنے پر مجبور کر دیا ۔ ۱۹۵۵ء کی جنگ میں امریکہ تقریباً تباہی اور ہولناکی سے بچ گیا تھا ۔ مگر اس دفعہ امریکہ ہی پہلے ختم ہوا ۔
چند گھنٹوں میں ہزاروں سالوں کی تہذیب کا روحانی اور مالی اثاثہ صفر ہو گیا ۔

امریکہ انیسویں صدی کی تہذیب کا سب سے بڑا شارح اور سب سے

اہم معمار تھا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ امریکہ کے پاس اس وقت گویا تہذیب کی اجارہ داری تھی۔ بہر حال امریکی ثقافت یا امریکی تمدن اتنے بڑے پیمانے پر ہالی وڈ کی فلموں ان گنت میگزینوں، کوکا کولا کی شکل میں دنیا کے ہر غیر مہذب ملک کو برآمد کیا جانے لگا تھا۔ کہ زیادہ لوگوں کے تحت الشعور میں تھذیب اور امریکیانا، ایک ہی چیز کے دو نام ہو گئے۔ ہماری پود کو وہ مصوّر فراوان مواد کی امریکی میگزینیں یاد ہونگی (وہ ان کے رنگین للچا دینے والے ناشتوں اور سگرٹوں اور وھسکیوں کے اشتہار! وہ غیر مہذب ممالک میں غیر مہذبانہ واقعات کی خود نمائندہ خصوصی کھینچی ہوئی تصویریں! وہ ہر لفظ میں چمکنے ڈالر کی کھنک!) بعض اسوقت کی بنی ہوئی ہالی وڈ کی فلمیں اب بھی دیکھی جاسکتی ہیں — اپنے جرم۔ تشدد اور جنسیت پر تاکید کے ساتھ۔

دراصل اگرچہ امریکہ اب قدیم شامی اور رومی ایمپائروں کے ساتھ ایک ہو گیا ہے۔ (امریکیانا) ابھی تک بجید زندہ ہے۔ ہماری پود۔ ہالی وڈ کی فلموں اور امریکی میگزینوں پر پلی ہوئی ابھی تک اس روایت کو بہادری اور پیار سے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ ہم میں سے بہت سے خواہ وہ یوکنا پوٹاواھا میں ہوں یا ماضنیان میں، اب بھی بش شرٹ پہن کر اپنی بالوں سے بھری ہوئی چھاتیوں کی نجاست کے ذریعے اپنی مردانگی اور جنسی قوت کی نمائش کرتے ہیں۔ بعض اب بھی ہاں کی بجائے بیپ کہتے ہیں جیسے وہ کوئی ایسی چیز نگل رہے ہیں جو حلق سے اترنے سے انکار کر رہی ہو۔ اوکے ایک ایسا بین الاقوامی (اگرچہ قومیں اب رہ ہی کونسی گئی ہیں) لفظ بن گیا ہے

جو ہر موقع اور ہر محل میں اس وقت مدد کو آپہونچتا ہے جب ہمیں گفتگو میں کسی موزوں لفظ کی تلاش ہوتی ہے۔

لیکن "امریکیانا" وہ بلند تر امریکی کلچر نہیں۔ وہ آئن سٹائن کی حیرت انگیز دریافتیں نہیں جو اس نے اپنی یو۔ ایس۔ اے میں قیام کے دوران میں کیں۔ وہ امریکی مصنفوں اور فلسفیوں کی پرواز نہیں۔ یہ "امریکیانا" کچھ مختلف۔ کچھ متلی لانے والا ہے ـــــ امریکی تہذیب کا سب سے لچر۔ سب سے پوچ بیہودہ خول۔ میں ایک مثال دوں گا۔ (مثالیں دینا میری ایک کمزوری ہے) غالباً سنہ ۱۹۵۰ء میں آئن سٹائن نے اپنی تہلکہ مچا دینے والی تھیوری سے ریاضی کی مدد سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہمارا کرہ دراصل کرہ نہیں بلکہ ایک بیلن کی شکل کا ہے۔ دنیا اس وقت یہ مان گئی تھی۔ اُن ریاضی دانوں اور ہیئت دانوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا تھا جو دوسروں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ آئن سٹائن کی ریاضی کو صرف آئن سٹائن ہی سمجھتا ہے۔ اب کیونکہ آئن سٹائن کی وہ ہائر ریاضی اور ریجھ تھی ڈامنشن پر تحقیق کے کاغذات سب ضائع ہو گئے ہیں (اور اگر ہوتے بھی تو میرا خیال نہیں کہ موجودہ احمق دنیا میں کوئی ان کے سرپیر کا پتہ لگا سکتا) موجودہ نسل اس مہیب جینئس کی اس عجیب تھیوری پر قہقہہ لگاتی ہے اور اس (تھیوری) کو ایک خبطی سٹھیائے ہوئے آدمی کا ہذیان تصور کرتی ہے۔ ہم اب تک یہی یقین رکھتے ہیں کہ یہ کرہ ایک کرہ ہی ہے۔ اور لوکی پوٹا دا ہا (وہ جمہوریت جس کا میں صدر ہوں) میں تو نوے فی صدی آدمیوں کے خیال میں زمین ایک مستطیل ہے۔

اس جنگ نے انگلستان کو بھی تباہ کر دیا۔ وہ محنتی صنعتی اور چھوٹا سا دیوالیہ ملک شاید جنگ نے ان کو ایک نہ ختم ہونے والی جسمانی اور اعصابی اور روحانی کشمکش سے ہمیشہ کے لئے رہائی دلادی۔ ان کی تباہی سے وہ خوفناک قرضے جو انہوں نے بیشتر حکومتوں کو دیئے تھے خود بخود ہی صاف ہو گئے۔ کیونکہ نہ کوئی قرض خواہ رہا نہ مقروض+

میری رائے میں یہی ان کے مخمصہ کا سہل ترین حل تھا+ وہ امریکیوں سے زیادہ ٹھوس صفات کے حامل تھے اور ان کی تہذیب اتنی پرانی تھی کہ وہ اب خود ان کی طرح زنگ آلودہ اور بے رنگ بھی ہو چکی تھی+ اس تہذیب میں امریکی براعظم کی بھڑک اور اٹھارہ سالہ لڑکے کی تازگی اور بے پروایانہ خوشی اور جرأت نہ تھی + بڑی ڈیل ڈول اور پروزیک قوم تھے۔ یہ انگریز! انہیں اپنے مزاح کی حس، اپنی قوت اختراع، اپنے طریقۂ بود و باش، اپنی بیئر — ان سب کے دنیا بھر میں عمدہ ترین ہونے میں گو کوئی شک نہ تھا۔ مگر امریکیوں کی طرح انہوں نے کبھی شیخی نہ بگھاری انہوں نے اپنا کلچر پھیری پر رکھ کر بیچنے کی بھی کوشش نہ کی۔ انگریزی چیزوں کے متعلق بہترین ہونے کی اپنی رائے کو اپنے تک محدود رکھا۔ وہ دوسروں کے احساسات کو دکھانا نہیں چاہتے تھے۔ اور شاید کسی قسم کی خود اعتمادی اور طفلانہ شیخی کے اظہار کو چھچھور اپن گردانتے تھے یا شاید وہ اپنی تہذیب اور برتری کو جاہل گھٹیا نسلوں سے مخفی رکھنا چاہتے تھے۔

میں نے پوپو نے ذاتی طور پر ہمیشہ ان کو امریکیوں سے زیادہ پسند کیا۔

ہو گیا میں ٹھوس صفات کے لوگوں سے کنی کترایا کرتا ہوں۔ مگر میری رائے میں یہ انگریز عربی گھوڑوں کی طرح ایک عمدہ النساق نسل تھے۔ اور دنیا نے ان کی تباہی سے کم نہیں کھویا۔ یہ غنیمت ہے کہ ان کے بیشتر پرانی لاثانی کلاسکز ہمارے پاس ہیں اور ان کی زبان اب تک کئی ممالک میں سرکاری زبان ہے۔ جیسے خود ہمارے یوکناپوٹا واہا کے ملک میں +

تباہی کے بعد ان میں سے جو کچھ نیچے — لندن اور لورپول کی زمین دوز ریلوے میں کام کرنے والے مزدور اور ویلز کی کوئلے کی کانوں سے کوئلہ کھودنے والے انہوں نے موجودہ رپورٹوں کے مطابق چوہوں کے مانند زمین کھود کر رہنا شروع کر دیا ہے۔ ایک جینی بائلوجیکل مہم کے صدر نے جو اس جزیرہ پر ۲۰۰۰ء میں بعض کیمیاوی پودے اکٹھا کرنے کے مقصد سے گئی اپنی رپورٹ میں یہ انکشاف کیا ہے کہ یہ باشندے گوشت کے نہ ہونے اور جانوروں کی قلت کی وجہ سے مردم خور ہو گئے ہیں۔

(رپورٹ کے الفاظ — "ہماری مہم کا ایک بدقسمت ممبر مسٹر فانگ فو ایک مقام پر ہمارے کیمپ سے دور نکل گیا۔ جب وہ شام تک بھی نہ لوٹا تو ایک تلاش کی پارٹی اس کا کھوج لگانے کے لئے بھیجی گئی۔ اس پارٹی نے تھوڑی دور جا کر ایک پہاڑی پر چند ننگے جزیرے والوں کو ایک آدمی کی لاش پر ضیافت اڑاتے دیکھا۔ مگر پارٹی کے وہاں تک پہنچنے میں جزیرے کے لوگ سب بلوں میں گھس گئے۔ یہ کہنا غیر ضروری ہوگا کہ یہ لاش جو ان وحشیوں کے لات کے کھانے کا کام دے رہی تھی۔ ہمارے بدقسمت

ممبر مسٹر فانگ فو کی تھی + کیونکہ مسٹر فانگ فواب ہم سے کے لئے زیادہ فائدہ مند نہ تھا۔ اس لئے اصلی باشندوں کی خواہشوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے جسم کو وہیں چھوڑ دیا گیا۔)

فرانس کے ساتھ بھی امریکہ کی تباہی کے ایک ہفتہ بعد ہی کچھ پیش آیا اس ملک میں انسانی زندگی کی تباہی اتنی مکمل نہ ہوئی جیسی کہ امریکہ اور انگلستان میں ہوئی تھی۔ ان سطور کے لکھتے وقت وہاں چند بوڑھے اصلی باشندے رہ رہے ہیں۔ بموں کے بعد فرانس کی آبادی پہلے سے بیسویں رہ گئی ہے۔ اور وہ بھی زیادہ تر وہ لوگ ہیں جن پر نائٹروجن بیماری اپنا ہلاکت انگیز ہاتھ رکھ چکی ہے۔ اس بیماری سے ہر سال ہزاروں آدمی وہاں مرتے ہیں۔ اور جو سخت اذیت اور درد میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے جینے کے لئے رہ گئے ہیں وہ اس بیماری کے ناقابل فہم اثر سے اپنی جنسی اور پیدا کرنے کی طاقت کھو بیٹھے ہیں۔ ان بموں کے بعد فرانس میں سال بھر میں صرف سو بچے پیدا ہوئے۔

فرانس کی تباہی فی الواقعی سب سے بڑی ٹریجیڈی تھی فرانسیسیوں کی ثقافت اور اخلاق، ان کا آرٹ اور ادب دنیا بھر میں بے مثال تھے ان کی تاریخ بہادری اور حوصلہ کے کارناموں سے پر رنگ اور درخشاں تھی۔ شاید جہاں تک تباہ کن آلات کے بنانے کا تعلق ہے۔ فرانسیسی امریکی اور روسیوں سے کہیں پیچھے تھے اور اس قسم کی ایجادوں کے لئے ان کے پاس وہ خاص طرز کا دماغی رجحان نہ تھا + انہوں نے

حسن اور عورت کی پرستش کو ایک کلٹ بنا لیا۔ اور میری رائے میں وہی ایک قوم تھی جو عورتوں سے محبت کرنا جانتی تھی۔ اس جذبہ کو آرٹ تک لے جانے کی فکر نے در رنگا ان کو کچھ تن آسان اور خوش دل سی قوم بنا دیا۔ دوسری دنیا کی قوموں کو فرانسیسی سست، عیاش اور بدچلن معلوم ہوتے تھے۔ مگر یہ صرف ایک حد تک ہی سچ تھا۔ میرے خیال میں وہ دنیا میں سب سے زیادہ مہذب قوم تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے (جیسا کہ ایک جنگ سے بہت پہلے کے انگریز مصنف نے اقرار کیا ہے) کہ فرانسیسی نثر مکمل تھی۔ امریکہ میں جاذ بینڈ کے بادشاہوں اور موٹر کار کے بادشاہوں کی قدر و منزلت تھی۔ انگلینڈ ابھی تک اپنے مرغوب امرار لارڈ نج اور ڈیوک گھم کے پیچھے دیوانہ تھا، مگر فرانس کی آنکھوں کے تارے اس کے بڑے نثر نگار تھے — مولیساں۔ پراؤست اور فرانس ماریک یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان بڑے مصنفوں کی تصنیفات اب بھی ہماری لائبریریوں میں محفوظ ہیں)۔

فرانس ایک سچی جمہوریت پسند قوم تھی۔ انگلینڈ جمہوری روایات میں فرانس سے صدیوں پیچھے تھا اور امریکہ! امریکہ کو جمہوریت کا پتہ تک نہ تھا۔ اور وہاں سے جمہوریت کے نام پر بڑے خدا ڈالر کا بے رحم مطلق راج تھا۔ بعض روس کا نام لیں گے لیکن روس نے میری رائے میں انسان کو کسی حد تک اقتصادی تفکرات اور الجھنوں سے آزاد کر کے اس سے تقریر اور تحریر کی آزادی چھین لی اور اس طرح اس کی روح کو

بیڑیوں میں مقید کر دیا۔ اس لئے جب لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ مسٹر پولو یا لنبار چو کا مانیفو۔ تمہارے خیال میں کس ملک کی تباہی دنیا کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ تو میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ہے "فرانس" کی اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں جدت طراز ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اس جنگ کا سب سے عجیب معمہ یہ ہے کہ کس نے اس کو شروع کیا؟ حملہ آور طاقت کون تھی۔ کوئی مورخ یقین سے اس بارے میں نہیں کہتا۔ لیکن اغلب ہے کہ یہ بم راکٹوں کے ذریعہ روس ہی سے اس کرہ کے ممالک پر بھیجے گئے (جیسا کہ ہر ایک جانتا ہے۔ ان بموں کو ریڈیو کی لہروں کی طرح منتشر بھی کیا جا سکتا ہے۔) دوسری تھیوری یہ ہے کہ حملہ آور طاقت مشتری یا کوئی دوسرا سیارہ تھا جو میری رائے میں اس لئے غیر اغلب ہے کہ اگر اس سیارے کے باشندے سائنس کی اتنی ہی ایڈوانسڈ سٹیج پر پہنچ چکے ہوتے کہ ان بموں سے ہماری دنیا کو تباہ کر سکیں تو وہ یقیناً تباہ کرنے سے پہلے استعجاب کی حس کو مطمئن کرنے کے لئے ہی سہی اس دنیا کو دیکھنے کے لئے اترتے۔

دنیا میں اس زمانہ کی بڑی طاقتوں میں امریکہ کے علاوہ روس ہی ایک ایسی طاقت تھی جس کے پاس نائٹروجن بموں کے بڑے ذخیرے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روسی لیڈروں نے کیوں یک لخت آدھی آباد دنیا اور اس کے مہذب ترحصے کو صرف تباہی کی خاطر تباہ کر دیا۔ یہ صحیح ہے کہ روسی امریکی سیلنگ اور امریکی سرمایہ داری سے شدید نفرت کرتے تھے

اور ایک عجیب طور پر اپنی ایشیائی بربریت پر نازاں تھے۔ پھر بھی اتنے وسیع پیمانے پر عالم گیر تباہی کرنے کی کوئی وجہ جواز ہونی چاہیئے۔

لوئی مولوٹ: "میرے خیال میں وجہ یہ تھی کہ روسی "سرد جنگ" سے جو ۱۹۵۵ء کی تیسری جنگ عظیم کے بعد برابر کیمونسٹ یو۔ ایس۔ ایس۔ آر اور استعمار پسند امریکہ کے مابین جاری تھی۔ اور جو دونوں کے خفیہ بڑے پیمانے پر ہتھیار سازی کے بخار اور ہسٹریا کا موجب بنی ہوئی تھی، تنگ آ گئے ان کو جنگ کی ناگزیریت کا یقین تھا۔ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہی طاقت جو بلا اعلان پہلا وار کرے گی فاتح ہوگی + نائٹروجن بمب چند گھنٹوں میں جنگ کا فیصلہ کر دینگے۔ سو انہوں نے پہل کی اور اپنے دشمنوں کو اس سے پہلے ہی ختم کر دیا کہ وہ جواب دینے کا سوچ سکتے۔"

روس کے حاکم اس وقت چند دیوانے اور نیوراتک سائنٹسٹ تھے۔ اور دنیا کی تباہی کے بعد انہوں نے اپنے ملک کی تباہی کی طرف رجوع کیا۔ خودکشی سلیو نسل کے لئے ہمیشہ ایک کشش رکھتی رہی ہے۔ "بڑے پانچ" اس وقت روس پر کا دمنا ترن کی ہمیوں کی لیبارٹری اور گودام کے بل بر خوف کے ذریعہ راج کر رہے تھے۔ انھوں نے انسانی آبادی کو اسی ھیپنا ٹک طریق سے خوف زدہ اور ہاتھ میں کر رکھا تھا جس طرح ایک ناگ اپنی کینہ ور آنکھ سے اپنے شکار کو ایک جگہ جکڑ لیتا اور مفلوج کر دیتا ہے، ان بڑے پانچ کی پالتبرو کا صدر — وہ سپر سائنٹسٹ ماگلوویچ جو اس ن بمب کے اصلی موجدوں میں سے تھا اس زمانے

میں روس کا ڈکٹیٹر تھا۔ اس امر کے بارے میں ہمارے پاس کافی شہادت ہے کہ پارٹی اس سے نفرت کرتی تھی۔ مگر ڈرتی بھی تھی۔ عوام بھی دل سے اس کو نہیں چاہتے تھے۔ لیکن کوئی کھلم کھلا ماگلورچ کے خلاف ایک لفظ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ لوگ پرائیویٹ صحبتوں اور محفلوں میں اس کا نام سوائے تعریف کے نہ لیتے۔ کیونکہ اس ماگلورچ کے ہزار ہا کان۔ ہزاروں آنکھیں تھیں۔۔ اس کے جاسوس ہر جگہ موجود ہوتے۔ روس کے پچاس فی صدی باشندے ماگلورچ کے جاسوس تھے۔ جو دوسرے پچاس فی صدی لوگوں پر کڑی نظر رکھتے۔ پریس اس کی تعریف نہیں تھکتا! اور موسکو میں (جس کو ماگلورچ گریڈ کا نیا نام دیا گیا) میں کئی ایسے عبادت گاہیں تھیں جہاں ماگلورچ پوجا کے کلٹ کے پرستار اس کو پوجتے اور اس کی نعتیں پڑھتے۔

یہ ڈکٹیٹر قسمت کی طرح ناگزیر تھا اور سارا سہما ہوا یو۔ ایس۔ ایس۔ آر اس کی خوفناک شخصیت کے سایہ کے نیچے دبا رہا تھا۔ خود اس کے ساتھی سائنٹسٹ (پائنیرو کے بقیہ چار ممبر) بھی اس سے خوف زدہ تھے ماگلورچ نے اپنی ریسرچ لیبارٹری کریملن کے سب سے اونچے برج میں بنائی اور شاید لیبارٹری کے لئے ایسی تنہا اور بلند جگہ کا انتخاب بلاوجہ نہ تھا۔ کامنترن کے نچلے وسیع ہال پالٹ بیورو کی میٹنگز اور ماگلورچ کے دفتروں کا کام دیتے تھے اور ان کے نیچے تہ خانہ میں بڑی بڑی پیٹیوں میں ان بموں کا ایک ذخیرہ تھا۔ اس تہ خانہ کی چابی وہ خود اپنے پاس رکھتا

اپنے آدمیوں پر پورا بھروسہ نہ کرتے ہوئے اس نے افریقہ کے زدلوؤں کا ایک دستہ کامنسٹرن کے داخلہ پر تعینات کر رکھا تھا۔ ہائپر بوریوں کے جزیرے سے لائے ہوئے بڑے خونخوار شکاری کتے ایوانوں اور ہالوں میں کھلے پھرتے۔ وہ صرف ماگلورج سے ہلے ہوئے تھے اور اس کا اشارہ پاتے ہی کسی بدقسمت کو دبوچتے اور چیر پھاڑنے کو تیار رہتے۔ کوئی دن ہی جاتا جب ہالوں میں جنرل پارلیمنٹ کے کسی معزز باوقار ممبر کا خون ان کو چاٹنے کو نہ ملتا۔ ماگلورج ان کتوں کو اپنی محافظ روحیں کہا کرتا...... یہ ماگلورج آخر ایک دن دیوانہ ہو گیا!

میرا خیال ہے کہ اپنے نچلے دفتر کی کسی خوبصورت ٹائپسٹ لڑکی سے محبت میں دھتکارے جانے سے وہ شوریدہ پست ہو گیا ہوگا۔ اور اس نے چاہا ہوگا کہ وہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ زمین پر اس کے بعد زندگی رہ جائے۔ نوجوان عاشق اپنی محبوباؤں سے ہاتھا ران کی جھاڑیوں کے نیچے ملتے ہیں۔ چھوٹے ننھے پھولوں کی طرح کھلتے اور گھر دل کو محبت اور قہقہوں سے بھرتے ہیں۔ وہ اپنے مرنے سے پہلے دنیا کو ایک بڑی مہیب چتا بنا سکے گا۔ اس نے اپنے اس ظالمانہ ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کر لیا۔

کوملین کا برج ان۔ بمب کی صرف لیبارٹری ہی نہ تھا بلکہ ماگلورج نے اس کو ایسے سائنٹفک اپریٹس سے لیس کیا تھا جس سے وہ ان بمب کی شعاعیں یو۔ ایس۔ ایس آر کے دور دراز کے صوبوں اور

شہروں تک نشر کر سکتا تھا + یہ ظاہر ہے کہ اتنی خوفناک طاقت اپنے ہاتھ میں رکھنے کی وجہ سے اس کو اس طاقت کے استعمال کی ترغیب بے اندازہ ہوگی۔ اور میری رائے میں یہ کوئی زیادہ حیران کن نہیں کہ اس نے اس ترغیب کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے + ہر ایک شخص خود غرض ہے اور ہر ایک شخص اذیت پسند! ہم میں سے ہر ایک کے اندر بھی ایک ماگلو رچ ہے +

مقررہ رات کو وہ ایک پارٹی میٹنگ کے بعد اوپر اپنے برج میں چڑھ آیا ہوگا۔ یہاں اس نے اپنے بم ٹرانسمیٹر کو یو۔ ایس ایس آر۔ کے مختلف اہم صنعتی شہروں پر یکے بعد دیگرے مطابق کیا ہوگا اور ان کی سمت ان بم نشر کئے ہوں گے۔ اس کا پہلا بم غالباً سفید رشیا کے شہر لینن گراڈ کی طرف گیا۔ کیونکہ اس کو لینن کے خلاف ایک ذاتی بغض تھا + ایک بم لینن گراڈ اور اس کے ارد گرد بیس بیس میل کے علاقے کو ایک سیلاب آب و گیاہ صحرا بنانے کے لئے کافی تھا۔ اس کے بعد دوسرے شہروں کی باری آئی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے کام میں ایسی باقاعدگی اپنے نظم سے کاربند ہوا کہ جس جس شہر اور قصبہ کی تباہی ہوتی اور اس کا ریکارڈ ٹیلی ودمیٹر پر دیکھتا۔ وہ اس شہر اور قصبہ کو اپنے سامنے دیوار پر لٹکے ہوئے بڑے چارٹ پر سے کھرچ دیتا دو گھنٹے میں (جہاں تک روس کا تعلق تھا) اس کا کام تکمیل کے نزدیک آتا ہوا معلوم ہوا + اب اس کو بقیہ دنیا کو ختم کرنا تھا۔ کہ اتنے میں لسے

نیچے سیڑھیوں پر" بڑے چاردں" کے اوپر آنے کی آہٹ سنائی دی اور
سے معلوم ہو گیا کہ اس کا راز افشا ہو جائے گا۔ اس نے جلدی سے ایک
بمب تہ خانے میں سکو پر پھینکا۔ یہ اشتراکی دارالسلطنت کا خاتمہ تھا .....
اس شہر میں صرف کامنسٹرن کے نیچے تہ خانہ کے زولو محافظ اور چند ٹیوب
اس کام کرنے والے بچے +

اس ہولناکی سے جو ملک بچ گئے ہیں ان میں ریاستہائے متحدہ افریقہ
(فیڈرل دارالخلافہ ڈربن) ہے۔ اس ملک میں سیاہ آدمی نے اپنے
آپ کو پوری طرح "ایسرٹ" کر لیا ہے اور سفید آدمی کا جوا اپنے کندھوں
سے اتار پھینکا ہے، کسے معلوم تھا کہ ۱۹۵۰ء میں پورے جنوبی افریقہ کو
جاکا اور ڈنگان کے زولو تہ وبالا کر دینگے + سب سفید آدمی سانڈوں
اور بھالوں کی نوکوں سے مارے جائیں گے۔ ان کا گوشت کچا کھایا جائیگا
اور بچا کھچا جنگلی بجوؤں اور بھیڑیوں کے لئے چھوڑ دیا جائیگا + ریاستہائے
متحدہ افریقہ سیاہ آدمیوں کی جمہوریت ہے جس میں وہم ڈاکٹر اب
بھی بائی کورٹوں کے جج ہیں! تہذیب کے تھوڑے بہت اثر نے اگرچہ
ان زولوؤں کی زندگیوں کو بہت کچھ بدل دیا ہے۔ پھر بھی ان کے ابتدائی
کیرکٹر میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی + جنگلی ڈھولوں کی آواز اب بھی ان کے
تاریک خون کو متلاطم کر دیتی ہے۔ اور وہ یک لخت زنا اور قتل کی ناگہانی
آرگیز میں اپنے آپ کو ڈال دیتے ہیں۔ ان کا مستقبل شاندار ہے۔
کیونکہ ان میں اپنی قدیم نسل کا بدراہ جینیس ہے۔ اور کسی دن وہ دنیا کو

اس کا بہترین ادب، اس کی سب سے عظیم موسیقی دیں گے۔ رہی پبلک میں سفید آدمیوں کے خلاف وہی تعصب ہے جو پچاس سال پہلے بوئر جنوبی افریقہ میں سیاہ آدمیوں کے خلاف تھا۔ کئی ممتاز ہوٹلوں پر یہ بورڈ آویزاں ہیں" سفید آدمی منہ کالا کئے بغیر اندر نہیں آسکتے" +
رہی پبلک کا ایک ادر نہ لکھا ہوا قانون یہ ہے کہ جب ایک سفید آدمی اپنے سامنے ایک سیاہ آدمی کو آتا ہوا دیکھے تو فوراً زمین پر سجدہ دے کر تبعیت کرے۔ اور بعض شہروں میں تو سفید آدمی بازاروں میں غلاموں کے طریق پر فروخت کئے جاتے ہیں +

شمالی افریقہ پر اب پھر سنہ ۲۰۰۰ء میں ہزاروں سالوں کے بعد ایک مطلق العنان فرعون کا راج ہے۔ جو قدیم مصری تہذیب کو پھر سے زندہ کرنے پر آمادہ ہے۔ دس سال پہلے اس نے قہراؤ (پہلے قاہرہ) کے سارے باشندوں کو حکم دیا کہ وہ شہر خالی کر کے نیل کے کنارے پر اس کے لئے ایک چوتھا مخروطی ہرم تعمیر کریں۔ جو پہلے تین اہرام میں سب سے بڑے ہرم سے دس گنا زیادہ بڑا ہو + جدید ترین رپورٹوں کے مطابق ابھی تک اس ہرم پہ کام ہو رہا ہے۔ ان میں سے بیشتر لوگ سچے دین سے پھر کر اپنے آباؤ اجداد کے قدیمی پھن دار سانپ کی پرستش کے کلٹ کی طرف لوٹ رہے ہیں +

فلسطین میں انگریزوں اور امریکیوں کا بسایا ہوا اسرائیل کا ملک اب بھی ہے۔ مگر وہ ایک طاقتور اسلامی بلاک سے گھرا ہوا ہے + اس کے

باوجود اسرائیل مشرق وسطے میں صنعتی اعتبار سے شاید سب سے طاقتور ملک ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسرائیل حکومت کے سائنسٹوں کے پاس ن۔بمب کا راز موجود ہے + پہلے مسیحا کے بعد ان کے دو اور مسیحا آچکے ہیں اور وہ ان دونوں کو مصلوب کرکے اب چوتھے کے منتظر ہیں ان کا یہ یقین کہ وہ اپنے خدا (جس کو وہ جیہووا کہتے ہیں) کے چنے ہوئے اور برگزیدہ لوگ ہیں اور زیادہ بڑھ پکڑ گیا ہے۔ اور وہ بیرونی آدمیوں کے اپنی مقدس سرزمین پر قدم ٹکانے کے مطلق روادار نہیں۔ اڑتی ہوئی موٹر کار ان کی ایجاد کہی جاتی ہے۔ مگر یہ اس طرح ڈیزائن کی گئی ہے کہ یہ صرف اسرائیل کی مملکت کے حدود کے اندر ہی اڑتی ہے + یہ جیہووا کے اپنے چیدہ اور برگزیدہ بندوں کے لئے چیدہ اور برگزیدہ مشین ہے یہ برآمد نہیں کی جاتی۔ ان کا مذہب اس کی غالباً اجازت نہیں دیتا۔

پھر عرب کا ملک ہے۔ امریکہ کی تباہی کے بعد اینگلو عرب آئل کمپنی کے امریکن انجنیر امریکی سٹاف ایران کے کنبے یہیں آباد ہو گئے تھے۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔ اور نجدی حکومت نے ان کو خاص مراعات دیں + یہ امریکی فوراً ملک کو میکانائز کرنے لگ گئے۔ اب وہ اور ان کی اولاد نجد شام ریلوے لائن کو اپ ٹو ڈیٹ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک چھوٹی ہوائی جہاز کی سروس سلطان ابن السعود ایرویز کے نام سے بھی قائم کرلی ہے (سلطان ابن سعود ایک قسم کا عرب نپولین تھا وہ تیسری جنگ عظیم تک عرب پر کلی حکمراں رہا) + ایک چھوٹا اندرونی شہر ریالدہ اب

مستقبل کا ہالی وُوڈ بن رہا ہے۔ موجودہ پریذیڈنٹ انہی نومسلم امریکیوں میں سے ہے اور وہ حکومت کو کچھ کچھ امریکی کانسٹی ٹیوشن کے مطابق چلا رہا ہے۔ امریکی زبان اب عربی کے ساتھ ساتھ سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے اور امریکی بش شرٹ اب قومی لباس ہے۔ دارالخلافہ جدہ کے پانی کے فرنٹ پر پانچ بڑے سکائی سکریپر بن چکے ہیں جن میں سے ایک چالیس منزل اونچا ہے اگرچہ یہ دعوے کہ جدہ مستقبل کا نیویارک بننے والا ہے ابھی صرف دعوے کی منزل پر ہی ہے۔

لیکن دنیا میں لیڈر اس وقت جو ملک ہے وہ اسلامستان ہے پاکستان۔ ایران اور افغانستان کا یہ ٹھوس بلاک جس کی سرکاری زبان فارسی ہے اور جس کا فیڈرل دارالحکومت کراچی ہے۔ اسی مربع میل میں پھیلا ہوا اور چالیس لاکھ نفوس کا یہ خوبصورت شہر سوائے غالباً پیکنگ کے دنیا میں ایک ہی شہر ہے جس کی زمین دوز ریلوے کا سسٹم بالکل ساؤنڈ پروف اور آٹومیٹک ہے۔ اس شہر میں نیویارک جیسے بڑے اونچے سکائی سکریپر بھی ہیں اور پیرس جیسے چوڑے باغیچے اور بولوارڈ بھی۔ اگر فرانسیسیوں کی ثقافت اور جمہوری روایات کو کسی ملک نے ورثہ میں پایا ہے تو یہی ملک ہے ریپبلک کا صدر خلیفہ کہلاتا ہے جو زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے۔ مگر حقیقی طاقت لوگوں کے اپنے چنے ہوئے نمائندوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جو ہر پانچویں سال الیکٹ کئے جاتے ہیں۔

اسلامستان کا ہمسایہ ملک بھارت بڑی تیزی سے قرون وسطیٰ میں جا رہا ہے۔ مجھے ان لوگوں کے متعلق زیادہ حال معلوم نہیں۔ اور کوئی بھی جدید تاریخ کی کتاب طالب علم کو اس ملک کے تمدن اور حکومت کے متعلق جاننے میں مدد دے سکتی ہے + ان کے بارے میں یہ سنا جاتا ہے کہ وہ بندروں کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اور ان کی بعض ریاستوں میں یہ پاک بندر اس وقت پرائم منسٹری کے عہدہ پر فائز ہیں اور ان میں سے بیشتر (یہ دعویٰ کیا جاتا ہے) قدیمی شاستروں کے برہمنوں سے بہتر ودوان ثابت ہوئے ہیں۔

اب میں یوکنا پوٹا واھا پر آتا ہوں جس کا میں (ہز ایکسیلنسی پو پوہا لنہا چوکا مانیفو) پریزیڈنٹ ہوں۔ ہم ایک چھوٹا سا ملک تو ضرور ہیں مگر ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں میں اپنی جگہ لینا چاہتے ہیں + ہمارے لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ اور افسر لوگ ہیں اور ان کا مذہب کنفوشنزم ہے کنفوشش محض ایک دانا بوڑھا فلسفی تھا۔ نہ وہ دیوتا تھا اور نہ رسول اس کو ماننے والوں کا انداز اس کی طرف کچھ کچھ مربیانہ سا ہے۔ اور ان کے عقائد میں جنون کا شائبہ تک نہیں۔ کنفوشنزم ایک نہایت خوبصورت قسم کا مبہم اور غیر واضح مذہب ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم شاید اسی کمزوری کی وجہ سے دوسری قوموں سے کسی قدر زیادہ فراخ دل اور متحمل مزاج ہیں اور زیادہ سہل رفتار بھی (بعض لوگ کنفوشنزم سے پراگندہ دماغی کا مطلب لیتے ہیں۔ ان کا خیال غالباً یہ ہے کہ یہ لفظ انگریزی کنفیوژن

سے نکالا ہے جو درست نہیں۔ یہ البتہ ممکن ہو سکتا ہے کہ انگریزی کنفوشن، کنفوششش کی رعایت سے تراشا گیا ہو۔)

ماضنین کا ملک جس کے کابو کے دعوت نامے پر میں ظاہراً اس ملک کے لیڈروں سے ڈپلومیٹک تعلقات قائم کرنے کے لئے لیکن حقیقتاً ان کی مہمان نوازی کی آزمائش کرنے کے لئے وہاں گیا۔ اٹلانٹک کے براعظم کی ایک چھوٹی ریاست ہے۔ سو سال پہلے اس پر ہائیبر بوردوں کا راج تھا جن کا وطن ماضنین سے آٹھ ہزار میل پرے سمندر پار ہے (اٹلس دیکھو گھر میں رکھی ہوئی اٹلس۔ اس کتاب کے ساتھ میں اٹلس مہیا کرنے سے معذور ہوں۔) یہ ہائیبر بور کچھ عرصہ سے اپنی حکومت یا ماضنیوں سے دور رہنے پر راضی ہو رہے تھے اور دوسرے انکے اپنے ملک میں کوئلے کی کانوں میں مزدوروں کی سخت ضرورت تھی۔ بہرحال ایک صبح ماضنین کے باشندے اپنے قومی اخبار (شنترا با ٹائمز میں) یہ پڑھ کر دنگ رہ گئے کہ ان کے دیرینہ حکمران اور غمخوار پچھلی شام کو چپ چاپ ان کو اپنے حال پہ چھوڑ کر اسٹیمروں میں بیٹھ اپنے جزیرے کو سدھار گئے ہیں۔ وہ بہت خوش تھے کہ اب ان کی اپنی حکومت ہو گی اور جب افضل تر کابو ان کے لیڈر نے جو ایک دولتمند معزز پنساری تھا۔ اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ وہ اپنی پنساری کی بزنس کے ساتھ ساتھ ان پر حکومت بھی کرے گا تو وہ فرط مسرت سے دیوانے ہو گئے ان کا مذہب 'مینٹھو ازم' ہے ——— نو سروں والے دیوتا مینٹھو

کی پرستش + میں یہاں اس پیش لفظ میں اس اور دوسرے متعلقہ مسائل پر زیادہ نہیں لکھوں گا۔ کیونکہ اپنی رپورٹ میں میں نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے +

میں اگست ۲۰۱۵ء کی صبح کو لیوکنا یوٹاواھا کے دارالخلافہ چوہنتی کے راکٹ ڈروم سے اپنے ملٹری سکریٹری سارجنٹ بزفر کی معیت میں فائر کیا گیا اور چار منٹ کے اندر اندر مشترا باد ماضنین دارالخلافہ کے اڈے کے وصول کرنے والے آلے میں وصول ہوا۔ میرا سر اس ہزاروں میل کے سفر سے زوں زوں، لٹو کی طرح گھوم رہا تھا۔ ....

دوسرا باب

جس میں مسٹر پوپو کی ماضنین کے دارالخلافہ شترابا میں حیرت انگیز آؤ بھگت کا ذکر ہے

میرے کانوں میں بیگ پائپوں کی سہانی آواز آئی اور دس ہزار حلق اپنی پوری طاقت سے چلائے " صدر جمہوریت یوکنا بوتا داھا زندہ باد، مسٹر پوپو زندہ باد . . . + اسی وقت استقبالیہ توپوں سے مجھے سلامی دی گئی (سارجنٹ پترفر نے کل تیس فائر گنے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماضنینی ہمیں کم از کم میرے درجہ کی طاقت تسلیم کرنے پر تیار تھے + چیف آف نیگاور جو مجھ سے پچیس دن بعد شترابا میں آیا صرف پچیس توپیں داغی گئیں جن کے بعد وہ اسوقت تک زندہ رہا جب تک کہ بھورا راجہ شیر نے اس کو کھا نہیں لیا) مجھے کچھ دھندلا سا احساس ہے کہ میرے استقبال کرنے والوں میں کئی بڑے موٹے اور کئی بے حد پتلے، کئی بڑے اونچے اور کئی بے حد ٹھگنے ماضنینی تھے . اور ان سب نے میرا ہاتھ پکڑ کر اس کو دبوچنے کی پوری کوشش کی . یوکنا پونلوا ھا (میں پڑھنے والے کی

پھر یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ میں اس اسٹیٹ کا صدر رہوں) میں سلام کا مروج طریقہ ناک رگڑنا ہے، ہاتھ ملانا نہیں۔ اور اسی لئے میں حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے ناک کے بانسہ پر پیتل کی ایک پتری چڑھا کر آیا تھا۔ یہاں آکر یہ پتہ چلا کہ ماضینیتی ؛ ابھی تک غیر مہذب قوموں کی طرح ہاتھ ملاتے ہیں...... قومی خودداری اور حب الوطنی نے للکارا "پوپو! اخلاقی جرأت سے کام لو۔ اور ان بزرگوار ہتھیلیوں سے یوکنا پوٹاداہا کے رواج کے مطابق ناک سے ناک رگڑ دو"! مگر پھر پرافٹ کنفوشش کا وہ دانشمندانہ مقولہ ذہن میں آیا کہ "باورچی خانہ میں دہی کرنا عقل مندی ہے جو باورچی کر رہا ہو" چار و ناچار مجھے اپنا دایاں ہاتھ ان مختلف ہاتھوں کے رحم و کرم کے حوالے کر دینا پڑا اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ دنیا کی پُر درد ترین کہانیوں میں سے ہے۔

بڑا کابو۔ چھوٹا کابو۔ اس سے چھوٹا کابو۔ وزرا۔ اور بحری و بری فوج کے کمانڈر۔ میرے سواگت کے لئے .... اپنے اپنے عہدوں کے مطابق ایک لائن میں کھڑے ہوئے تھے۔ بڑے کابو نے جو قطبی ... کا بڑا بھائی معلوم ہوتا ہے مجھے دیکھ کر اپنے دانت نکالے جس طرح میں کوئی نئی قسم کی لذیذ پیسٹری ہوں اور میرا ہاتھ دبوچ کر چھوڑ دیا۔ اس نے میرا تعارف چھوٹے کابو سے کرایا جس نے اسی طرح میرا ہاتھ دبوچ کر چھوڑ دیا۔ میں اس وقت کچھ کچھ غیر حاضر دماغ تھا مجھے ایک لحظہ تک یہ خیال رہا کہ چھوٹے کابو نے میرا ہاتھ رکھ لیا ہے اور

یہ کہ اب میں اپنے دائیں ہاتھ کے بغیر ہوں۔ میں چھوٹے کابوسے اپنے دائیں ہاتھ کی واپسی کی درخواست کرنے ہی لگا تھا کہ بڑے کابوا ور چھوٹے کابونے میرا تعارف۔ اس۔ سے۔ چھوٹے۔ کابوسے کرایا جو ماضنین کا پریمیر تھا۔ ایک چھوٹا سا پرندہ نما معنک آدمی۔ بوشا نامی۔

پریمیر نے انگریزی میں کہا "خوش آمدید ٹو ماضنین" مجھے اس سے انگریزی زبان سنکر حیرت ہوئی۔ کیونکہ یہ میرے لئے کسی پرنارے کو انگریزی یا اور کوئی انسانی زبان بولتے ہوئے سننے کا پہلا موقعہ تھا۔ وہ بھی میرا ہاتھ دبوچنا چاہتا تھا۔ اور میں نے اس بھول میں کہ میرا دایاں ہاتھ ابھی تک چھوٹے کابو کے پاس ہے اپنا بایاں ہاتھ اس کو پیش کر دیا میری اس حرکت کا مجھے بعد میں پتہ چلا۔ اس نے اپنی ہتک اور توہین پر محمول کیا۔ اور اس کے بعد گورنمنٹ ہاؤس میں میرے قیام کے دوران تک اس کا انداز میری طرف کچھ سرد مہرانہ اور بد اندیشانہ رہا۔ یا (میرا خیال ہے) . . . . جوں جوں میرا تعارف ہوتا جاتا متعارف لوگ لائن چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جاتے اور یک زبان ہو کر سب اپنے ہاتھ دبوچنے والے کے سامنے پیش کرتے + راکٹ ڈروم کے اردگرد کئی ہزار ماضنینی ہاتھوں میں ماضنین اور ریوکنا پوٹا واہا کے قومی جھنڈے اکٹھے اٹھائے زور زور سے چیخ چیخ کر اپنے پھیپھڑوں کو پھاڑنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ ماضنین کا ہنہناتے ہوئے سینگ دار گھوڑے کے نشان کا جھنڈا ہمارے سنہری اور سرخ بے دم بچھو کے

نشان دار جھنڈے کے سامنے کتنا پھیکا اور بے ہودہ سا لگ رہا تھا!..

"مسٹر ٹوٹو فا النہار نوکا ینغو" وہ نعرے لگا رہے تھے مجھے اپنے نام سے ایک گونہ پیار ہے۔ اور جب میرے نام سے بے تکلفی برتی جاتی ہے تو مجھے صدمہ ہوتا ہے۔ مجھے اپنے نام کو یہ بگاڑنا بہت برا لگا۔ اگر تمہارا نام تیمو ہوا اور تمہیں کوئی لیموں سمجھے تو تمہیں بتاؤ تمہارے اس آدمی کے متعلق کیا جذبات ہوں گے؟ اس وقت میں اس بارے میں بے بس تھا لیکن یوکنا پوٹا وا ہامیں واپس جانے کے ایک سال بعد ایک سال بعد کیوں؟ یہ آگے معلوم ہوگا۔ میں نے ماضیین کی حکومت کو جو احتجاج کا سخت نوٹ لکھا اس میں دوسری باتوں کے علاوہ اس بات پر بھی احتجاج کیا کہ میرا نام وہاں دانستہ بگاڑا گیا اور توڑ مروڑ کر اچھالا گیا۔

حالانکہ وہ اس قدر سادہ اور چھوٹا سا ہے کہ ایک چار سالہ بچہ کی زبان پر بھی فوراً چڑھ جاتا ہے۔ (ڈاکٹر تخاوچو کا نیٹ نیم نے اپنی کتاب "سچ کی فتح" میں پورے کا پورا دیا ہے)...... اس ساری آؤ بھگت کے وقت میں بالکل بوکھلایا ہوا تھا۔ اور اگر تم مجھ سے پوچھتے کہ آیا میں اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہوں یا اپنے سر پر تو مجھے جواب کے لئے سوچنا پڑتا۔ اس سارے عرصہ میں میں نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنے کی پوری کوشش کی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر میرے چہرے کے اعصاب اب مستقل طور پر اس طرح کھنچ گئے ہیں کہ وہ مسکراہٹ میرے نقوش کا ایک حصہ ہو چکی ہے۔ مسکراتا ہوا پوپو کا نام مجھے یوکنا پوٹا وا ہاؤں نے میرے ماضیین کے مشن کے بعد ہی دیا ہے

ہاتھ دبوچنے کی رسم، کے بعد مافنین کی بحری فوج کے گارڈ آف آنر کا مجھے معائنہ کرایا گیا (کم از کم مجھے بعد میں یہی بتایا گیا کہ میں نے یہ کیا ہے) در اصل میں اس وقت اپنے کتے فگارد کے متعلق سوچ رہا تھا وہ میرے بغیر کتنا اداس اور تنہا ہوگا؟ میری بیوی شاشو کی پچھلے سال وفات کے بعد یہ فگارد پہلے پہل میری زندگی میں آیا تھا۔ اور اگرچہ میری طرف سے اس کے لاد خل کے خلاف ایک مزاحمت تھی۔ مگر اس کے میرے قدموں میں بیٹھکر اپنی غمگین بڑی آنکھوں سے مجھے خاموش دیکھنے کے انداز میں ایک ایسی چیز تھی کہ میں نے رفتہ رفتہ ہتھیار ڈالدیئے۔ میں اور فگارد ــــ آدمی اور بڑا، ادنیٰ سا کتا۔ ایسے ساتھی بن گئے جو ایک دوسرے کو سمجھتے اور ایک دوسرے کے لئے جیتے تھے۔۔۔ آہ فگارد!

گارڈ آف آنر کا معائنہ کرنے کے بعد دوسری چیز جو مجھے یاد ہے یہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو مافنینی لیڈروں کی معیت میں ایک اونچے پلیٹ فارم پر کھڑا پایا۔ لوگوں کا جوش اس قدر تھا جیسا کہ وہ اتنے سال محض مسٹر پوپو النہار چو کا مانیفو، کو دیکھنے کے لئے ہی جی رہے تھے۔ ہوا میں "بیگ پائپس" کی آواز سہانی تھی اور میں اس پر کچھ اس طرح لہرانے لگ گیا تھا جیسے سانپ سپیرے کی بین پر۔۔۔ اور توپیں ابھی اپنی تیسویں اور آخری فائر تک نہ پہنچی تھیں۔

"مسٹر پوپو زندہ باد۔ افضل ترکالو زندہ باد۔ بڑا کالو۔ زندہ باد۔

چھوٹا کا ابھی تک زندہ باد کے نعرے ہوا میں گونج رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ وزراء جو زندہ باد نہیں کہے گئے تھے مجمع کے دوسری طرف ایک سرسری برترانہ انداز میں دیکھ رہے تھے۔ اور ماس ہسٹریا کی اس نمائش پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ سے مسکرانے کی کوشش کر رہے تھے + اس طرح ایک تو وہ یہ ظاہر کر رہے تھے کہ ان کو ان زندہ بادوں بلکہ اس استقبال سے بھی چنداں مطلب نہیں دوسرے یہ کہ اگر خود ان کو زندہ باد کیا جائے تو ان کو ایک ہی احساس ہو — مجمع کے ہسٹریا پہ افسوس اور رحم کا احساس +

پریمیر بوشا کے خیالات اتنے نفسیاتی اور الجھے ہوئے نہ تھے + زندہ باد اس کے افسردہ دل کے لیے صد عزیز تھا اور ماضنینوں کا اسے اس طرح نظر انداز کر دینا اس کے سینے میں گویا ایک چاقو تھا + میں نے اسے اپنے چونچ نما منہ سے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ایک بھاری پہلوان قسم کے آدمی کے کان میں کچھ کہتے دیکھا۔ وہ اپنے سر کو جنبش دیتا ہوں کو ہلاتے دے رہا تھا جس کے بعد موٹا آدمی فوراً چبوترے سے نیچے اتر کر مجمع میں شامل ہو گیا + جب نعروں کی اگلی راؤنڈ پر چھوٹا کا زندہ باد کا ارتعاش ابھی فضا میں موجود تھا۔ وہی موٹا آدمی ایک موٹی ڈھٹائی سے اکو چیرتا ہوا چلایا۔ "پریمیر بوشا۔ وزیر اعظم ماضنین۔ شیر میر شسترابا!" مجمع میں کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ کسی نے زندہ باد نہیں کیا۔ دو تین آدمی ہنسے۔

چھوٹے کابو اور بڑے کابو کے چہروں پر اطمینان اور عظمت کے آثار نمایاں تھے۔ وہ پرمیر لوشا سے دل ہی دل میں جلتے اور نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ ان دونوں کو محض سلینٹ کے اہم کاغذات پر آخری دستخط کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا، اور ان پر جمہوریتوں کے صدروں کی کانسٹی ٹیوشنل پیٹینٹ واضح کرتے رہنے کا عادی تھا۔

..... ایک بھاری آواز مجمع کے اوپر گونج رہی تھی: "شترابا کے خوش قسمت باشندو!" بڑا کابو کہہ رہا تھا "یہ ہماری سعادت اور خوش بختی ہے کہ اعلیٰحضرت ہماشکل۔ ہٹلر ثانی ہز ایکسیلینسی لوپو" (اس نے میرا نام غلط لیا) "صدر جمہوریہ لوکنا پوٹاوا ہ۔ واہ۔ واہ۔" یہاں اس کو کھانسی لگ گئی) "واہ۔ ہ۔ ہ۔ نے ہمارے دارالسلطنت میں ورود مسعود فرمایا ہے۔ ہم ہز ایکسیلینسی کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے مینیگو! تو ہمارے دو ممالک کے درمیان رابطہ اتحاد قائم کر۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں آنے سے مہذب دنیا کی دو بڑی طاقتوں کے مابین ایک ایسا رشتہ قائم ہو رہا ہے جو اگر مینیگو نے چاہا تو کبھی نہ ٹوٹے گا......"

"کبھی نہ ٹوٹے گا" میرے خیال پھر کر سالوں پیچھے جیفنی کے سنہری کلسوں والے معبد میں لوٹ گئے۔ جہاں میں اور شاشوشومی ازدواجی رشتہ میں منسلک ہوئے تھے۔ اور راہب نے ایسے ہی الفاظ کہے تھے "رشتہ جو کبھی نہ ٹوٹے گا"۔ مجھے ایسا لگا جیسا کہ میں ایک بار پھر اپنی شادی

کی رسم میں شریک ہو رہا ہوں اور اس دفعہ پرکشش صبح شما شو کی بجائے میری زندگی کا ساتھی سامنے کھڑا ہوا قطبی ریچھ بن رہا ہے۔ کیا میں اٹھوں اور کہہ دوں کہ میں اب کسی سے نہ ٹوٹنے والے رشتے قائم کرنے پر رضامند نہیں۔ کہ مجھے اپنا اُونی بدصورت فگار دو۔ بڑے کابو سے کہیں زیادہ پسند ہے۔

بڑے کابو کی تقریر کے بعد بیٹے کابو نے یہ صحیح درخواست کی کہ میں مجمع سے چند الفاظ کہوں + میں انگریزی جانتا تھا مگر میں نے یوکنلہا ماٹاواھوی۔ زبان میں بولنے کو ترجیح دی۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اس کا ایک لفظ نہیں سمجھتا تھا اور میں جو کچھ چاہتا کہہ سکتا تھا میں نے ان کو بتایا کہ میں ماضنین میں پہنچ کر بے حد خوش ہوا ہوں اور یہ کہ میں ان کے حلقوں اور پھیپھڑوں کے متعلق اونچی رائے رکھتا ہوں۔ میں نے ان کو بتایا کہ یوکنا پوٹا وا سے یہاں تک راکٹ کا چار منٹ کا سفر بے حد دلچسپ اور خوشگوار تھا اور سارجنٹ بزفر کے میرے پیٹ میں ایک دو بار سر مارنے کے باوجود رستہ میں ہمیں کوئی زیادہ بے آرامی نہیں ہوئی میں نے ان سے مینیٹو کی خیریت پوچھی اور یہ سوال کیا کہ "کیا تم یہ نہیں یقین کرتے کہ اب تم پر مینیٹو کا غضب نازل ہونا چاہیئے ؟"

مینیٹو کے نام پر فضا "مینیٹو زندہ باد۔ یا مینیٹو۔ یا مینیٹو" سے گونج اٹھی + موٹا پہلوان نما آدمی اپنی موٹی مٹھی سے ہوا کو چیرتے ہوئے چلایا "پریمیر بوشا وزیر اعظم ماضنین !"

مجمع یک زبان ہو کر چلایا "پکڑ لو، پکڑ لو!" + مجمع میں کھلبلی سی مچ گئی + اور بہت سے لوگ ایک چھوٹے پرندہ نما آدمی کا تعاقب کر رہے تھے۔ جو ایک ہاتھ میں جوتیاں اور دوسرے میں چاندی کے خول کی عینک اٹھائے لوگوں کے اوپر سے کودتا پھلانگتا سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ وہ پکڑا گیا۔ مگر پکڑے جانے پر معلوم ہوا کہ چاندی کا خول اس کا اپنا تھا اور جوتیاں بھی اسی کی تھیں اور یہ کہ وہ پریمیئر لوشا نہیں تھا بلکہ اس کا چھوٹا بھائی تھا جس کی گلنا راسٹریٹ میں حجامت کی دکان تھی + یہ دریافت کئے جانے پر کہ وہ اس طرح آخر بھاگا کیوں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میرا پرائیویٹ معاملہ ہے۔ اور ماضنین جمہوریت میں ہر ایک شخص کو قول و فعل کی مکمل آزادی ہے۔

میں نے یہ سب باتیں کیسے نوٹ کیں؟ اسکی وجہ ہے کہ میں خود عوام میں سے ابھرا ہوا ہوں۔ اور متوسط الحال والدین کا بیٹا ہوں والد مرحوم چیفنتی کے مشہور موچیوں میں سے تھے اور انہوں نے مجھے یہ ہنر بھی سکھایا تھا۔ اب اگر میں خدانخواستہ کل پریزیڈنٹی کے عہدے سے نکال دیا جاؤں تو پھر بھی اپنی روزی خود کما کھانے کا اہل ہوں) میں اپنے آپ کو عوام سے اونچا 'یا' الگ نہیں سمجھتا ..... اس کھلبلی کا یہ اثر ہوا کہ پیشتر اس کے کہ مجھے ماضنین عوام کے انضباط کے متعلق کچھ اور انکشافات ہوں اور زیادہ ماضنینی میلا کپڑا برسر بازار دھویا جائے مجھے جلدی سے ایک سن ۱۹۶۰ء کے ماڈل کی تیتری نما سوڈی میکر میں

دھکیل دیا گیا + ماضنین میں سوائے کالیوؤں - وزراء اور آنریبل الیف ایل بٹاخا ایڈیٹر شتر اباٹائمز کے کوئی اور شخص قانونی طور پر موٹر استعمال نہیں کر سکتا + کیونکہ ماضنین دستور کے لحاظ سے مستقبل کی بجائے ماضی کی طرف بڑھ رہا ہے - اب جبکہ ساری دنیا میں ۱۹۸۲ء ہے ماضنین میں سنہ ۱۸۰۱ء ہے اور ماضنیوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ماضی کی طرف بڑھنا یا ہٹنا ممکن ہے ..... اب جلوس روانہ ہوا جلوس کا جنرل پلین یہ تھا۔

نمبر ۱ - نفیریاں بجانے والے نمبر ۲ - بحری فوج کا دستہ - نمبر ۳ - بری فوج کا دستہ - نمبر ۴ - فضائی فوج کا دستہ - نمبر ۵ ہماری سٹوڈی بیکر جس میں پچھلی سیٹ میں میرا ملٹری سیکرٹری سارجنٹ بزنز اور بڑا کالیو تھے - نمبر ۶ - ماضنین کے ۶ بہترین پہلوان - لنگوٹے کسے اور ہاتھوں میں گرز اٹھائے - ہتھیشہ پہلوان - گھوگھا پہلوان - گونگا پہلوان اور ملا بکری پہلوان پاپیادہ - اور رانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے نمبر ۷ - پریمیر بوشا کی شورلٹ سنہ ۱۹۰۴ء ماڈل کی جس کو حرکت میں لانے کے لئے آگے دو بے مہار شتر استعمال کئے گئے تھے - نمبر ۸ - قدیم گھوڑا گاڑیوں میں زیورات سے لدی پھندی اور اطلس و کمخواب کے کپڑوں میں ملبوس چند ماضنین کی ماہرویان -

باقی تو جلوس کی پلین قابل فہم تھی مگر نمبر ۶ کی ضرورت میری سمجھ

میں نہ آئی۔ پہلے تو مجھے کھٹکا لگا کہ ماضیوں کی فیاضانہ مہمان نوازی کے
کسی قاعدے کے مطابق کہیں یہ حسین اور لطیف لوگ میرے حرم میں
نہ دیئے جا رہے ہوں۔ (میرا یہ ڈر بے بنیاد نکلا) مجھے چند سال سے
عورت قریباً کھو چکی ہے۔ اور اگرچہ میں جانتا ہوں کہ عورتیں غالباً
بے ضرر مخلوق ہیں۔ لیکن میں پھر بھی ان سے بے حد خائف رہتا
ہوں۔ چھوٹی شما شو کی وفات کے بعد مجھے زندگی کے اس شعبہ
سے بالکل دلچسپی نہیں رہی۔ اور اگرچہ اب بھی یوگنڈا والے ہائیں
سالانہ بیوٹی پریڈ پر مجھے جج منتخب کیا جاتا ہے اور مجھے حسن کا ایک
بہترین مبصر سمجھا جاتا ہے۔ خوبصورت سے خوبصورت نسوانی
ٹانگیں، سڈول سے سڈول نسوانی ران میرے عمیق تر جذبات
میں ہلچل مچانے سے قاصر ہیں۔ یہ شما شو کی موت کے غم کا
اثر ہے۔ اور کسی قدر اس جنسیت زدہ پروفیسر فرائیڈ کو پڑھنا پڑا
نتیجہ۔ بہر حال یہ ایک نازک مسئلہ ہے جس پر بحث بھی ہو جانے کا
احتمال ہے کیونکہ ڈاکٹر فرائیڈ میری ایک کمزوری ہے!

جلوس روانہ ہوا۔ سٹوڈی بیکر سیٹ میں گڑگڑائی اور پھٹپھٹائی
ہوئی اچھلنے والے مینڈک کی طرح پھدکنے لگی۔ تعجب کی بات یہ تھی
کہ یہ اب تک اس حرکت کی بھی اہل تھی۔ سڑک کے دو رویہ ایک
ایک بازو کے فاصلہ پر میری فوج کے نوجوان کھڑے تھے۔ بتوں کی
طرح ایٹ اٹینشن اور ساکت ---- میں نے ان کو گننا شروع

کر دیا۔ کیونکہ میرا قیاس تھا کہ ماضیین کی ساری بڑی طاقت آج اسی مقصد کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ اور ان کو شمار کر کے مجھے ماضیین کی فوجی طاقت کے متعلق صحیح اندازہ ہو جائے گا ۔ صلح یا اتحاد کے معاہدے ہوں یا نہوں۔ آنے والے مہمان کو کنفوشس کے قول کے مطابق اپنے میزبان کے گھر میں آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں اور یہ لوٹ رکھنی چاہیئے کہ وہ میزبان اپنی پلیٹیں اور چاندی اور سونے کے توڑے کونسی الماری میں رکھتا ہے۔ تاکہ بعد میں جب مہمان کو اس کی ضرورت ہو تو وہ میزبان کو بلا ضرورت تکلیف دیئے بغیر ان تک پہنچ سکے اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ معاشی غیر یقینی حالات میں ہمارے لئے اپنے دوستوں کی چیزوں پہ گہری اور عمیق نظر ڈالنا ضروری اور ناگزیر ہے اگر ہمیں آج اپنے دوست کے باؤلر ہیٹ یا ٹائی کی ضرورت نہیں تو ممکن ہے کہ کل آن پڑے۔

ہم شترآباد میں پوپوبالنہارجو کا مانیفو گیٹ، سے داخل ہوئے جو مقامی میونسپل کارپوریشن نے میرے اعزاز میں سارجنٹ بز فز کی خفیہ تحقیقات کے مطابق صرف پچھتر روبل بارہ سینٹ کی لاگت سے بنوایا تھا۔ مجھے یہ بالکل پسند نہیں آیا اور ایسا لگا جیسا مجھے بھگتایا گیا ہے۔ دیکھنے میں یہ گو کافی ٹھوس معلوم ہوتا تھا مگر تھا در اصل سارے کا سارا پتلی لکڑی کی تختیوں کا ڈھانچا جس پر سستے ٹین کے پترے لگا دیئے گئے تھے (پھر بھی شاید اس کساد بازاری کے زمانہ میں یہ غنیمت

تھا، پوپو گیٹ کے نیچے سے گزرتے وقت ہم پر اوپر سے پھول پھینکے گئے۔ جو غلط ٹائمنگ کی وجہ سے تقریباً بیشتر پیچھے ملا بگری پہلوان پر گرے۔

یہ ہے۔ فوفو... گیٹ" یرٹے کا بو نے پھر میرے نام کو ذبح کرتے ہوئے کہا۔ "یہ آپ کی آمد کی ہمیشہ یہاں مستقل یادگار رہے گا۔"

مگر جب تھوڑی دور آگے جا کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو "پوپو گیٹ" غائب تھا نہیں گیٹ تو تھا مگر اس کو سڑک کے بیچ میں سلا دیا گیا تھا اور اس پر رسّے چند اونٹوں سے باندھے جا رہے تھے۔ سارجنٹ ہمفری کی تحقیقات سے پتہ چلا کہ بعد میں یہی گیٹ آگے چل کر کہیں "افضل ترکا بو گیٹ" کے نام سے ملا۔ اور اس سے آگے یہی گیٹ "ہمیر بوشا گیٹ" تھا ہمارے قیام کے چھبیسویں روز جب چیف آف بگاؤ ہز ہائی نس ریچھ مار پھپھوندی ہمارا ٹھکانہ میں آیا تو اسی گیٹ کا اس سے پھپھوندی گیٹ کی حیثیت سے تعارف کرایا گیا۔

میں نے ایک دوکان میں ایک نوکدار ڈاڑھی والا آدمی دیکھا+ دو گھنٹے کے بعد شہر کے مختلف حصوں میں سے گذرتے وقت ایک دوکان میں بھی مجھے اسی آدمی کی جھلک پڑی!

"یہ یہاں بھی ہے" میں نے بڑے کابو سے پوچھا!

"کیا؟ یور اکسیلنسی؟" بڑا کابو میزبانہ خوش خلقی کی بہترین روایت میں چہکا۔

"یہ نوک دار ڈاڑھی والا آدمی تھوڑی دیر ہوئی میں نے اسے عطر بازار کی دوکان میں دیکھا تھا۔ اور اب وہ یہاں موجود ہے"

"مگر یور اکسیلنسی یہ عطر بازار ہی تو ہے"۔

"اور وہ پہلا بازار۔ وہ بھی عطر بازار تھا"؟

"ہاں عطر بازار میں سے ہم جلوس کو دوبارہ گذار رہے ہیں۔ کیونکہ یہ بازار ہمارے پاس ایسا ہے جس پر ہم سخت نازاں ہیں"۔

یہ عطر بازار کے وسط ہی میں تھا جب ہماری موٹر فیل ہو گئی، حالات فی الواقع نازک تھے اور بڑے کابو کا بھاری پیلا چہرہ جو تپسیا کے وقت مہاتما بدھ کے چہرہ کی طرح پرسکون تھا۔ پسینے سے شرابور ہونے لگا اس پسینہ سے اس کے دلی اضطراب کا پتہ لگتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد موٹر چلنے لگی۔ میں نے سمجھا کہ ٹھیک ہو گئی ہو گی لیکن بعد میں میں نے محسوس کیا کہ انجن کی پھٹا پھٹ اور دھڑکن ناپید تھی۔ سار جنٹ بز فرنے جو میرے بائیں پر بیٹھا تھا میرے چٹکی لیکر مجھے پیچھے دیکھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے سیٹ

پرسے ایک کر پیچھے دیکھا تو چاروں پہلوانوں ۔ بتیشہ۔ گھونگا۔ گونگا۔ اور ملا
بکری کو پیچھے سے موٹر کو دھکیلتے ہوئے پایا۔ انہوں نے یہ پتہ نہیں لگنے دیا
چاہا تھا کہ میری موٹر دھکیلی جا رہی ہے۔ اب میں ایک عوامی آدمی ہوں
سارجنٹ بزفر جانتا ہے کہ میں سب آدمیوں کو برابر سمجھتا ہوں۔ میں نے
اس وقت ایسی حرکت کی جو ڈپلومیٹک طریق سے کسی طرح جائز نہ تھی
اور جس نے میرے میزبانوں کو قدرے پریشانی اور الجھن میں ڈال دیا۔ یعنی میں بھی
سے نیچے سڑک پر چاروں پہلوانوں کے درمیان کود آیا اور ان کے ساتھ
مل کر موٹر دھکیلنے میں شامل ہو گیا۔ میں نے پہلوانوں سے اصرار کیا کہ
وہ موٹر میں بیٹھ جائیں۔ اب ہماری ان کو دھکیلنے کی باری ہے۔ اور میں نے
بڑے کابو اور چھوٹے کابو کو بھی نیچے اتر کر میری مدد کو آنے کی دعوت دی۔
وہ چاروں ناچار نیچے اترے اور مجھ سے التجا کرنے لگے کہ میں پھر موٹر میں
بیٹھ جاؤں۔ "نہیں نہیں" میں نے کہا "پہلوانوں کو موٹر میں چڑھانا ہوگا۔
اور اگر میں اور تم، بڑا کابو، چھوٹا کابو اس کو دھکیل کر اتنا فاصلہ
نہیں طے کر سکے جس قدر فاصلہ کہ انہوں نے طے کیا ہے تو میرے
ننھیال میں، ہمارے باپوں کو (اگر وہ زندہ ہیں) شرم کے مارے ڈوب مرنا
چاہیئے۔ آخر پہلوانوں کو ہم نے چڑھ بیٹھنے پر مجبور کیا۔ وہ پہلے ہی نیم
راضی تھے۔ وہ چاروں مل کر غالباً چار من (فی پہلوان) کی اوسط سے سولہ من
تھے۔ سارجنٹ بزفر لوکنا پوٹا دادھا کا سب سے موٹا آدمی ساڑھے تین
من تھا اور ان کے علاوہ ایک ڈرائیور تھا۔ ہم ان کو دھکیلتے ہوئے ایک فرلانگ

تک لے گئے۔ راستہ میں بڑے کا لو کا سانس پھول گیا اور وہ ٹانگوں پر ایک بڑی انسانی ڈھولکی سی لگنے لگا۔ اور ایسی علامات ظاہر ہوئیں جن سے ہمکو گمان ہونے لگا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔ اس کو اسی وقت پریمیر لوشا کی ٹسٹر کار میں ڈلوا کر ہسپتال کی طرف لیجایا گیا۔ اس کے بعد ہم جلد ہی بڑے کا لو کی قیام گاہ پر پہنچ گئے جسے یہاں گورنمنٹ ہاؤس کہا جاتا ہے۔

پریمیر لوشا نے گورنمنٹ ہاؤس کے پھاٹک کے ستون پر چڑھ کر مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آج کا جلوس ختم ہوا۔ آپ صاحبان اپنے گھر جائیے اور اگر ہفتہ کا راشن ابھی تک چل رہا ہے تو کھانا وغیرہ کھائیے۔ معزز مہمان بھی بھوکا معلوم ہوتا ہے۔ بڑے کا لو کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا ہے۔ وہ نہایت افسوس ناک ہے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے ـــ ورزش نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا... اور ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ وہ ابھی ہمیں داغ مفارقت نہیں دیں گے ..... صدر جمہوریہ یوگنا پوٹاداہا نے آج اپنے آپ کو ایک عوام کا آدمی اور ایک حقیقی سپورٹس مین ثابت کر دیا ہے۔ اور ہمارے پہلوانوں کو موٹریں آدھ میل تک دھکیل کر ان کی اور ان کے ذریعے ہمارے ملک کی جو قدر افزائی کی ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ جو اس موقعہ کے شایان شان تھی۔ آپ سب لوگ کل صبح آٹھ بجے اٹھتے ہی پھر یہیں کا رُخ کریں۔ کل ہم معزز مہمان کی ہمراہی میں افضل تر کا لو اعظم کی سمادھی پر جا کر

آنسو بہائیں گے۔ اور کل دفاتر وغیرہ بند رہیں گے۔ صدر جمہوریہ یوگنا پوٹاوالا زندہ باد۔ (زندہ باد مجمع چلایا)۔

موٹا آدمی گھونسے سے ہوا کو چیرتا ہوا چلایا "وزیر اعظم ماضنین۔ پریمیر بوشا جانے نہ دو"۔ مجمع چلایا۔

چھوٹا پرندہ نما آدمی پھر بھاگ رہا تھا۔ اس دفعہ اس کے ایک ہاتھ میں استرا تھا۔ اور دوسرے میں ایک نہایت اونچا ستواں ناک + مگر بعد میں سارجنٹ بزفز نے مجھے بتایا کہ استرا اور ناک دونوں اس کے اپنے تھے۔

رات کو گورنمنٹ ہاؤس کے دالان میں میرے اعزاز میں پرتکلف ڈنر دیا گیا۔ جس میں ماضنین کے مشہور اور بڑے بڑے لوگ مدعو تھے۔ جنس مخالف کے کئی نمائندے بھی وہاں موجود تھے۔ اور مجھے ان میں سے کئی ایک سے متعارف کرایا گیا۔ میں اپنی الجھن کو چھپانے کے لئے (جنس مخالف سے ارتباط سے میرے اعصاب پر ایک خاص قسم کا ناگوار اثر پڑتا ہے۔ اور میرے ڈاکٹر نے مجھے ان سے زیادہ گفتگو کرنے سے احتراز کرنے کی ہدایت کر رکھی ہے۔) بار بار اپنی نسوار کی ڈبی نکال کر نسوار ناک میں چڑھاتا تھا۔ اور چاروں طرف فراخدلی سے اپنی چھینکیں تقسیم کر رہا تھا +

مجھے یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ سارجنٹ بزفز جو ہمیشہ اپنی خاردار مونچھوں کی وجہ سے جھاڑیوں کی یاد دلاتا ہے۔ صنف مخالف میں بے حد مقبول ہو رہا تھا۔ اور میں نے اسے دور بجھی ہوئی بھڑکیلی حواؤں کے درمیان

بیٹھے اور شیخی بگھارتے ہوئے پایا۔ وہ ساتویں بہشت میں معلوم ہوتا تھا اور بار بار اپنی گھنی موچھوں کو تھپکتا تھا۔ جس طریق سے بز فز اپنی موچھوں کو تھپکتا ہے وہ صنف مخالف کو بالکل موہ لیتا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے اُن میں اس کی مقبولیت کا بڑا سبب یہی ہے — میرا تجربہ بھی یہی کہتا ہے کہ عورتیں اتنی خالی الذہن اور احمق ہوتی ہیں کہ ان کو جیتنے کے لئے اونچی فلاسفی، ادبی ذوق یا شاندار گفتگو اور یوسفانہ نقوش کوئی کام نہیں دیتے۔ ان کی کسی مرد کو پسند عموماً اس مرد کے موچھیں تھپکنے یا اسی قسم کی بے ہودہ سی عادت پر منحصر ہوتی ہے۔ میں یہ اس لئے نہیں لکھ رہا کہ مجھے سارجنٹ بز فز کی مقبولیت پر حسد یا رشک آتا ہے (سارجنٹ بز فز میرا پرسنل سکریٹری اور ذاتی دوست ہے اور موچھیں تھپکنے کے علاوہ اور بھی کئی زیادہ ٹھوس گن اس میں ہیں) ......

کھانا میز پر چنا گیا۔ میرے دائیں بائیں بڑے کابو اور چھوٹے کابو کی بیویاں تھیں — دو طاقتور اور بڑے پیمانہ پر بنی سنوری ہوئی عورتیں۔ اور تم سمجھ سکتے ہو کہ شروع سے ہی میں کتنا سہما ہوا ہونگا۔ باہر باغ میں ٹھنڈک تھی اور بجلی کے پنکھے بھنبھنا رہے تھے اس کے باوجود میں پسینہ میں شرابور ہو رہا تھا۔ کھانا بے حد پر تکلف تھا۔ اگرچہ ہمارے ملک کی چہیتی چیزیں — پہاڑی کوسے کے گھونسلے کے تنکوں کا شوربہ وغیرہ اس میں شامل نہ تھیں۔ میز چھری کانٹے سے لیس تھی۔ مگر ان کو شاید یہ کسی نے نہیں بتایا تھا کہ یوکنا پوٹاوا میں لوگ چاپ سٹکسوں سے

کھاتے ہیں۔

میں نے زور سے سارجنٹ بزفز سے جو سامنے بیٹھا تھا پوچھا۔ "کیا تم اپنے ساتھ چاپ سٹک نہیں لائے"؟

سارجنٹ بزفز کا حلق اور منہ روٹی اور بھنے ہوئے مرغ سے پر تھا۔ اس نے گویائی کو ناممکن پاکر نفی میں سر ہلایا اور میں اس کو اس کی اِس غفلت پر ناخوشگوار باتیں کہنے کے لئے مناسب الفاظ سوچ رہا تھا۔ کہ میرے میزبانوں نے میری مشکل بھانپ لی۔ ساری پارٹی میں بھگدڑ سی مچ گئی۔ "چاپ سٹک! چاپ سٹک؟" چھوٹے کالو نے تجویز پیش کی کہ شہر میں ایک چینی دندان ساز فون فنگ فان رہتا ہے۔ وہ غالباً چاپ سٹک سے چینی رسم کے مطابق کھانا کھاتا ہوگا اس سے فوراً اس کی چاپ سٹک منگوالی جائیں۔ اسی وقت آدمی وہاں دوڑائے گئے۔ اور اس وقت تک کہ وہ آئیں میں نے بڑے کالو کے صدارتی قلمدان کے دو ہاتھی دانت کے دستے والے قلموں سے چاپ سٹک کا کام لیا۔ (چینی فون فنگ فان کے چاپ سٹک نہیں ملے۔ کیونکہ اس نے ایک عرصہ سے چاپ سٹکوں سے کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اور پرانا جوڑا جو اس کے پاس پڑا تھا اس نے پچھلے سال اپنی دادی کی وفات کے بعد اس کے ساتھ دفن کردیا تھا) کھانے کے بعد میں نے ان دو ہاتھی دانت کے قلموں کو اپنی جیب میں لگا لیا تاکہ آیندہ میرے میزبانوں کو خواہ مخواہ پریشانی نہ ہو۔

ماضینین کے لوگوں کی اشتہائیں قابلِ رشک ہیں مگر کھانے میں انکے صدر بڑے کابو کو پچھاڑنا ممکن نہیں۔ اس ڈنر میں بھی اعزاز اُسی کے ہاتھ رہے۔ اس لئے ہر ایک کورس دو بارہ اور سہ بارہ منگوایا۔ اور میٹھی ڈش کوئی چار بار اور جب تقریباً سب کھانا کھا چکے۔ بڑے کابو کو ابھی اپنے چار کورسوں کو طے کرنا باقی تھا۔ اس کی اشتہا کے متعلق بڑے بڑے قصے مشہور ہیں۔ اور ماضینی اکثر ایک دوسرے کے ساتھ یہ کانا گوشی کرتے ہیں "کہ بڑے کابو کا صبح کا ناشتہ چوراسی بھنے ہوئے گردوں پر مشتمل ہوتا ہے"۔

اس ڈنر میں ایک ذرا ناخوشگوار حادثہ رونما ہوا جس کو اسوقت بالکل دبا دیا گیا تھا۔ ورنہ اس کے اثرات دونوں ملکوں کے تعلقات کے حق میں مہلک ہو سکتے تھے۔ سارجنٹ بزفر جسے اپنے آپ کو ہر ملک کے رسم و رواج میں ڈھال لینے کا اشتیاق رہتا ہے چھری کانٹے کے استعمال پر مصر رہا۔ بھنے ہوئے مرغ کے ٹکڑے کو کاٹتے وقت جو کچھ کچھ سخت تھا اس نے کانٹے سے گوشت کے ٹکڑے کو زور سے کھینچ رکھا تھا۔ اور چھری سے جو قدرے کند تھی گوشت کو کاٹنے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ وہ خود حیران تھا کہ یہ ہوا کیونکر۔ بہرحال جو واقعہ پیش آیا وہ یہ تھا۔ کہ گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اس کی پلیٹ سے اس طرح چھوٹا جس طرح غلہ غلیل سے۔ اور سامنے چھوٹے کابو کی بیوی کے منہ پر جا کر لگا۔ اگر چھوٹے کابو کے منہ پر بھی لگتا تو خیر ایسی زیادہ بری بات نہ تھی۔ آدمیوں میں سپورٹ

اور شوربری کا مادہ ہوتا ہے۔ جہاں تک ان کی ذات کا تعلق ہوتا ہے۔ مگر صنف مخالف کے معاملہ میں وہ یہ شورلری بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ چھوٹے کابو کا چہرہ کانوں تک سرخ ہوگیا۔ اس کی بڑی بیوی نے سارجنٹ بزفز کو قہر آلود قاتلانہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے اپنے پرسنل سکریٹری کی اس غلطی پر خفت میں اپنا منہ نیپ کن میں چھپانے کی کوشش کی۔ مگر وہ شخص جو سب سے زیادہ کم خفیف اور پشیمان تھا خود سارجنٹ بزفز تھا۔ وہ اپنی موچھوں کو تھپتھپاتا رہا۔ وہ ایک دلکش طریقے سے جھک کر لیڈی کابو سے معذرت چاہ رہا تھا۔ اور اتنی عجیب اور گرگٹ کی مانند یہ عورتیں ہوتی ہیں کہ لیڈی کابو کی قاتلانہ نگاہیں فوراً نرم اور سارجنٹ کے لئے ماتا کی محبت سے معمور ہوگئیں (ماتا کی محبت سے اس لئے کیونکہ وہ سارجنٹ سے کم از کم پندرہ سال بڑی تھی۔ اور اس عمر میں ایک عورت صرف اسی محبت کی اہل ہو سکتی ہے)

کھانے کے بعد میرا ٹوسٹ بھنگ اور سوڈے سے پیا گیا۔ اور رسمی اور جوشیلی تقریریں بھی کی گئیں مجھے کچھ کچھ نیند سی آرہی تھی۔ اور ان دو گوشت اور چربی کے اہرام کے درمیان میرا سانس کچھ کچھ گھٹ رہا تھا۔ میں اپنے آپ کو چوکنا اور ہوشیار رکھنے کے لئے بار بار اپنے جسم کی چٹکیاں لیتا تھا۔ ان تقریروں کے یہاں دینے سے کچھ مطلب حاصل نہ ہوگا وہ حسب معمول اسی قسم کی تقریریں تھیں جو ایک سیاسی لیڈر کے دوسرے اجنبی ملک میں وارد ہونے پر کی جاتی ہیں۔ اگلے چند بابوں میں ماضنین کی موجودہ کانسٹیٹیوشن، اس کے لیڈروں کی کارگزاریوں کا حال اور لوگوں کی معاشی اور سماجی حالت کے بارے میں اپنے تاثرات درج کروں گا۔

تیسرا باب

جوماضنین کے دستور اساسی اور حکومت پر تبصرہ ہے

ساٹھ سال پہلے جب افضل ترکابو اعظم نے اس مملکت کی داغ بیل ڈالی تو ماضنیوں نے ضرورت محسوس کی کہ ان کی ایک کانسٹی ٹیوشن ہونی چاہئے۔ چنانچہ ملک کے لیڈر مجلس دستور سازی پر کمر کس کے تیار ہو گئے۔ اسوقت ان کا خیال تھا کہ کم از کم پچاس سال تک وہ اس اہم کام کو انجام دے سکیں گے۔ اگرچہ یہ ان کی خوش فہمی تھی۔ بھلا دستور پچاس سال میں کبھی تیار ہو سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے تو صدیوں اور قرنوں کا عرصہ چاہئے افضل ترکابو اعظم کی وفات کے بعد ماضنیوں میں دو فرقے پیدا ہو گئے ایک تو مینو میں یقین کرتا تھا اور مندروں میں اس کی پرستش کرتا تھا۔ دوسرا فرقہ افضل ترکابو اعظم کو مینو پر ترجیح دیتا تھا۔ اس میں کلام نہیں کہ افضل ترکابو سیاسی اعتبار سے مینو پر اب بازی لے گیا تھا۔ جب ماضنین میں اس کے لیڈر کوئی ایکٹ یا آرڈر نافذ کرنا چاہتے تو اس کی مخالفت کو ختم کرنے کے لئے افضل ترکابو سے حوالہ دیتے۔ وہ باتیں بھی جو مرحوم لیڈر نے کبھی کہی تک نہ تھیں اس سے منسوب کی جانے لگیں اور حکومت ہمیشہ

اسی میں ہوئی۔ کیونکہ افضل تر کا بو نے ایسا ہی کرنے کی ہدایت کی تھی +
اس کی مثال سنہ ۱۹۶۰ء میں کھلی ہوا کے عاشقوں کی شورش سے واضح ہوتی ہے۔
جب ان کا مجمع "ہمیں روٹی دو" کا نعرہ لگاتا ہوا اس وقت کے وزیر اعظم
کے مکان پر پہنچا تو اس مدبّر نے اپنے مکان کے دروازے کے ستون پر چڑھ کر
مجمع کو شرم دلائی کہ وہ روٹی مانگ کر افضل تر کا بو کے بھوت کو دکھ پہنچا رہے ہیں؛
اور ان کو اس ننگ اور بھوک کی میراث پر قانع بلکہ نازاں ہونا چاہیئے۔ اور
اس وقت جبکہ مملکت اتنے نازک دور سے گذر رہی ہے۔ ایسے تقاضوں
سے لیڈروں کی ہمت سے حاصل کی ہوئی اور کمائی ہوئی نیند۔ وں میں خلل
نہیں ڈالنا چاہیئے۔" چنانچہ مجمع افضل تر کا بو زندہ باد۔ وزیر اعظم زندہ باد
کے نعرے لگاتا ہوا منتشر ہو گیا تھا۔

وزیر اعظم کی اوپر کی تقریر اور بعد کے لیڈروں کی تقریروں سے ایک اور
بات جو واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے ساٹھ سال سے ماضنین ایک نازک،
دور میں سے گذر رہا ہے۔ اگرچہ ان میں سے کوئی یہ نہیں بتاتا کہ یہ نزاکت کس
نوعیت کی ہے۔ اور کیا صورت حال ابدی ہے؟

سچی بات یہ ہے کہ جس وقت ماضنین کے لیڈروں نے دیکھا کہ وہ لوگوں
پر افضل تر کا بو، مینٹو، اور نازک دور سے حکومت کر سکتے ہیں تو انہوں نے
کسی دستور اساسی کے بنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی + گو لوگوں کی
اس امید کو پختہ کرنے کے لئے اس وقت کے چھوٹے کا بدلے مجلس میں
دستور کا دیباچہ بھی پیش کیا جس میں ان بڑے بڑے ارکان کا ذکر کیا گیا

جس پر ماضنین کے مستقبل کے دستور کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اس دیباچہ کے ایک صفحہ میں مینٹو کا نام پچیس دفعہ گنا گیا ہے اور دوسرے صفحہ پر دا افضل ترکالو کو چھبیس دفعہ یاد کیا گیا ہے۔ اب تک ماضنین کے کئی لوگ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ دیباچہ مینٹو اور افضل ترکالو کے بھوت نے مل کر لکھا ہے اور اس لئے یہ الہامی صحیفے کا درجہ رکھتا ہے۔ ماضنین کے کئی حکما اور اطبا نے ایقیم اور ہیرس کی عادت کے توڑ کے لئے اس دیباچے کو اپنے مریضوں کو استعمال کرایا ہے اور یہ ان دونوں کی حالتوں میں زیادہ بہتر موثر اور مسکن ثابت ہوا ہے۔

اس دیباچہ کی رو سے ماضنین کی مستقبل کی کانسٹی ٹیوشن کے بڑے ستون اور ارکان اس طرح معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ ماضنین میں سب آدمیوں کو برابر قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ مزدور ہوں۔ سڑکوں کے بھکاری ہوں۔ دفتروں کے کلرک ہوں۔ یا کروڑپتی ہوں۔ دستور کی رو سے سب برابر ہیں۔ اور مینٹو کی رو سے بھی وہ سب برابر ہیں۔ اس رکن کو اکثر کھلی ہوا میں رہنے والوں کو ذہن نشین کرایا جاتا ہے اور سنا گیا ہے کہ ان میں سے کئی یہ معلوم کرکے کہ وہ ایک کروڑپتی یا بڑے کالو کے برابر ہیں بے حد تسکین پاتے ہیں۔

دوسرا رکن یہ ہے کہ گو سب آدمی برابر ہیں چند چیدہ لوگ دوسروں سے زیادہ برابر ہیں۔ اس زمرے میں غالباً بڑا کالو اور چھوٹا کالو اور دوسرے مینٹو کے چہیتے چیلے شامل ہیں۔ اس رکن کی تشریح نہیں کی گئی۔

تیسرا رکن یہ ہے کہ ماضنین میں گفتار کردار۔ رفتار کی ہر طرح آزادی ہے۔ بشرطیکہ اس میں اوپر درج کئے ہوئے چندہ لوگوں اور ان کی کارگذاریوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔ یہ چندہ لوگ قدرتاً نازک طبع واقع ہوئے ہیں۔ اور ذرا سی چوٹ برداشت نہیں کر سکتے۔ مملکت کے وہ لوگ جوان کا دل دکھاتے ہیں فوراً حکومت کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ اور خاص مہمان خانوں میں مستقل طور پر رہائش پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کردار۔ گفتار کی مکمل آزادی جس قدر ماضنین میں ہے۔ شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں۔ اگر تمہارا گھر نہیں تو تم کھلی ہوا میں رہنے والوں میں شامل ہو کر سڑک کے عین وسط میں رہ سکتے ہو۔ تم کو اپنی بیوی کے ساتھ سونے کی بھی پوری اجازت ہے۔ اگر روٹی نہیں ملتی تو سڑک کے کنارے کوڑا کرکٹ میں سے جھوٹی غلاظت کھا سکنے کی آزادی تمہاری ہے۔ مگر سب سے بڑی آزادی فاقہ سے مرنے کی آزادی ہے۔ تمہارا دل چاہے تو ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جاؤ۔ دل چاہے تو کپڑے اتار کر ننگے ہو کر عطر بازار کی سیر کرو۔ (یہ نیوڈزم یا برہنگی کا کلٹ اب یہاں زوروں پر ہے اور نیوڈسٹوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔

چوتھے رکن میں ماضنیوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ یاد رکھیں کہ وہ دنیا کی چوتھی سب سے بڑی طاقت ہیں۔ اور یہ کہ سینٹو کے ماننے والے ممالک میں ان کا نمبر دوسرا ہے۔ چنانچہ ماضنیتی اس کو ہمیشہ وقت بے وقت دہراتے رہتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ماضنین کے لیڈر مینڈو ین اتنا ہی یقین رکھتے ہیں جتنا وہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ میرے خیال میں مینڈو کے نام کو سیاسی مصلحت پر رگیدا جاتا ہے۔ ورنہ چھوٹا کابو اور وزیر اعظم ستا ذونادرہی مندر میں جاتے ہیں +

مینڈو کے بت کے سات چہرے اور چودہ بازو دکھائے جاتے ہیں۔ ایک چہرہ ایک خونخوار غصہ والے شیر کا ہے۔ دوسرا ایک معصوم شوخ بچے کا۔ تیسرا ایک شقی القلب بوڑھے کا ہے۔ جو گویا لوگوں کو ہنستے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا۔ چوتھا ایک مکار لومڑی کا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری مختلف صفات مینڈو کی طرف منسوب کیجاتی ہیں ماضنین میں بیشتر سمجھدار لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ مینڈو محض ایک بت ہے اور ایک بزرگی جو ان کے مورثوں کی جہالت اور خوف کی پیدا وار ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ کھلم کھلا کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ ماضنین کے عوام کے لئے یہ "ہلوگی" ایک حقیقی "ہوگی" ہے۔ اور ان کی عقیدت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب موقع ملتا ہے وہ اس بت پر غیر مینڈیوں کو بھینٹ چڑھاتے ہیں + غیر مینڈوؤں کو پکڑ کر اس بت کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اور ایک راہب کھڑا ہو کر اس بت سے خطاب کرتا ہے "تیرے نام پر اے مینڈو! ہم ان تیرے وجود سے انکار کرنے والوں کے کان کاٹتے ہیں۔ اور کان کاٹنے کے بعد راہب اسی تقریر میں ایک ایک عضو کا نام لیتا جاتا ہے اور جس جس عضو کا نام لیا جائے وہ کاٹ دیا جاتا ہے

ماضینوں کو یقین ہے کہ ان کی روزانہ زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ مینٹو کی منشا کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لیے بڑا بڑا نا بے فائدہ ہے میرا خیال ہے کہ یہ لوگ حقیقتاً مینٹو سے زیادہ خائف نہیں۔ اور نہ ہی اس کی پرواہ کرتے ہیں۔ مگر انہوں نے دیکھ لیا ہے کہ ان کو طاقت کے گھوڑے پر بٹھائے رکھنے اور ان کی ہر حرکت اور عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لیے مینٹو کا نام جادو ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے۔ افضل ترکا بو قومی اور سیاسی زندگی میں اب مینٹو سے زیادہ موثر ہو چکا ہے اس کی سمادھی سترا راستہ چند میل پرے ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنائی گئی ہے۔ اوپر منقش چھت سے سمادھی کے اندر ڈوروں سے اس کی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں لٹکائی گئی ہیں۔ اس کی عینک اس کے مصنوعی دانت۔ اس کا گلوبند اور اس کا انڈرویئر وغیرہ۔ تمام زائرین وہاں جا کر ان چیزوں کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ وہ منتیں چڑھاتے ہیں اور اولاد کے لیے التجا کرتے ہیں۔ ایک گروہ تو یہاں تک یقین کرتا ہے کہ اگر افضل ترکا بو نہ ہوتا تو مینٹو بھی نہ ہوتا اور سارجنٹ بزنر کی تحقیقات سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس نئے کلٹ کے مؤیدان آخری سالوں میں کافی بڑھ گئے ہیں۔ ماضینوں کے وزرا بھی ہر صبح دفاتر وغیرہ جانے سے پہلے یہاں ایک دفعہ آ کر پھول چڑھاتے اور ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اپنی نیکی اور پارسائی پر دل ہی دل میں مبارکباد دیتے ہیں۔ عوام بھی جب اپنے وزرا ر

کی قابلیتوں اور خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی افضل ترکا بو کی سمادھی پر حاضریوں . . . . کی تعداد کو ان کی صفات کے موازنہ کے وقت بڑی اہم حیثیت دیتے ہیں۔ مثلاً اگر وزیر جہالت روزانہ دو دفعہ سمادھی پر جاتا ہے اور وزیر مالیات صرف ایک بار تو عوام کے نزدیک وزیر جہالت زیادہ قابل اور سراہنے کے لائق ہے۔ مگر یہاں بھی مجھے شک ہو چلا ہے کہ عوام میں زیادہ سمجھ دار اس اُلّو بنائے جانے کے مضحکہ خیز کھیل کی صفائیوں کو پانے لگے ہیں۔

ماضینیوں میں جو مجھے حیرت انگیز مقبولیت ہوئی۔ اس کی سب سے زیادہ وجہ میرا افضل ترکا بو کی سمادھی پر صحیح زائرانہ عقیدتمندی کا انداز تھا۔ اپنے آنے کے دوسرے روز ہی یہاں کی رسم کے مطابق مجھے افضل ترکا بو کی سمادھی پر لیجایا گیا۔ ان سب عقیدت مندیوں کی مجھ سے کوئی توقع نہیں رکھتا تھا۔ میرے لئے وہاں پھول چڑھانا ہی کافی تھا۔ مگر میں نے ادب کے طور سے گویا ماضینیوں کا دل ہی جیت لیا۔ اور باقی چوبیس دنوں میں جو میں نے گورنمنٹ ہاؤس میں گذارے ماضینیوں نے مجھ پر ثابت کر دیا کہ اپنے افضل ترکا بو اور اپنے سگے باپ کے بعد اگر انہیں کسی آدمی سے محبت اور عشق تھا تو وہ میں تھا۔ خصوصاً صنف مخالف کے نمایندے اس عشق کے اظہار میں پیش پیش تھے۔ اور ایک دفعہ اڈنگہ ٹرنگہ کے مقام پر چار پانچ عورتوں نے مجھے زبردستی چوم لیا۔ اور اگر سارجنٹ بز فرمداخلت نہ کرتا اور اپنی مونچھیں تھپتھپا کر

ان کا دھیان اپنی طرف نہ کر لیتا تو وہ مجھ سے ایسی حرکتیں کرانے میں کامیاب ہو جاتیں جن کی میں نے اپنی بیوی شماشو کی وفات کے بعد قسم کھا رکھی ہے یہاں کے لوگوں کی معاشی اور سماجی زندگی کے بارے میں سارجنٹ بزفر کی تحقیقات سے مجھ پر حقیقت کھلی۔ ورنہ مجھے تو وہی دکھایا جاتا تھا جو بڑے کابوا ور اس کے چیلے چانٹوں نے میرے لئے تیار کر رکھا تھا۔

عوام کا آدمی ہونے کی وجہ سے میں ہمیشہ جلوس اور بینڈ اور شاندار ضیافت کے پس پردہ تمام آدمیوں کے دل کی دھڑکن سننے کے لیے بے تاب رہتا۔ وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ کیسے جی رہے ہیں؟ یہ ضیافت جو میں اڑا رہا ہوں۔ یہ کتنے بھوکے آدمیوں کو کتنے ہفتوں تک فاقہ کرنے سے بچا سکتی ہے؟ عجیب سوال تم کہو گے؟ مگر میرے والدین سخت غربت میں رہتے تھے اور میں فاقوں کی تکالیف سے ناآشنا نہ تھا۔

شترابا میں اب تیس لاکھ آدمی بستے تھے۔ آدھے اونچے آسمان کو چھونے والوں میں رہتے تھے۔ تیس تیس منزلہ اونچے مکان۔ میں نے ایک دفعہ گورنمنٹ ہاؤس کے کلاک ٹاور سے نیچے اس شہر کے نظارہ کا فوٹو لیا تو مجھے یہ مکانات ان کے مکینوں کی طرح حقیر نظر آئے اسے شہر کے چیونٹوں کی طرح بلکہ خوفناک پھندوں کی طرح جو لپنے پھنسے ہوئے شکاروں کو کبھی بھی بچ کر نہ جانے دیں گے۔ انسانوں کی زندگیاں کتنی چھوٹی بے وقعت اور حقیر ہوتی ہیں۔ وہ رواج اور رسم کی بیڑیاں جو وہ خود اپنے ہاتھوں پہن لیتے ہیں وہ کبھی نہیں اترتیں۔ وہ جو ہے

دان میں پھنسے ہوئے چوہوں کی طرح جیتے اور مرتے ہیں +

یہ انسانوں کے ساتھ ہمیشہ ہر ایک بڑے شہر میں ہوتا ہے مگر گنجان آباد میں انسانوں کی بے فائدگی کا احساس زیادہ قوی ہوتا ہے۔ مجھے شک ہے کہ اس شہر میں ماضنین کے باشندوں کا دل اصلی انسانی ہمدردی کے دودھ سے خالی ہے۔ یہ کہ وہ صبح سے شام تمباکو اور چائے کی مدد سے اپنے ضمیر کو گھوسٹتے رہتے ہیں۔ یہ کہ ان کے ضمیر اتنے پتھریلے اور سنگلاخ ہیں جتنے وہ مکان جن میں وہ رہتے ہیں +

اور اس شہر میں کوئی حقیقی خوشی نہیں۔ سو میں سے ننانوے آدمی بے جان ہیں جس طرح کوئی خوفناک غم ان کو گھن کی طرح کھاتا جاتا ہو۔ اور نیچے سے زندگی کے سرچشموں کو خشک کر رہا ہو۔ بھوتوں کا شہر! خود بڑا کابو اور چھوٹا کابو جن کو اپنی عیاری پہ خوش ہونا چاہیئے تندرست معلوم نہیں ہوتے۔ بڑا کابو ایک ابل کی طرح پھولا ہوا ہے۔ اور چھوٹے کابو کے چہرہ پر خون کا ایک قطرہ نہیں۔ وزیر اعظم ان آدمیوں میں سے ہے جس کے لئے تیز ہوا ایک خطرہ ہے۔ اور وہ چھڑی کی طرح پتلا ہے۔ کم از کم ان لوگوں کو تو خوش اور تندرست ہونا چاہیئے۔ ماضنین کا مرض کیا ہے؟ وہ کیا روگ ہے جو اس ساری قوم کا روگ ہے +

یہ آسمان کو چھونے والوں میں رہنے والے کچھ آرام سے رہتے ہیں۔ کچھ تنگی سے۔ ان میں تین درجے ہیں۔ فارغ البال۔ متوسط الحال اور متوسط الحال تر۔ مگر ان کے علاوہ ایک اور کلاس بھی ہے جس کا میں نے پہلے

بھی ذکر کیا ہے۔ یہ کھلی ہوا کے عاشق ہیں۔ اس گروہ کے نمبر بیس لاکھ ہیں اور وہ کھلی ہوا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ شہر کی سڑکیں۔ چورا ہے۔ پل ان کے اپنے ہیں۔ کھلی ہوا سے ان کی محبت قابل تعریف ہے۔ اور ان لوگوں کی شعریت کی حس پہ دال۔ مگر جب وہ بارش اور سردی میں بھی وہیں پڑے رہتے ہیں۔ تو میرے خیال میں یہ قدرت کی چیزوں سے محبت کے جذبہ کو زیادہ دور لے جانا ہے۔ یہ لوگ بھوکے ہیں۔ اور دھاتما بدھ کے بھکشوؤں کی طرح زبردستی بھیک کا تقاضا کرتے ہیں۔ کئی ان میں سے نیوڈسسٹ اور نیچرلسٹ ہیں۔ بہت سے انسانوں کی صحبت پر مریل کتوں کی صحبت کو ترجیح دیتے ہیں۔

خدا جانے یہ لوگ آخر کیوں دوسرے شریف شہریوں کی زندگی کے درپئے آزار ہیں۔ کپڑے وغیرہ کیوں نہیں پہنتے۔ روٹی نہیں ملتی تو کیک کیوں نہیں کھاتے۔ بھیک مانگتے ان کو شرم نہیں آتی۔ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتے۔ شہر کے وسط میں جو بڑا جوہڑ ہے۔ اس میں ڈوب کیوں نہیں مرتے۔

حکومت فی الواقع ان لوگوں کو ماضینین کے چہرے پر ایک دھبہ سمجھتی ہے۔ پہلے جب کھلی ہوا کے عاشقوں کی تعداد کم تھی۔ حکومت کا خیال تھا کہ وہ خود بخود بیماریوں اور سردی سے مینٹو کو پیارے ہو جائیں گے۔ مگر ۱۹۵۰ء میں ان کی تعداد اس خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے کہ وہ ایک سیاسی خطرہ بن رہے ہیں۔ سارجنٹ بزفر کی تحقیقات

سے مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ سنہ ۲۰ء میں اس وقت کے بڑے کابو نے محکمہ محبت کو ہدایات دیں کہ ان لوگوں کو روٹی میں زہریلی گولیاں ڈال کر کھلائی جائیں۔ اس سے پہلے حکومت شہر کے غلیظ کتوں کو ختم کرنے کے لئے یہی تدبیر اختیار کر چکی تھی۔ اور اسی کامیابی نے حکومت کو یہ مفید طریقہ سجھایا تھا +

مگر کھلی ہوا کے عاشق چالاک ثابت ہوئے۔ انہوں نے زہریلی روٹیاں کھانے سے انکار کر دیا۔ اور آخر ان کی بغاوت نے خطرناک صورت اختیار کر لی جس کو بصد وقت چند مندر کے راہبوں اور منتریوں نے مینٹو اور اقفلن تز کابو کا واسطہ دے کر فرو کیا۔ شورش کرنے والوں کو یہ بتایا گیا کہ موجودہ حکومت کے خلاف آواز اٹھانا بلکہ روٹی تک کا تقاضا کرنا مینٹو، سے انحراف کرنا ہے۔ اور مینٹو سخت جابر، سخت منتقم المزاج ہے +

بزفر نے مجھے بتایا ہے کہ شہر کے بعض شوقین امیرزادوں نے شام کے وقت تفریح کے لئے ایک نئی دل لگی ایجاد کر رکھی تھی۔ وہ شام کے وقت وسطی چوبترہ پر جہاں بے شمار کھلی ہوا کے عاشق بیٹھتے تھے۔ بگھیوں میں جاتے اور ان کو دکھا دکھا کر روٹی کے ٹکڑے پھینکتے اور ان کا تماشا کرتے + کیا تم نے کبھی ایک ہڈی کے ٹکڑے پر کتوں کو گر کر لڑتے دیکھا ہے۔ وہی حالت اس وقت ان کھلی ہوا کے عاشقوں کی ہوتی۔ وہ روٹی کے لئے ایک دوسرے پر چھینا جھپٹی کرتے، ایک دوسرے

کے بال نوچتے۔ ایک دوسرے کو حیوانوں کی طرح دانتوں سے کاٹتے۔ امیر زادوں کے لئے یہ مشغلہ بیحد دل بہلانے والا سمجھا جاتا ہے۔

ماضنین ایک جمہوریت ہے۔ کم از کم جس وقت اس کے بانی افضل تر کابو اعظم نے اس کو ہائپر بوروں سے ورثہ میں پایا تھا اس وقت اس کا یہی ارادہ تھا کہ اس کو جمہوریت بنایا جائے۔ یہ اس کی زندگی میں ممکن نہ تھا۔ کیونکہ افضل تر کابو اپنے جیتے جی ذرہ بھر طاقت لوگوں کو دینے کے لئے تیار نہ تھا + اس کے بعد جب بڑے کابو کے ہاتھ میں حکومت کی باگ آئی۔ وہ بھی جمہوریت کا شیدائی تھا لیکن وقت کی نزاکت کے مدنظر اس نے بھی لوگوں کو حکومت میں شریک کرنے سے احتیاط برتی۔ لوگوں کو البتہ اخباروں اور محکمہ دروغ بیانی کے ذریعہ یہ بار بار جتایا گیا کہ ماضنین ایک جمہوریت ہے۔ یہاں تک کہ وہ فی الواقع اس میں یقین کرنے لگ گئے بڑا کابو اور چھوٹا کابو اور وزیر دروغ بیانی اکثر تخلیہ میں لوگوں کی سادہ لوحی پر ہنسا کرتے اور اس کو ایک پر لطف مذاق سمجھتے اور ایک دوسرے کی پیٹھیں ٹھونکتے۔

اگر تم ایک بہت بڑے جھوٹ کا بار بار اعادہ کرتے رہو تو لوگ اس میں یقین لے آتے ہیں + گوئبلز نے ان کو یہ سکھایا تھا۔

افضل تر کابو کی وفات کے وقت تک صرف ایک سیاسی پارٹی تھی۔ اس کا نام سفید پارٹی تھا۔ دوسری کوئی سیاسی جماعت برداشت نہ کی جا سکتی تھی۔ سفید پارٹی حکومت کی پارٹی تھی اس پارٹی کا سرپرست

خود منٹو تھا۔ اور اس کی مخالفت کرنا گویا خود منٹو کی توہین کے مصداق تھا اسوقت چند جماعتیں اور بھی تھیں مثلاً ارٹنگ برٹنگ کی ہری پارٹی اس کے ممبروں نے دال گلتی نہ دیکھکر اپنی وردیاں تانگہ ڈرایوروں کو دیدیں اور خود کو سفید بتانے لگے۔ افضل زرکا یو کی وفات کے بعد ایک اور سیاسی پارٹی وجود میں آئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ سفید پارٹی میں آپس میں اختلافات پڑجانے سے اس کی دو پارٹیاں بن گئیں۔ اس دوسری پارٹی کا نام سرخ جماعت تھا۔ کئی سال تک دونوں جماعتیں اشنبن کی سیاسیات پر حاوی رہیں۔ کبھی ایک کا زور ہوتا کبھی دوسری کا۔ مگر حقیقتاً ان دونوں میں کوئی خاص مثالی فرق نہ تھا شہر میں شہریوں کی دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک جو سُرخے کہلاتے تھے۔ اور دوسرے جو سفیدی اسی طرح بعض مصنف سرخ تھے اور بعض سفید پانچ سال گھوڑا گاڑی والے سرخ تھے اور موٹر ٹیکسی والے سفید۔ اور اس سے اگلے پانچ سال گھوڑا گاڑی والے سفید ہوگئے۔ اور موٹر ٹیکسی والے سرخ۔ عطر بازار میں سُرخوں اور سفیدوں میں لڑائی اور سَر پھٹول ہوجانا روزمرہ کا واقعہ تھا۔

سنہ ۱۹ء کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اسوقت کا بڑا کا لوجو سفید تھا۔ شسترابا کے گھوڑ دوڑ کے میدان میں گھوڑ دوڑ دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے ایک سرخی مائل رنگ کے گھوڑے کو آگے نکلتے ہوئے پایا تو اس سے نہ رہا گیا اور وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر چلانے لگا" اس سُرخے

پیچھے کردو۔"

ایک دوسرے کے خلاف اس تعصب کے باوجود ماضی میں قانونی طور سے دونوں پارٹیوں میں سے کسی ایک کے ممبر ہو سکتے تھے۔ بلکہ لازمی تھا کہ وہ ایک پارٹی سے ضرور متعلق ہوں۔ بعض ایسے بھی تھے جو دونوں جماعتوں کے ممبر تھے۔ وہ گرگٹ کہلاتے تھے اور ہر حالت میں محفوظ ہوتے تھے۔ اس قانون سے مستثنیٰ کھلی ہوا کے عاشق تھے۔ وہ کسی پارٹی کے ممبر نہ بن سکتے تھے۔ کیونکہ وہ شہری حقوق سے محروم تھے۔ اور نہ ہی الیکشنوں میں ووٹ دینے کے حقدار تھے۔ لیکن عرصہ سے انہوں نے حکومت میں دلچسپی لینا بھی چھوڑ دی تھی۔ سارجنٹ بز فرنے جب ان کا سیاسی علم جانچنے کے لئے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ "تمہارا صدر اسوقت کون ہے"۔ تو وہ بالکل بوکھلا گیا۔ اور سوچ سوچ کر کہنے لگا۔ "پچھلے سال تو مینلیٹو تھا۔ غالباً اس سال بھی وہی ہوگا۔ کیونکہ وہ فطرتاً دائمی ہے!"

حکومت ظاہرا اور دیباچے کی رو سے ملک کو پیچھے لیجانے کی مدعی ہے اس میں بڑے کا بو چھوٹے کا بو وزیر اعظم وغیرہ کی ایک سازش ہے جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ وہ ہر حالت میں طاقت اپنے ہاتھ میں رکھنے کے متمنی ہیں۔ اور ان کے خیال میں اس مقصد میں کامیابی کا موقعہ اس وقت زیادہ ہے جب ان کے محکوم جاہل اور وقت سے پیچھے ہوں۔ اس سازش کے پھیلانے میں مکڑی کے جال کے درمیان میں وزیر جہالت ہے۔

جو وزیر جھوٹ کے ساتھ کابینہ کی اہم ترین شخصیت ہے۔

ملک کے بعض نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے حکمران بوڑھے اور احمق لوگ ہیں جو میز کی کشتیوں کے دشمن ہوں تو ہوں مگر جن سے ملک کے مسائل پر نئی اور باغیانہ ایپروچ ممکن نہیں۔ وہ چوراسی گردے کھا سکتے ہیں۔ تین گھنٹے تک دھواں دھار تقریر کر سکتے ہیں۔ مگر آگ ان میں بجھ چکی ہے۔ میں نے پڑھنے والوں کو بڑے کابو جھوٹ کا بد۔ اور وزیر اعظم کی جھلکیں دی ہیں۔ باقی وزراء سے بھی میں ملا ہوں اور ان سے میری باتیں بھی ہوئی ہیں۔ اور میں اگلے صفحات میں اُن کے متعلق اپنے تاثرات پیش کروں گا۔

وزیر جھوٹ۔ اور ایف ایل پٹاخہ

وزیر جھوٹ ایک چھوٹا سا منحنی آدمی ہے۔ اور خرگوش اور چوہے کے میل کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے کان لمبے لمبے ہیں۔ اور اس کے چہرہ پر ایک مکارانہ لومڑیانہ سی نظر رہتی ہے۔ وہ ما صنفین کا گوئبلز ہے۔ اور کئی لحاظ سے کابینہ کا اہم ترین شخص + وہ ہمیشہ تاریک رنگ کے چشمے پہنے رہتا ہے۔ مگر ان کے علاوہ اس کے پاس کئی اور رنگ کے چشمے ہیں۔ پیلے ہرے۔ لال اور اس کا فیصلہ کہ وہ ایک خاص دن کون سے چشمے میں سے دنیا کو دیکھے، کابینہ کی پوری مجلس کرتی ہے۔ ویسے

اس کا کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ ماضنین کے بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں مگر حکمراں حلقوں میں یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ وزیر جھوٹ کی دونوں آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ وہ اندھا ہے۔

لیکن وہ مادر زاد اندھا نہیں ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جب وہ کالج میں پڑھتا تھا تو اس نے قوس و قزح پر ایک حسین ترین نظم لکھی تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ نظم لکھنے سے پہلے اس نے قوس و قزح کو ضرور دیکھا ہو گا + یا دیکھے بغیر کوئی قوس و قزح پر نظم لکھ سکتا ہے۔؟

اب اندھا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ مثلاً وہ کھلی ہوا کے عاشقوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور میرے ساتھ اپنی گفتگو کے دوران اس نے اس قسم کا ایک بھی اشارہ نہیں دیا جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ ان کی موجودگی سے آگاہ ہے + اس کے برعکس بڑا کا بوا اور چھوٹا کا بوا اور وزیر اعظم اس کو وہ چیزیں بتاتے رہتے ہیں جو اسے دیکھنی چاہئیں اور جو وہ سرکاری طور پر دیکھتا ہے + اس لئے اندھا ہونا اس کے لئے اتنی بڑی محرومی نہیں جتنا کہ اسے تصور کیا جا سکتا ہے اور دوسرے سولہ کابینہ کے ممبروں کے بہت تھوڑے اس کی اس نادیدنی سے واقف ہیں۔

وزیر جھوٹ ماضنین میں دودھ اور شہد کی نہریں دیکھتا ہے (اس کا ناشتہ دودھ کے گلاس اور ایک شہد لگے ہوئے ٹوسٹ پر مشتمل ہوتا ہے) وہ مینڈو اور افضل تر کا بو کے معاملہ پہ بے حد نازک مزاج واقع ہوا ہے۔ اور ان کے خلاف ذرہ بھر حرف کو غداری سمجھتا ہے + وہ اب روزانہ صبح

مندر میں جا کر مینٹو کے پجاریوں کے ساتھ کورس میں بھجن گاتا ہے (میرا
مطلب یہ ہے کہ اگر اس قسم کی رنگیتی ہوئی آواز کو گانا کہا جا سکتا ہے)
اس کو وہ اپنے اہم ترین فرائض میں سے سمجھتا ہے۔ اور مندر کے خاص
پجاریوں کے تتبع میں۔ اب اس نے اپنی سر اور ڈاڑھی مونچھ منڈوا
دی ہے۔ اس سے عوام میں وہ پہلے سے زیادہ مقبول اور ہر دلعزیز ہو گیا۔
اگرچہ وہ حقیقی طور پر کبھی عوام کے دلوں کو نہیں جیت سکا۔

مگر وزیر عبوث وہ بے پناہ اور خوفناک طاقت کبھی حاصل نہ کر سکتا
جو اس کو حاصل ہے۔ اگر اسے شتر ابا ٹائمز کے ایڈیٹر مسٹر ایف ایل پٹاخا کا
تعاون حاصل نہ ہوتا۔ ایف۔ ایل پٹاخا جاننے والے حلقے جانتے ہیں
اس مملکت میں سب سے زیادہ بارسوخ شخص ہے۔ وہ تخت کے پیچھے
اصلی ڈور کھینچنے والا ہے وہ شتر ابا ٹائمز کا ایڈیٹر ہونے کے علاوہ حکومت کا
آفیشل حیثیت ناصح بھی ہے اور کابینہ کو اس کی آئندہ پالیسی، سفیروں کی
تعیناتی وغیرہ پر اس کے مشورے ہمیشہ بلا چون و چرا قبول کرنے جاتے ہیں

ایف ایل پٹاخا اسم بامسمیٰ ہے۔ ایک چھوٹا سا گٹھے ہوئے جسم کا بوتا
آدمی وہ ایک انسانی ڈائنمو ہے۔ اور اپنے مشہور ایڈیٹوریل نیلے تھوتھے
میں بجھے قلم سے لکھتا ہے۔ اس کے ایڈیٹوریل مینٹو اور افضل ترکا بو
کی تعریف اور توصیف سے شروع ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد پہاڑی
چوہوں کے خلاف حد درجہ نفرت کے الفاظ پر ختم ہوتے ہیں۔ پہاڑی چوہے
ایک ہمسایہ مملکت پیٹ لینڈ کے باشندے ہیں جن سے ماضینیوں کے تعلقات

روز بروز بگڑتے جا رہے ہیں۔ یہ پہاڑی چوہے بھی دبے تو مینیٹو کو پوجتے ہیں۔ مگر ان کا مینیٹو عورت ذات ہے اور وہ اس کو مس مینیٹو کہتے ہیں۔ ایف۔ ایل پٹاخا کھلی ہوا کے عاشقوں کی بغاوت کو اکثر سخت الفاظ میں مطعون کرتا رہتا ہے اور وہ روٹیوں میں زہریلی گولیاں ڈال کر ان کو کھلانے کی تجویز بھی دراصل اسی کے دماغ کی اختراع بتائی جاتی ہے +

وزیر جھوٹ اور پٹاخا کے اشتراک کا دیہ اشتراک صرف پالیسی ہی ہے) اور اس حد تک جہاں تک یہ دونوں آدمیوں کے ذاتی مفاد کیلئے ممد ہے) یہ نتیجہ ہوا ہے) کہ عوام اب اس بات کے جاننے کے لئے اتنے بے تاب نہیں رہے کہ ماضنین کے اندر کیا ہو رہا ہے جتنے اس بات کے کہ ماضنین کے باہر کیا ہو رہا ہے۔ شتر ایا ٹائمز کے اداریوں کی وجہ سے پہاڑی چوہوں کے خلاف ان کا صفرا ہمیشہ ابلتا رہتا ہے اور وہ اپنی ساری ناکامیوں بھوک اور ننگ کی ذمہ داری چوہوں کے سر تھوپتے ہیں۔ وہ فی الواقع یہ یقین کرنے لگ گئے ہیں کہ ان کے لیڈر نیک سادھو منش لوگ ہیں جن کا دل دکھانا ملک کے ساتھ غداری ہے۔ اور یہ بھی کہ ماضنین ایک جمہوریت ہے +۔ وہ ماضنین میں کہیں بھی دودھ اور شہد کی نہریں بہتی نہیں دیکھتے مگر جب پٹاخے جیسا عقل مند اور سب کچھ جاننے والا ان کو یقین دلاتا ہے کہ ایسی نہریں ان کے ملک میں بہتی ہیں اور یہ کہ اس نے خود بڑے کالیادر چھوٹے کا بو کو اپنے ہاتھوں میں کدالیں لیکر ایسی ایک نہر کھودتے دیکھا ہے تو ان کو یہ باور کرنا ہی پڑتا ہے۔ سارجنٹ بزفز کا خیال ہے کہ ایسی دودھ کی ایک نہر

گورنمنٹ ہاؤس کے جنوبی کونے میں بہتی ہے۔ لیکن جب میں صبح سیر کرتا کرتا وہاں پہنچا تو میں نے وہاں صرف ایک سفید جھاگ والے پانی کی نالی دیکھی جو گورنمنٹ ہاؤس کے غسل خانوں اور باورچی خانوں سے گندا پانی باہر لے جاتی تھی۔

سوماضینین میں وزیر جھوٹ اور پٹاخا مل کر جھوٹ کی نوعیت اور قدروقیمت کو بہترین طور پر عوام کو پیش کرنے کے کام میں اپنی زندگیاں صرف کئے ہوئے ہیں۔ اور پُرخلوص طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پریس اور محکمہ دروغ بیانی سے عوام کو لوکھا اور جاہل بنا کر ماضینین کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اب جبکہ میں وزیر جھوٹ اور پٹاخا کے موضوع پر لکھ رہا ہوں۔ اس ضمن میں مناسب ہوگا اگر پٹاخا کے اخبار شترابا ٹائمز کی خبروں کی ترتیب اور پالیسی پر چند الفاظ لکھوں۔ ایس لے ٹائمز کے خریداروں کی تعداد ایک لاکھ ہے جس میں سے پچاس ہزار لوگ تاجر ہیں اور اس کو پڑیا باندھنے کے کام میں لاتے ہیں۔ اتنا سستا پڑیا باندھنے کا کاغذ اور کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتا۔ باقی پچاس ہزار فی الواقع اس کو پڑھتے ہیں۔ وہ اس کو بستر میں پڑھتے ہیں اور ساتھ بیت الخلا میں لیجا کر پڑھتے ہیں جہاں یہ ٹائلٹ کے مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ میں شترابا سے واپسی کے وقت اپنے ساتھ اس اخبار کی دو سال کی فائلز اسی غرض سے لایا تھا۔ اور ایک پرچہ جو اب باقی رہ گیا ہے میرے سامنے پڑا ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر جلی حروف

میں یہ خبر ہے۔ بڑے کابو کی زبردست تنبیہ اور اس کے نیچے بڑے کابو کی ایک تقریر ہے جو اس نے اٹرنگہ برڈنگہ کے جنگیوں کے سامنے کی تھی۔ اور جس میں اس نے کہا تھا کہ اگر پہاڑی جاہلوں نے زیادہ ترڑبڑ کی تو ہم پھر بھی پرامن رہیں گے کیونکہ ہم قدرتاً صلح جو قوم ہیں۔ اس تقریر کے پورے دو کالم ہیں اور پھر اسے پچھلے صفحے پر بڑا کابو کے عنوان کے نیچے جاری رکھا گیا ہے۔

سامنے کے کالم میں چیف آف سلنگی کے کیپٹل میں ورود کی خبر ہے جس میں ایک تصویر ہے جس میں چھوٹا کابو اور سرکاری مہمان نواز (یہ بھی ایک عقدہ ہے) ایک پستہ قد دراز ریش جبہ پوش شخص سے مصافحے کر رہے ہیں بیک گراؤنڈ میں ایک ہوائی جہاز ہے۔ اس قسم کی خبریں تقریباً ہر روز کا روز مرہ ہیں۔ ماضیبنوں کی مہمان نوازی کا شہرہ سن کر یہاں دنیا کے ہر کونے کھدرے سے شیوخ، افریقہ کی وحشی قوموں کے سردار، اطلانتیس کے ملک اپنے ملکوں کے تصویریت سے پر لباس پہنے (یا پر اور کلغیاں لگائے) آتے ہیں۔ یہاں کا سرکاری مہمان نواز غالباً دنیا کا سب سے زیادہ مصروف آدمی ہے۔ اہم ترین مہمان۔ مثلاً مجھ جیسے۔ گورنمنٹ ہاؤس میں ٹھیرائے جاتے ہیں۔ اور چھوٹی مملکتوں کے سرداروں وغیرہ کے لئے واہ واہ ہوٹل یا جرہٹو لیو ہوٹل میں کمرہ اور کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ چیف آف سلنگی بھی خبر کے مطابق سیدھا واہ واہ ہوٹل لے جایا گیا۔ غالباً دوسرے روز اس کو گورنمنٹ ہاؤس میں بڑے کابو نے لنچ پر مدعو کیا۔ جس کی خبر شترابا

ٹائمز میں دی جائے گی۔ اور کورٹ سرکلر کے تحت میں یہ اندراج ہوگا۔ مندرجہ ذیل شرفا لنچ پر آئے۔

۱۔ ہز ہولی نس پادری چیف آف سلنگی۔ او۔ بی۔ ای (تھرڈ کلاس)
۲۔ مسٹر الیف۔ ایل۔ پٹاخا۔
۳۔ سینیر گیدڑا۔ النکا کے کورٹ کا آوارہ گرد سفیر۔
۴۔ مسٹر دریس چھپاکا۔
۵۔ مسٹر ڈی۔ ایل۔ پہلوان۔ وزیر صحت و خوراک حکومت اٹنگر بڑنگہ وغیرہ وغیرہ۔

شہزادی ٹائمز کے کورٹ سرکلر کے تحت ملاقاتیوں میں نام آجانا یہاں کے باشندوں کے لیے بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ اور جس پرچے میں ان کا نام چھپ جائے وہ اسے زندگی بھر کو تعویذ بنا کر بڑی حفاظت کے ساتھ محفوظ رکھ دیتے ہیں۔ میرے سامنے پڑے ہوئے پرچے کے دوسرے صفحے پر ٹائپسٹوں کے لیے اشتہارات ہیں۔ ماضینین میں نوکری کی پہلی شرط ٹائپ جاننا ہے۔ اگر تم ٹائپ نہیں جانتے تو خواہ تم پی ایچ۔ ڈی وغیرہ ہی کیوں نہ ہو وہ تم پر ہنسیں گے۔ پرچے کے تیسرے صفحے پر ایک بڑا عنوان ہے۔ ماضینین کا مستقبل شاندار ہے۔ سینیر گیدڑ کی واہ واہ ہوٹل کی کاک ٹیل پارٹی میں تقریر+

جتنے سفیر، شہزادے، تاجر ماضینین میں آتے ہیں۔ وہ مہمان نوازی کے بوجھ تلے دب کر جانے سے پہلے اسی قسم کی تقریر کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ماضینیوں کو یہی بتاتے ہیں کہ ان کے ملک کا مستقبل بے حد شاندار ہوگا اور ماضینی

پچھلے ساٹھ برس سے اس شاندار مستقبل کا انتظار کر رہے ہیں۔ مہمان یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو ماضنین میں پہنچ کر بے حد خوشی ہوئی۔ یہ گویا یہ کہنے کا ڈپلومیٹک طریقہ ہے کہ بھونے ہوئے چوزے جو مجھے کھلائے گئے تھے نہایت مزیدار تھے۔

چوتھے صفحے پر چوپایا خانہ کا صفحہ ہے۔ اس میں چوہوں کے صدر سینیٹر پہاڑو کے بخیئے ادھیڑے گئے ہیں۔ اور اسے کودن، لومڑی کا بچہ، کاٹھ کا الو، وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا ہے اور اسے پھر بتایا گیا ہے کہ ماضنین کو صبر و تحمل اور نیک دلی کے پتلے ہیں۔ پھر بھی اب ان سے صبر و تحمل نیک دلی وغیرہ جواب دینے لگے ہیں اور اگر پہاڑو پوہن نے ذرا سرحد کے اس پار قدم رکھا تو ان کو آٹا دال کا تازہ ترین نرخ فوراً ذہن نشین کرا دیا جائے گا۔

ایک چھوٹا سا ادارتی نوٹ چیف آف سلنگی پر بھی ہے جس میں اس مملکت کا رقبہ دیا گیا ہے (تقریباً ۵ مربع میل) اور جس میں پڑھنے والوں کی معلومات میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ شترابا کے مقامی چڑیا گھر میں جو معمر بجو ہے وہ چیف آف سلنگی سینیٹر مرحوم و مغفور کا تحفہ ہے۔ غالباً چیف کی یاد دہانی کے لئے یہ بھی اسٹینرا دکیا گیا ہے کہ یہ اس کی ماضنین میں ایک سال کے اندر تیسری وزٹ ہے۔

پھر سرخوں اور سفیدوں کے درمیان ایک لڑائی کی خبر ہے۔ جس میں دو تین آدمی مارے گئے۔ تین چار زخمی ہوئے۔ یہ سب کچھ نہایت پرامن طریقہ سے

ہوا۔ اور پولس نے تماشائیوں کے مجمع کو قابو میں رکھا۔

ایک اور خبر ہے کہ کھلی ہوا کے عاشقوں نے آج پھر گورنمنٹ ہاؤس کے باہر احتجاج کیا۔ جب وزیر جھوٹ نے ان کو ایک دو باتیں مینیٹو اور فضل ترکاپو کے متعلق بتائیں اور ان سے دستور کے مطابق اس کو عرض گذاشت گذارنے کے لئے کہا تو یہ لوگ "مینٹو زندہ باد" "افضل ترکاپو زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے چلے گئے۔

مختصراً شتراباما مُر۔ کو پڑھکر اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ماضینیا واقعی دودھ اور شہد کی سرزمین ہے۔ یہاں کے شہری تہذیب اور کلچر میں قدیمی یونانیوں اور رومنوں سے آگے ہیں اور زندگی نہ ختم ہونے والی پارٹیوں۔ استقبالوں اور گورنمنٹ ہاؤس کے لنچوں پر مشتمل ہے۔ ماضینیی اس دوا کی گولی ہر صبح ناشتہ کے ساتھ نگل لیتے ہیں۔

وزیر جہالت

وزیر جہالت کا چہرہ لکڑی سے تراشا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایسی لکڑی سے جو کھردری اور گھٹیا قسم کی ہو۔ اس کا چہرہ کسی قسم کی ذہانت اور سمجھ سے عاری ہے۔ لیکن یہ شخص ہڑانگہ برٹنگہ کی یونیورسٹی کا پی۔ ایچ۔ ڈی ہے کئی لوگ کہتے ہیں کہ وہ پی ایچ۔ ڈی اس لئے ہو گیا کیونکہ اس کا باپ اس وقت اس یونیورسٹی کا وائس چانسلر تھا۔ اب اس کو حال ہی میں اسی یونیورسٹی کا اعزازی ایل۔ ایل ڈی بھی بنا دیا گیا ہے۔

اس کے بارے میں اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے موجودہ وائس چانسلر سے چائے کی دعوت پر کنایتہً اپنی اسی تمنا کا اظہار کیا تھا - بلکہ وائس چانسلر کو برطرفی کی دھمکی بھی دی تھی (اگر اسے ایل ایل ڈی نہ بنایا گیا تو اس صورت میں)

وہ ایک تعلیم یافتہ جاہل ہے تعلیم نے اس کو کوئی غلط خیال نہیں دیئے اور اسے قطعاً نہیں بگاڑا - جس طرح یہ دوسرے ہزاروں نوجوانوں کو بگاڑ دیتی ہے - جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد زندگی کے حقیقی مقاصد یعنی روپیہ کمانے اور شادی کرنے سے انحراف کر دیتے ہیں - اور عوامی ادب پیدا کرنے اور سوشل پروپیگنڈا جیسے بے حصول اور بے فائدہ مشاغل میں اپنی زندگیاں ضائع کر دیتے ہیں - اس قسم کے نوجوان اس وقت کثرت سے تھے جب ماضیین کی یونیورسٹیوں میں تقریباً وہی سلیبس پڑھایا جاتا تھا جو ہائیبرلوبروں نے اپنے دوران حکومت میں مروج کیا تھا - اب سلیبس بے حد سادہ اور ٹو- دی- پوائنٹ کر دیا گیا ہے - اور ایک آدمی خواہ ساری عمر ہی تعلیم میں صرف کر دے وہ جاہل رہتا ہے -

میں یہاں سلیبس میں تبدیلی کی ایک مثال دونگا - مثلاً پہلے درسی کتابوں میں عموماً بڑے بڑے آدمیوں کی زندگیاں طلبا کے سامنے پیش کی جاتی تھیں تاکہ وہ ان کی تقلید کر سکیں - یا ان کے کردار کا مطالعہ کر سکیں - ان بڑے بڑے آدمیوں میں مشہور جرنیل، مشہور مصنف اور شاعر، مشہور مفکر وغیرہ ہوتے تھے - اور کسی خاص ملک کی قید نہ تھی

اب ماضنین کے نئے سلیبس میں ان بڑے بڑے آدمیوں کی ایک فہرست بنا دی گئی ہے جو باقاعدہ حکومت سے منظور شدہ ہیں اور ان سے باہر کوئی آدمی بڑے نہیں مانے جا سکتے۔ اس فہرست کے سب سے اوپر افضل ترکابو کا نام ہے۔ اور پرائمری کے سب درسی کورس اس کے حالات زندگی پر ہر ایک مضمون شروع سے ہوتے ہیں۔ امتحانوں میں طلبائے سے اس قسم کے سوال کئے جاتے ہیں :-

افضل ترکابو کے باپ کا نام کیا تھا؟ افضل ترکابو کا چچا کب پیدا ہوا اور کیا وہ صفراوی المزاج تھا یا بلغمی المزاج؟ افضل ترکابو نے کن باتوں سے متاثر ہو کر اپنے آبائی پیشے معزز حجامت کرنے کے پیشے کو چھوڑ کر پنساری کی دوکان کھولی اور وہ کیا گن تھے جن سے وہ دوکان دو سال کے اندر ہی چمک اٹھی۔

(ماضنین کا بانی افضل ترکابو ایک پنساری تھا اور ماضنینی اس پر بے حد نازاں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ماضنیوں کو تجارت اور ترازو کی برکتوں اور فوائد سے آگاہ کیا۔ اس نے اپنے گاؤں موضع فانگ میں ایک چھوٹی دوکان سے ابتدا کی اور چند سال کے اندر اندر اس نے بڑے بڑے شہروں میں دس بڑی شاخیں کھول دیں۔ اور گماشتے مقرر کر دیئے۔ گو وہ بعد میں سفید پارٹی کا لاالف صدر بھی بن گیا۔ اور ماضنیوں کا سب سے باوقار لیڈر پھر بھی اس نے آخری دم تک ترازو کے پلڑے کو اپنے ہاتھ سے نہ رکھا۔)

قدرتاً نئے سلیبس کی وجہ سے ہر ماضینی سکول کے لڑکے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بڑا ہو کر اپنے لیڈر کی طرح پنساری بنے۔ وہ یہ حقیقت جان جاتا ہے کہ دکان پر بیٹھنا ہل چلانے یا تلوار اٹھانے یا کتاب لکھنے سے جو سب فضول باتیں ہیں) بدرجہا بہتر اور شریف تر پیشہ ہے۔
اسی طرح افضل تر کابو اور منیٹو دونوں مل کر سکول کے لڑکوں کے غلط رجحانات کو کھلنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے ہیں۔ دوسرے ہر منظور شدہ بڑے آدمی "بڑا کابو، چھوٹا کابو، وزیر اعظم اور دوسرے وزرا" ان بڑے آدمیوں میں سلیبس لکھنے والے عموماً وزیر جہالت کے حالات زندگی کو ضرور درج کرتے ہیں۔ کیونکہ سلیبس پر آخری صاد اور یہ فیصلہ کہ اس کو مروج کیا جائے یا نہ اس کی مرضی اور خوشی پر منحصر ہے۔
اس طرح تاریخ اور جغرافیہ میں ماضینی سکولوں میں صرف ماضینی تاریخ اور جغرافیہ ہی پڑھایا جاتا ہے۔ تاریخ اسی اصول پر لکھی گئی ہے جس پر الیف ایل۔ پٹاخا کا شنرابا ٹائمز مرتب کیا جاتا ہے۔ اس میں بڑے کابوؤں اور چھوٹے کابوؤں کے عہد حکومت۔ انکے اہم کارناموں وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جغرافیہ صرف ماضینین تک محدود ہے۔ دنیا کا جغرافیہ سکولوں میں نہیں پڑھایا جاتا۔ تاکہ ماضینی طلبا بھی یقین کریں کہ ماضینین ہی ساری دنیا ہے۔ یہ حب الوطنی کے پیش نظر ہے۔ ہر ماضینی سکول میں بڑے کابو کا دیباچہ ایک ضروری کورس ہے اور طلبا سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اسکو اسے مے تک زبانی رٹیں +

اسی طرح مذہبی تعلیم بھی لازمی ہے۔ اس میں لڑکوں کو مینوٹو کو پوجنے کے ایک ہزار ایک مختلف آداب سکھلائے جاتے ہیں۔ ان کو یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ پہاڑی چوہوں کو مینوٹو پر بھینٹ چڑھانے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ اور یہ کہ آیا ابتدا کانوں سے کرنی چاہیئے یا ناک سے (کانوں سے مستحسن ہے

مجھے وزیر جہالت سے 'واہ واہ' ہوٹل میں ایک ریسپشن پر ملنے کا اتفاق ہوا۔ کچھ عرصہ تک وہ مجھے اپنے چوبی چہرے سے دیکھتا رہا جس طرح سوچ رہا ہو کہ کیا کہے۔ یا یہ کہ آیا کچھ کہنا ضروری ہے یا نہیں) پھر اچانک اس نے گفتگو کی ابتدا کی۔ بالکل اسی فقرے سے جس سے ہر ماضینی گفتگو کا آغاز کرتا ہے۔

اس نے کہا، مسٹر پوپو پالنہار چو کا مانیفو۔ ماضینین دنیا کی چونسٹھویں بڑی طاقت ہے اور مینوٹو کے ملنے والے ممالک میں اس کا نمبر دوسرا ہے" میں نے ہلکے سے تعجب کا اظہار کیا جس طرح میں نے یہ خوشخبری پہلی دفعہ سنی ہو۔

اس کے بعد اس نے نیچے اپنے بوٹوں کو گھورتے ہوئے اور اپنے چھوٹے ہاتھوں کو گود میں رکھے کچھ شرماتے ہوئے کہا۔ (اس میں کسر نفسی کا مادہ ہے) "میں وزیر جہالت ہوں اور صنعت کا محکمہ بھی میرے پاس ہے۔ اس کے علاوہ میں مقامی پنساریوں کی مجلس کا نائب صدر ہوں" میں نے اسے یقین دلایا کہ میں نے عرصہ سے اتنی اچھی خبریں نہیں سنیں۔ اور یہ کہ مجھے اس پر اتنا ہی فخر تھا جیسا کہ وہ میرا اپنا بیٹا ہے۔ اس فقرے نے

اس کا حوصلہ بڑھایا اور اس نے مجھے ماضنین میں تعلیمی حالت پر ایک مبسوط لکچر دیا کہ کس طرح پچھلے سلیبس سب کے سب ناقص تھے کس طرح اس نے نئے سلیبس مروج کئے۔ جو لوگوں کو تعلیم کا اوژن دینے کے باوجود جاہل چھوڑتے ہیں۔

"مسٹر یوپا دیکھو۔ میرا خیال ہے پچھلی دنیا کی سب بیماریوں اور مصیبتوں کی جڑ تعلیم پر زور تھا اور تعلیم بھی ایسی جو زندگی کو اور زیادہ الجھا ہوا اور دقیق بنا دے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تدریجاً اور خوشگوار طریق پر اور ان کو جتائے بغیر ایک وسیع جہالت کی طرف لایا جائے۔ حکومت کی ساری مشینری اسی ایک مقصد کے حصول کے لئے کام کر رہی ہے۔ اور ہمیں جو کامیابی ہوئی ہے وہ ہماری توقعات سے بڑھکر ہے۔ منیٹو اب پہلے سے کہیں زیادہ ہر دلعزیز ہے۔ اور وہ لوگ جو اس میں یقین نہیں رکھتے خال خال ہیں اور حکومت ان کو ٹھکانے لگا رہی ہے"۔ یہاں وہ ایک پرکشش طریق سے مسکرایا اور افضل ترکا بو لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح مسلط ہے کہ وہ اب چاہیں بھی تو اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ پنسار کا پیشہ دن بدن مقبولیت پکڑتا جا رہا ہے اور صرف شترا بامیں تین لاکھ بہتر ہزار پنساری ہیں۔ رفتہ رفتہ سکول اور کالج بھی بند کئے جائیں گے کیونکہ عوام کا بالکل ان پڑھ ہونا تعلیم یافتہ جہالت سے ہمارے حق میں زیادہ مفید ہے۔ مگر اس وقت لوگ موخرالذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارا آخری مقصد مکمل جہالت ہے اور ہماری ہمت اس سے بندھتی ہے کہ وہ جو کھلی ہوا

کے عاشق ہیں اور جن کی تعداد سارے ماضنین میں دس کروڑ ہے ایک لفظ نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ پڑھ سکتے ہیں۔"

میں نے کہا کہ حالات کافی موافق ہیں اور یہ کہ اگر پوری تن دہی سے کوشش کیجائے تو میں کوئی وجہ نہیں سمجھ سکتا کہ وزیر جہالت کو اپنے نیک اور مبارک مقصد میں کامیابی نہ ہو۔

"اور اب میں آپ کو ماضنین کی صنعتی ترقی کے بارے میں بتاؤں گا" اس نے فاتحانہ للکار سے کہا۔

میں بڑبڑایا "کسی اور وقت" مگر اس کا بیچ جیسا ولولہ ابلا پڑ رہا تھا۔ اوراسے اپنے ارادے سے باز نہیں رکھا جا سکتا تھا۔

ماضنین میں صنعتی ترقی زوروں پہ ہے۔ پچھلے بیس سالوں میں پانچ آٹا پیسنے کی چکیاں اور تین گھاس کاٹنے کی مشینیں درآمد کی جا چکی ہیں۔ جس سے انسانوں اور حیوانوں کے خوراک کا مسئلہ حل نہ یادہ نزدیک ہو گیا ہے۔ تم شاید کھلی ہوا کے عاشقوں کے متعلق سوال کرنے لگے ہو کہ وہ اسی طرح بھوکے ہیں۔ مگر ان کا قصہ اور ہے۔ ان کو ہم پچھلے سال مجلس کی ایک قرارداد کی رو سے حقوق ملکی سے محروم کر چکے ہیں۔ اور اس سال میرا دوست وزیر خوراک ایک اور قرارداد منظور کرانے کی سوچ رہا ہے۔ جس سے کھلی ہوا کے عاشق حقوق انسانیت سے بھی محروم کردیئے جائیں گے۔"

جیسا کہ پہلے یہ حقوق ان کے پاس ہوں، میں نے اس تیز سیاست

دال کی ٹوہ لینے کے لئے کہا۔

"ہاں اب بھی وہ محروم ہیں" وزیر نے اعتراف کیا "مگر ہم ایک جمہوریت ہونے کی وجہ سے اس کو قانون بنا کر اپنے دستور میں درج کرنا چاہتے ہیں اس قانون کے پاس ہو جانے کے بعد ان کو کئی طریقوں سے اجواب غیر قانونی ہوں گے، ٹھکانے لگایا جا سکتا ہے۔ میرے دوست مسٹر ایف ایل بیٹا خانے ابھی سے اس اسکیم کا مسودہ تیار کر لیا ہے جس پر چلکر حکومت مختصر ترین وقت اور کم ترین لاگت سے ماضنین کے چہرے سے اس دھبے کو مٹا سکتی ہے۔"

اس نے مجھ سے پوچھا۔ شاید محض اخلاقاً "آپ کا ملک یوکنا پوٹا ہا ہمیں اپنی مشینیں وغیرہ درآمد کیوں نہیں کرتا۔ ہماری فیکٹریاں 'نامحرم پی سپے' کافی مقدار میں نکال رہی ہیں۔

میں نے اسے سمجھایا "تمہارا ملک پیچھے جارہا ہے۔ تم رفتہ رفتہ وہ چیزیں بھی چھوڑتے جاتے ہو جو اب مہذب دنیا کی ضروریات زندگی میں داخل ہیں۔ اس لئے ہماری نئی ایجادیں۔ ہمارے راکٹ ہمارے اڑنے والے بیڑ تمہارے لئے باعث دلچسپی نہیں ہو سکتے۔ حقیقتاً مسٹر وزیر جہالت میرے خیال میں ان اشیاء کے لئے تمہارے ملک میں مارکٹ ہی نہیں۔"

"مارکٹ ہی نہیں۔ مارکٹ ہی نہیں" وزیر جہالت و صنعت بے تحاشا ہنستے ہوئے چلایا۔ جس طرح اس نے زندگی میں پہلی دفعہ ایک ہی اچھا

مذاق سنا "تو تم کہتے ہو۔ مارکٹ ہی ہیں ہمارے شترابامیں ہی صرف چار مارکٹیں ہیں ، مینو مارکٹ ۔ افضل تر کابو مارکٹ ، بڑا کابو مارکیٹ

اب واقعی میں نے جانا کہ یہ آدمی فی الواقع جاہل تھا۔ ہماری یہ پُر مغز گفتگو وزیر جہالت کی بیوی کے آجانے سے منقطع ہو گئی جو اپنے خاوند کو سب لوگوں میں تلاشش کرتی کرتی آ پہونچی تھی + اپنے حاوند کو پا کر وہ اس پر اس طرح جھپٹی جس طرح بلی چوہے پر اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر فاتحانہ میرے پاس سے لے گئی۔

وزیر خوراک اور وزیر مالیات

میں ان دونوں کو ایک ساتھ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ وہ دونوں جُڑواں ہیں - وہ ایک جیسے نظر آتے ہیں ۔ اگرچہ وزیر خوراک ذرا فربہ ماڈل ہے وہ ایک جیسا پہنتے ہیں ایک جیسا کھاتے ہیں (اگرچہ جہاں تک مقدار کا تعلق ہے وزیر خوراک قدرسے بہتر ہے ۔) دونوں کا نام ایک گواپس ہیں ایک دوسرے سے امتیاز کے لئے وزیر خوراک اپریل سینیر کہلاتا ہے اور وزیر مالیات اپریل جونیر + وزیر خوراک اپریل سینیر ہے۔ کیونکہ وہ جونیر سے چار منٹ پہلے تولد ہوا تھا۔ دونوں اپنے کوٹ کے بائیں کالر کے سوراخ میں ایک بڑا سرخ گلاب کا پھول لگاتے ہیں +

میں نے ان کو پہلی نظر ہی میں پسند کیا۔ وہ سارے ماضتین میں مجھے صرف دو ہی حقیقی طور سے خوش آدمی نظر آئے ۔ ان کے چہروں پر

سرخی تھی اور آنکھوں میں شرارت کی ٹمٹماہٹ۔ ماضنین میں ایسے آدمی کم ہی نظر آتے ہیں۔

وزیر خوراک وزیر صحت بھی ہے۔ وہ بہترین خوراک کھاتا ہے۔ اور صبح کے وقت مگدر کی جوڑی گھماتا ہے اسے دیکھکر ماضنین کی خوراک اور صحت کے بارے میں اچھا اور خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

میں نے جب اس سے پوچھا 'تمہارے ملک میں خوراک کی کیا حالت ہے ؟' "خوراک کی ! خوراک کی یہاں بہتات ہے۔ میں روزانہ دو مرغیاں اور ایک سیر انڈوں کا حلوا کھاتا ہوں۔ خوراک کی اتنی کثرت ہے کہ میرا بڑا پرابلم یہ ہے کہ ضائع شدہ اور فاضل اناج کا کیا کیا جائے۔"

"تم اس کو کھلی ہوا کے عاشقوں میں تقسیم کیوں نہیں کر دیتے" میں نے تجویز پیش کی۔

"کھلی ہوا کے عاشق" وہ میرے اس فقرے سے بہت صدمہ زدہ معلوم ہوتا تھا "اوہ۔ وہ وحشی ! وہ ملکی حقوق سے محروم ہیں۔ اور حکومت کی پالیسی انکی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرا مطلب ہے وہ رفتہ رفتہ ٹھکانے لگ جائیں گے۔ اور اس کے علاوہ وہ کھلی ہوا کھا سکتے ہیں۔ اس میں وٹامن ڈی بھی ہوتی ہے۔ مسٹر لوپو ہم یہاں اونچی سوسائٹی میں کھلی ہوا کے عاشقوں کا ذکر سٹے بو سمجھتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان کا ذکر ہرگز نہ کیا کرو۔ میرا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔"

"مجھے معاف کرو۔ مسٹر اپریل سینیز" میں نے جلدی سے معذرت کی

اچھا تو یہ بچی ہوئی زائد خوراک ۔ پھر تم اس کا کیا کرتے ہو؟"
"بیشتر تو شترابا کے وسطی جوہڑ میں پھینکوانی پڑتی ہے۔ کچھ حکومت کے چند خاص آدمیوں کو جمع کرنے کے لئے بیچ دی جاتی ہے وہ عموماً اس کو دو گنے نفع پر آسمان کو چھونے والوں میں رہنے والوں کو بیچ دیتے ہیں"
"اور یہ خاص آدمی تم کو کتنا کمیشن دیتے ہیں" میں نے پوچھا۔
"صرف روبل میں سے آدھا روبل" اس نے شکایت کی "یہ بہت تھوڑا ہے۔ اور خاص طور پر اس حالت میں جبکہ اس میں سے مجھے بڑے کابو' چھوٹے کابو او وزیر اعظم کو حصے بانٹنے پڑتے ہیں"
میں نے اس کے ساتھ ہمدردی کی اور اتفاق کیا کہ کمیشن بہت تھوڑا ہے۔ میں نے اس کی ڈھارس بندھائی کہ میں خود بڑے کابو سے سفارش کروں گا۔ کہ وہ اپنا پچاس فیصدی حصہ گھٹا کر ۴۵ فی صدی کر دے +
"تمہاری صحت سنیلو کی رحمت سے بہت اچھی ہے" میں نے اس کو مبارک باد دی "تم کونسی روٹی کھاتے ہو؟"
وہ چمکا!
"میں روٹی نہیں کھاتا۔ کیک کھاتا ہوں۔ فروٹ کیک" اس نے جواب دیا۔ "اور یہی میری صحت کی اصل وجہ ہے + بھائی ایریل جونیر بھی کیک کھاتا ہے"۔
ایریل جونیر نے جو پاس موجود تھا اس کی تائید کی۔
مسٹر لپو۔ میں کیک اس لئے کھاتا ہوں کہ میں میٹھی چیزوں کا بچپن

سے شوقین ہوں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عام آدمی۔ آسمان کو چھوتے والوں میں رہنے والے روٹی کھاتے ہیں۔ اگر ہم اونچے لوگ بھی روٹی کھانے لگ جائیں تو وہ کیک جو بچ رہیں گے کون کھائے گا؟"

یہ مجھے ایک ناقابل تردید دلیل معلوم ہوئی اور میں نے بحث اور گفتگو کی خاطر ان کے دیباچہ کے پہلے رکن پر اعتراض کیا۔

"تم اونچی سوسائٹی اور نیچی سوسائٹی کا ذکر کرتے ہو۔ مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ دیباچہ کی رو سے تم سب برابر ہو۔"

ایریل جونیر نے پھر مجھے معقول جواب دیا۔

"دیباچہ کا دوسرا رکن یہ واضح کر دیتا ہے کہ چند انسان دوسرے انسانوں سے زیادہ برابر ہیں۔ ہم زیادہ برابر انسانوں میں سے ہیں + یہ اگر کسی کا قصور ہے تو مینیفسٹو کا ہے۔"

یہ ملاقات اور بات چیت ہوٹل جوہٹر زلونس ہوئی۔ جہاں مجھے ایک بھنگ کی پارٹی دی گئی۔ مگر میں ایریل جونیر کی ذہانت اور حاضر جوابی سے اس قدر متاثر ہوا کہ جب اس نے ایک شام مجھکو اپنے گھر ایک غیر رسمی کھانے پر مدعو کیا تو میں نے واقفیت بڑھانے کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا میں اس سے اکیلا ہی ملنے کے لئے گیا۔ اور سارجنٹ بزقر کو بھی ہمراہ نہ لے گیا لہٰذا اول تو سارجنٹ کو مدعو نہیں کیا گیا تھا دوسرے وہ چند صنف مخالف کے افراد کے درمیان مصروف تھا۔)

جب میں وزیر مالیات کے کمرے میں داخل ہوا۔ تو وہ سامنے سما دھی

کی حالت میں لنگوٹا کسے آلتی پالتی لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنا سانس اوپر کھینچ رکھا تھا+کیا خوب! یہ تو یوگ کا طالب علم بھی ہے۔ میں مسرت سے پھول گیا۔

وہ فوراً یوگ کے عمل کو ختم کر کے مجھ سے بغل گیر ہو کر ملا۔ دونوں گالوں پر میرا بوسہ لیا اور کہا "مسٹر لوپو! ماضیین دنیا کی چونتھویں بڑی سلطنت ہے"۔ اور مینیڈو کو ماننے والے ملکوں میں اس کا نمبر دوسرا ہے" میں نے کہا: "میرے پیارے ایریل! یہ تو تم مجھے اس رات جوہر ڈیو ہوٹل کی بھنگ پارٹی میں بتا چکے ہو"۔

"بھنگ پارٹی کا ذکر آگیا تو ایریل جونیر نے کہا "تم کھانے سے پہلے ایک گلاس بھنگ اور سوڈا نوش کرنا پسند کرو گے"؟

میں نے حسب معمول کہا کہ مجھے مطلقاً کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور فوراً ہی میز پر میٹھی برف میں لگی ہوئی تازہ بھنگ کے دو گلاس لگا دئے گئے۔ میں نے جب سوڈا ایریل کے گلاس میں انڈیلنا چاہا تو اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے منع کر کے کہا "میں اپنی بھنگ میں سوڈا ملانا پسند نہیں کرتا۔ میں اس کو نیٹ پسند کرتا ہوں"۔

"پھر میں بھی نیٹ پیونگا" میں نے گلاس کو غٹ غٹ چڑھاتے ہوئے کہا۔ پیشتر اس کے کہ میں اس معرفت اور ذہانت کی گفتگو کی تفصیل دوں جو ہمارے درمیان ہوئی۔ میں وزیر مالیات ایریل جونیر کا ایک چھوٹا سا کیریکٹر سکیچ دیتا ہوں+ وہ ایک خوبصورت آدمی ہے۔ ستواں ناک اور حساس

جاندار نقوش+ وزیر مالیات کی حیثیت سے وہ آسانی سے اپنے کابینہ میں خوف اور رعب سے دیکھا جاتا تھا۔ کیونکہ وہی ایک ایسا شخص ہے جو کابینہ میں مالیات جیسے ٹیڑھے مسئلے کو سمجھتا ہے۔ وہ سرپلیس بجٹوں کا ماہر ہے اور اس کے سارے بجٹ سرپلس یا فاضل ہوتے ہیں۔ سرپلیس بجٹ پیش کرنے کے بعد وہ دوسرے دن دوبارہ اسی بجٹ کو اس خوبی سے پیش کرتا ہے کہ وہی بجٹ خسارے کا بجٹ بن جاتا ہے۔ مثلاً وہ سرپلیس تقریر کے دوسرے روز بڑی معصومیت سے اُٹھ کر کہتا ہے "حضرات کل جو میں نے بجٹ پیش کیا تھا اس میں تھوڑی سی میزان کی غلطی تھی۔ چار کروڑ روپے کی رقم سرپلس نہیں بلکہ خسارہ ہے۔ حضرات اس معمولی سی غلطی کو نوٹ کر لیں۔"

پہلا فاضل بجٹ وہ ہوتا ہے جو ایف ایل پٹاخا اپنے اخبار ایس۔آئے ٹائمز میں فلیش کرتا ہے+ ماضنیتی فاضل بجٹ کے عاشق ہیں ان کو فاضل بجٹ اس طرح محسوس کرانے لگتا ہے جیسا کہ ان کے پاس ضرورت سے زیادہ روپیہ ہے۔ کئی ملازم اسی خیال میں اپنی ساری تنخواہ فاضل بجٹ کی تقریر پڑھنے کے دوسرے دن بعد ہی خرچ کر ڈالتے ہیں۔ ماضنیتوں کو اپنے وزیر مالیات پر بجا طور سے فخر ہے۔

وہ اپنے آپ کو کسرِ نفسی سے محض ایک خزانچی کہتا ہے۔ جو میرے خیال میں کسرِ نفسی کو بھی بہت دور لیجاتا ہے۔ اس نے مالیات کا کام اپنے بوڑھے باپ سے سیکھا تھا۔ جو خالی ٹین کے ڈبوں کا تھوک

کاروبار کرتا تھا۔ اب بھی ماضنین میں کئی آدمی ایسے ملیں گے جو لقین کرتے ہیں کہ سالانہ بجٹ بوڑھے آدمی کے تیار کردہ ہوتے ہیں۔ مگر لوگ خصوصاً ماضنین میں اکثر بے پر کی اڑاتے رہتے ہیں اور ان کے الزامات کو زیادہ توجہ نہیں دینی چاہیئے۔

مگر یہ صرف اس کے فاضل بجٹ ہی نہیں جنہوں نے اسے قوم کا محبوب بنا دیا ہے۔ بلکہ وہ ایک اچھا ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی ہے۔ اسے لوگ اور فلسفہ سے بھی دلچسپی ہے۔ اور اس نے مصر کے ناچنے والے درویشوں پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ (وہ خود ۔۔۔۔ متواتر پانچ گھنٹے بغیر ستانے کے ناچ سکتا ہے۔)

میں نے بھنگ کو تلچھٹ تک پیتے ہوئے اسے اس کے سرپلس بجٹ پر مبارک باد دی "مسٹر ایریل یہ تم کیسے کرتے ہو۔ تمہارے بجٹ ہمیشہ سرپلس ہوتے ہیں!"

وہ مسکرایا "مجھے یہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ میرا مطلب ہے کہ لوگ اب مجھ سے فاضل بجٹوں کی توقع کرنے لگ گئے ہیں۔ اس لئے پہلے دن میں کہتا ہوں میرا بجٹ فاضل ہے۔ ماضینی ریاضی کم جانتے ہیں۔ اور ہندسوں کی دنیا ان کے لئے اسرار ہے۔ وہ میرے بیان کو سچ مان لیتے ہیں اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ دوسرے دن میں اپنا اصلی بجٹ پیش کرتا ہوں جس کے متعلق کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اس بجٹ میں خسارہ بعض وقت اس حد تک ہوتا ہے کہ اسے دیوالیہ بجٹ کہنا چاہیئے۔ خیر اس

قصے کو چھوڑو۔ میں تم سے آج فلاسفی پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم فلسفے کے طالب علم ہو۔ مسٹر پوپو۔ زندگی کا کیا فائدہ ہے اس نے اپنی ٹمٹماتی ہوئی نظریں مجھ پر گاڑ دیں۔

"فائدہ! یہ مجھ پر ابھی تک کھل نہیں سکا ___ غالباً درد دل.....

اس نے مجھے ٹوکا "مسٹر پوپو! مجھے ایک سچی بات بتاؤ۔ کیا تم نے اس درد دل کو کبھی محسوس کیا ہے۔ ہر کوئی اس کا ذکر کرتا ہے"

"میں نے اس کو محسوس نہیں کیا" میں نے جواب دیا" مگر وہ لوگ جو مقفیٰ فقرے لکھتے ہیں۔ اور جن کے فقروں میں فعل عموماً پہلے آتا ہے اور فاعل اکثر آخر میں۔ اس کو کافی حد تک محسوس کرتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے یہ فزیالوجیکل فی نامی نا ہے۔ سارجنٹ بزفر نے اسے ایک دو دفعہ محسوس کیا ہے۔ اگرچہ پیٹ میں"

"میں زندگی میں گھینوٹ کے فلسفہ کا مؤید ہوں ___ کیا تم نے کبھی اس کا نام سنا ہے" اس نے پوچھا۔

میں نے اس فلسفی کی موجودگی سے اپنی کلی لاعلمی کا اظہار کیا۔ گھینوٹ نام بھی نہیں سنا" وہ چیخا" گھینوٹ! ارسطو اور افلاطون ان پرانے یونانی فلسفیوں کے بعد ان جدید وقتوں میں وہی تو ایک اصلی فلسفی ہوا ہی مسٹر پوپو! مجھے بے حد مایوسی ہوئی ہے۔ تم مکئی کے بھٹے تو نہیں کھاتے ہے" (یہ ایک ماضینی محاورہ ہے)

"میں اپنی لاعلمی سے بے حد شرمندہ ہوں" میں بولا" مجھے بتلاؤ

کہ یہ گھینٹو کون تھا اور اس کا فلسفہ کیا ہے ؟۔

"گھینٹو ایک ایسا شخص تھا جس نے ساری عمر درخت کے اوپر چڑھ کر گذار دی۔ لوگ اس کی منتیں کرتے تھے وہ نیچے اتر آئے۔ بعض نے اسے یہ لالچ دیئے کہ نیچے آجاؤ تو تمہاری شادی کر دی جائے گی ایفل ترکا یو خود ننگے پاؤں چل کر اس کے درخت کے نیچے آیا اور اس سے جگہ تبدیل کرنے کی خواہش کی۔ مگر اس نے نیچے اترنے سے انکار کر دیا

"کیوں"! میں نے پوچھا "اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو ....."

"در اصل وہ نیچے اس لئے نہیں آتا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ پرندہ ہے اور پرندوں کے لئے موزوں ترین جگہ درختوں کی ٹہنی ہے اس کے علاوہ وہ بلیوں سے بے حد ڈرتا تھا۔"

"بلیوں سے تو میں بھی ڈرتا ہوں۔ مسٹر ایریل۔ تمہارے گھر میں تو کوئی بلی نہیں"۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ اس گھر میں کوئی بلی نہیں پھٹک سکتی۔ اور یہ کہ وہ گھینٹو کی خواہشات کے احترام کے مدنظر بلیوں کی قطعاً حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ مجھے جب وقت پورا اطمینان ہو گیا۔ ہم نے یہ دلچسپ اور پرمغز گفتگو جاری رکھی۔

"اور اس گھینٹو کا فلسفہ کیا تھا" میں نے پوچھا۔

"اس کا فلسفہ بالکل سادہ تھا جس کو وہ درخت کی ٹہنی سے گذرنے والوں سے دہراتا رہتا تھا۔ وہ تھا: جو ہے وہ ہے۔ جو نہیں ہے وہ نہیں ہے"۔ اس ایک فقرے میں سارا عالم سما جاتا ہے۔ ارسطو

ان کے دماغ کبھی اتنے اونچے نہیں اڑے
"یہ بہت زیادہ گہرا ہے۔ اور کم از کم میرے احمق سر سے بہت اوپر" میں نے اقرار کیا۔
"میں تو اپنی زندگی میں گھنیٹو کی پیروی کرتا ہوں۔۔۔۔۔"
"تم درخت کے اوپر کیوں نہیں رہتے۔ میں نے سوال کیا" نہیں درخت کے اوپر رہنا چاہیئے۔"
"گھنیٹو نے اسے فرض قرار نہیں دیا۔ اور پھر درخت پر سے محکیالیات کے معاملات کو چلانا آسان نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ آؤ اب ہومیوپیتھی پر باتیں کریں"۔
"بے حد عجیب سسٹم ہے۔ بالکل بے ضرر" میں نے کہا "ایک دفعہ یوکنا پوٹا وا ہا میں میرا چھوٹا بھانجا ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹری کی دوکان میں گھس گیا۔ ڈاکٹر کہیں باہر تھا۔ میرے بھانجے نے غالباً اسے ایریٹیڈ واٹر کی دکان سمجھ کر ڈاکٹر کی ساری بوتلیں پی ڈالیں اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ اور ایک دفعہ میری چچی۔۔۔۔۔۔۔"
ایریل نے ایک جمائی لی۔ "میرا ناچنے کو دل کر رہا ہے"
میں نے کہا "مجھے تمہیں ناچتے دیکھکر راحت ہوگی"
اس کے بعد اس نے ماضیبنی کلاسیکل ناچ کا ایک بڑا حیرت انگیز نمونہ پیش کیا اور جب اس کا بیرا ہمیں بتانے کے لئے آیا کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے تو اس نے اس کو کمر کے گرد پکڑ لیا اور اسے اپنے ساتھ نچانے

میں شامل کر لیا۔ میں نے چھوٹا بھنگ کا گلاس جو ہمیشہ ایک اشتہا بڑھانے والی دوا کا کام دیتی ہے پیا اور مجھے اب تیز بھوک لگ رہی تھی۔ میں ان دونوں کو وہاں ناچتے ہوئے چھوڑ کر کھانے کے کمرہ میں چلا گیا۔ اور اس وقت تک کھاتا رہا جب تک میرا پیٹ نہ پھٹنے لگا۔ میں نے ساری پڈنگ خوب کھائی۔ کھانے کے کمرہ میں سے جب میں لڑکھڑاتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا تو وہ دونوں ابھی تک محو رقص تھے۔ گو اب یہ کلاسیکل ناچ نہ تھا جو وہ ناچ رہے تھے۔ وہ اب رمبا ناچ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے شامل ہونے کی دعوت دی اور میں اس تجویز پر غور ہی کر رہا تھا کہ یک لخت سامنے دروازے میں میں نے سیاہ سوٹ میں ایک بھاری آدمی کو کھڑے دیکھا جس کی بڑی گھنی دار موچھیں تھیں۔ مجھے اس کا چہرہ جانا پہچانا معلوم ہوا۔ جب اس نے کھانس کر اور اپنی گھنی دار موچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔ "یور آنر......" تو مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ یہ شخص میرا اپنا پیارا سارجنٹ بز فز ہے۔"

"یور آنر، سارجنٹ بولا: اُدھر گورنمنٹ ہاوس میں طوفان مچا ہوا ہے۔ وہ تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ چارپائی کے نیچے۔ الماریوں میں۔ چھت کے اوپر۔ بڑا کابو خود ایک پینک کی حالت میں ہے۔ مجھے خود اس حالت میں جنس مخالف سے چند اہم معاملات کو بیچ میں چھوڑ کر چاروناچار یہاں آنا پڑا ہے۔ —— بندۂ خدا کم از کم کہہ کر تو جانا تھا اس بے صبری اور جھنجھلاہٹ سے میری اس کے ناچنے کی درخواست

مسترد کر دیا۔ مجھے اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر دھکیلتا ہوا دروازے کے باہر لے گیا۔ جہاں بڑے کالو کی منتظر فلٹن ہم دونوں کو تاروں سے جھٹکی ہوئی ہوا میں گورنمنٹ ہاؤس لے گئی۔

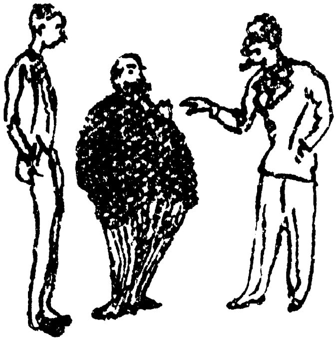

(دائیں سے بائیں) وزیر اعظم بوشا، چھوٹا کالو اور مسٹر بولپو گورنمنٹ ہاؤس کی ایک پارٹی میں

چوتھا باب

ماضنین میں حقوق نسواں

ماضنینوں کا دیوتا مینوؔ ہندو دیوتے شو کی طرح جنسی لحاظ سے نر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اوتر برہمچاری ہونے کی وجہ سے جنسی فعل سے پرہیز کرتا ہے۔ ہے وہ نر اور اس امر نے ماضنینوں کی تمدنی اور سماجی زندگی پر ایک بے حد گہرا اثر ڈالا ہے۔ کیونکہ دیوتا نر ہے۔ اس لئے قانون سب مردوں کے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ عورتیں اس ملک میں صرف مردوں کے استعمال کی چیزیں ہیں اور تم ان کو اس طرح استعمال کرتے ہو جیسے اپنے ٹوتھ برش، گرم پانی کی بوتل اور رائیما کے سامان کو۔ جب کوئی ماضنینی رات کو کسی عورت سے متمتع ہوتا ہے تو وہ اپنے اس عمل کا ذکر اپنے دوستوں میں اس سے کرتا ہے "میں نے کل رات ماوام۔ کو استعمال کیا اور اب ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔"

آنے والے دستور کے دیباچہ کا پہلا رکن بھی یہی کہتا ہے "سب آدمی برابر ہیں" یہ جان بوجھ کر عورتوں کا ذکر نہیں کرتا۔ ماضنینی یہ سوچ ہی نہیں سکتے کہ عورتیں مردوں کے برابر کیسے ہو سکتی ہیں۔ ایک

انیما کاڈیہ ایک آدمی کے برابر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اور کیا مینیٹو نے خود اپنے پوتر شاستروں میں یہ بار بار نہیں کہا کہ عورتیں مردوں کے لئے کھیل کا میدان ہیں۔

مجھے مینیٹو کے سنہری مندر کے چند پجاریوں سے مینیٹو ازم میں عورت کے درجہ پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ وہ سب زبانی تو اس بات کا دعوےٰ کرتے ہیں کہ ان کے مذہب میں عورت کو مرد کے ساتھ برابر کا درجہ دیا گیا ہے۔ مگر اسی سانس میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عورت مرد کا ستر ڈھانپنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہ ایک درجہ والا دعوےٰ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ عمل میں دیکھا جاتا ہے تو عورت بہت حد تک آدمی کی قید میں ہے۔ ماضینی مرد کہتے ہیں کہ یہ قید ان کے لئے اچھی ہے۔ ان کو پاک اور نیک رکھتی ہے۔ اور غیر محرموں کی بری نظر سے ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ماضینین میں ہر شادی شدہ آدمی غیر محرموں کے ہاتھوں نالاں ہے۔ یہ غیر محرم ہمیشہ دوسروں کی بیویوں کو تاڑنے کے لئے کچھ کھوئے کھوئے سے اور اُداس بازاروں میں گھومتے نظر آتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ ماضینیوں کے نزدیک عورت کا دوسرا نام "گناہ کی ترغیب" ہے۔ گناہ سے مراد اس ملک میں ہمیشہ جبلتی فعل کی خواہش یا اس کے ارتکاب سے لیجاتی ہے خود نیک اور پارسا رہنے کا انہوں نے یہ حل سوچا ہے کہ عورتوں کو قید رکھا جائے۔ تاکہ وہ باہر بازاروں میں

نکل کر معصوم ماضنینوں کو گناہ کی ترغیب نہ دیں۔ اکثر خاوند اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ باہر اس لئے نہیں لیجاتے کہ کہیں ان کے دوست ان سے بیویوں کو ادھار مانگنے کی کوشش نہ کریں۔ "مسٹر فلاں فلاں اگر تم مادام کو استعمال نہیں کر رہے تو میں کچھ دن استعمال کے لئے ان کو لے جا سکتا ہوں" اس قسم کی درخواست کو ٹالنا ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔ اور پھر جہاں دوستی کا معاملہ ہو۔ ماضنین بے حد اخلاقی قوم ہیں اور جنسی مجامعت ان کے لئے ایک خوفناک ترین گناہ ہے۔

اس جلنسوں کی علیحدگی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ماضنین میں ہزاروں نوجوان جو نامحرم کہلاتے ہیں ایسے نکلیں گے جنہوں نے اپنی ساری عمر میں اپنی ماں اور بہنوں کے علاوہ کسی اور عورت کی شکل تک نہیں دیکھی۔ اس کا نفسیاتی اثر تباہ کن ہوا ہے۔ وہ عورتوں کے لئے جلتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان میں سے اور بچے پیدا کرنے کے عمل سے بدرجہ اتم خائف ہیں۔

اس سلسلہ میں مجھے ایک دلچسپ واقعہ بتایا گیا ہے۔ شتراباسکے ایک مقامی کالج کے ہوسٹل کے طالب علموں کے لئے عورت اس درجہ ایک عجیب وغریب اور نایاب چیز ہو گئی تھی کہ ایک بار جب ایک سینیر طالب علم نے جونیرز کا فول بنانے کے لئے اپنے کمرے کی کھڑکی میں سے دیکھتے ہوئے یونہی "لڑکی"! کہا تو کئی جونیر دوڑتے ہوئے اس کے گرد اس نایاب شے کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جمع

ہو گئے۔ اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا فول بنایا گیا ہے تو ان کی مایوسی دیکھنے کے لائق تھی۔

بازاروں میں اول تو یہاں عورتیں نظر نہیں آتیں اور اگر آتی ہیں تو اپنے اوپر چمکتے ٹین کا ایک 'کیا سک' چڑھائے۔ یہ کیا سک چوکور اور ستون نما ہوتا ہے۔ اس کے اوپر ایک ہیڈ لیمپ ہوتا ہے۔ اور سائڈ پر ایک آٹو میٹک ہارن۔ اس کے نیچے چار چھوٹے ربڑ ٹائر پہیے ہوتے ہیں جو سائیکل کے اصول پر زنجیر اور گراری سے گھومتے ہیں۔ چلانے والے ہاتھ کے پیڈل کیا سک کے اندر ہوتے ہیں۔ اس مشین کو نامحرم پیا' کہا جاتا ہے۔ اور یہ خالص ماضینی پیداوار ہے در حقیقت یہی ایک مشین ہے جو ماضنین کی فیکٹریاں اس وقت خود بناتی ہیں +

لیکن 'ہائی سوسائٹی' میں عورتیں اب کیا سک استعمال کرنے سے انکار کر رہی ہیں۔ اس کے لئے ان کو مینٹو کے راہبوں جنس زدہ نوجوانوں اور ان ماضنینوں کو جن کو لوگوں کے اخلاق - کے محافظ' کے نام سے پکارا جاتا ہے ان کے آوازے سننے پڑتے ہیں۔ اور جب کسی عورت کے کیاسک' اتارنے کی خبر آتی ہے۔ مندر کے راہبوں کے کہنے کے مطابق مینٹو کے پھلتے چہرے کے ماتھے پر ایک اور شکن پڑ جاتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ مینٹو خود ہیجڑا ہونے کی وجہ سے صنفوں میں جنسی میل کو برا اور سزاوار سمجھتا ہو۔

بزفر ایک دفعہ ان ماڈرن عورتوں کے ایک کلب میں اپنی موچھوں پر پاؤڈر تھوپے اور سکرٹ اور نائلن جرابیں پہنے جا گھسا۔ عورتوں کی ایک میٹنگ ہو رہی تھی اور ان میں سے ایک ایک اونچے چبوترے پر کھڑی، پرجوش طریقہ سے اپنی دوسری بہنوں کو بغاوت پر اکسا رہی تھی "ہم مردوں کی محکوم کیوں رہیں۔ ہم وہ ہر کام کر سکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں۔ ہم میں مصنف بننے کی قابلیت موجود ہے ہم بھی وکالت کر سکتے ہیں۔ ہم بھی سائنٹسٹ ہو سکتی ہیں۔ آخر مرد ہم میں سے کس بات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ مردوں اور عورتوں میں آخر بہت معمولی سا فرق ہی تو ہے" اس پر ہر ایک نے چیرز دیئے اور سارجنٹ بزفر اپنے آپ کو جوش میں اس درجہ بھول گیا کہ کپڑا موچھوں سے چھوڑ، وہ تالی بجا کر چلایا "اس تھوڑے سے فرق کے لئے۔ ہرّے ہرّے۔ ہرّے" عورتیں اس کے ایک ایسی میٹنگ میں گھس آنے پر جو صرف عورتوں کے لئے تھی اور اس کو لوگوں کے اخلاق کے محافظوں کا ایک جاسوس سمجھتے ہوئے بیحد تیز ہوئیں اور بڑی مشکل سے بزفر کی موچھیں دونوں طرف سے آدھ آدھ انچ کترنے کے بعد اس قدر بیچیں کہ اس کو جانے دیں۔ اس واقعہ کے بعد بزفر نے ایسی حرکت کرنے سے توبہ کی۔ کیونکہ وہ موچھوں کے معاملے میں بے حد حساس ہے۔

میری رائے میں یہ "علیحدگی" بڑی حد تک عام ماضیوں کی روتی ہوئی شکل کی ذمہ دار ہے۔ اور اس بات کی بھی کہ یہاں حقیقی خوشی اور صحت مند

قہقہے کی اتنی کمی ہے۔ کیونکہ لڑکوں اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے کبھی ایک دوسرے سے مل بیٹھنے یا باتیں کرنے کا موقع شاذونادر میسر ہوتا ہے اس لیئے وہ خود کبھی اپنی زندگی کے ساتھی منتخب نہیں کر سکتے۔ یہ مقدس فرض دونوں کے "باپ" اور "مم" سرانجام دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اگر پاپ (باپ) اپنے لڑکے کے لیئے دلہن چنے گا تو وہ اس کی اپنی پسند ہوگی جس کے متعلق وہ اپنے دل میں یہ خواہش رکھتا ہوگا "اگر میری شادی نہ ہوئی ہوتی یا اگر میری بیوی 'مم' مجھے دوسری شادی کرنے کی اجازت دے سکتی تو میں اس لڑکی سے خود بیاہ رچاتا۔ اب میں کمال قربانی سے اس کو اپنے لڑکے سے بیاہ دونگا۔"

شادیوں کے موقعوں پر امیدوار دولہے بہت زیادہ قابل رحم اور گھبرائی ہوئی مخلوق ہوتے ہیں۔ اور شادی کی پہلی رات کو اپنی مردانگی کے امتحان کی رات تصور کرتے ہیں۔ ایک لڑکی سے اکیلے روبرو ہونے کے تصور سے ان کی جان جاتی ہے۔ ماضی میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شادی کے دن امیدوار دولہے کی ہمت جواب دے جاتی ہے۔ اور وہ کہیں روپوش ہو جاتا ہے۔ میرے دوست ایریل جونیر نے مجھے بتایا کہ یہ وقوعہ اکثر عام ہوتا ہے اور پچاس فی صدی ہونے والے دولہے شادی کے عین موقعہ پر رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر تو عموماً پکڑ دھکڑ کے پھر واپس لائے جاتے ہیں مگر بعض تو ایسے ہوتے ہیں پھر کبھی سننے تک نہیں جاتے۔ وہ غالباً یا تو سرحد پار کر کے پہاڑی

چوہوں کے ملک میں چلے جاتے ہیں۔ جہاں وہ وہاں کے باشندوں کے خوراک کے مسئلے کو حل کرنے کے کام میں آتے ہیں، اور یا کھلی ہوا کے عاشقوں میں شامل ہو کر نیچرلسٹ بن جاتے ہیں۔)

بیشتر نوجوان جو ذرا ہمت والے ہوتے ہیں۔ دل کڑا کرکے اس امتحان میں سے گذرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس امتحان میں کامیابی کے لئے ماضنین کے شہروں کے مقامی جادوگروں کی خدمات حاصل کیجا سکتی ہیں جن کی گولیاں، مرکبات، سفوف، بزدل سے بزدل نوجوانوں کو پانچ منٹ کے اندر اندر ہرکولیس کا چھوٹا بھائی بنا دیتے ہیں اور سنگ دل سے سنگ دل عورت کو ہمیشہ کے لئے موم کر دینے کی تاثیر رکھتے ہیں۔

ان حالات میں کوئی تعجب نہیں کہ ماضنین میں مستقل کنواروں کی تعداد خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ اور جہاں تک عورتوں کا معاملہ ہے وہ اپنے آپ کو سنگی بنائے ہوئے ہیں۔ نامحرم پی پا ہیں اس سربستہ راز کے کشاد کے لئے ان کا پہلا تجسس بتدریج اور ناگزیر طریقے سے کچھ کچھ بے اعتنائی میں بدل رہا ہے۔ میرا دوست اپریل جونیر اس بے اعتنائی کو نروان کی تیسری اور آخری منزل کا نام دیتا ہے اور ماضنین کے بیشتر تیس سال سے اوپر کے کنوارے اب اس منزل میں ہیں۔

پانچواں باب

ماضینین میں ادب اور آرٹ

مجھے — پو یو پالنہارچو کا مانیفو کو ادب سے بے انتہا لگاؤ ہے۔
میں نے خود ہتی زبان میں کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بعض پوکنا پوٹا وا ہا میں
لاکھوں کی تعداد میں بکی ہیں۔ اور میرے نام سے کئی دوسرے لوگوں نے بھی
کتابیں لکھی ہیں۔ حقیقتاً میں پوکنا پوٹاوا ہا میں سیاست داں کی حیثیت
سے اتنا معروف نہیں ہوا جتنا مصنف کی حیثیت سے پچھلے ہی سال
عزیزیسا رجنٹ بزفر نے میرے نام سے ایک ملٹری مینوئل لکھی تھی جس کی وجہ
سے میں نے اپنے آپ کو موجودہ ملٹری سائنس کا سب سے بڑا ماہر تسلیم کیا
ہے۔ (اس کتاب پر ریویو جو بک بک کے نام سے پوکنا پوٹاوا ہا کی ایک
بین الاقوامی شہرت کی میگزین میں چھپا تھا۔ اور جس میں مجھے ملٹری معاملات
کا ماہر تسلیم کیا گیا تھا خود میرا تھا)

اس لئے کہ یہ میرا چہیتا موضوع ہے اور اس لئے بھی کہ کسی قوم کا ادب
اس کے سماجی ڈھانچے کو تعمیر کرنے یا گرانے (جو موجودہ ادب کر رہا ہے) میں
ایک اہم پارٹ ادا کرتا ہے۔ میں یہ چند صفحے ماضینی ادب اور مصنفوں کے

بارے میں اپنے تاثرات سے سیاہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔

سب سے پہلا آدمی جس نے ماضینین میں کتاب لکھی اور جو ماضینی ادب کا بانی بنا ــــ (کوئی نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا تھا۔ اور اس نے کونسی کتاب لکھی تھی) ــــ ایک آدمی تھا جو غالباً اب مر چکا ہے۔ یہاں کی ادبی تاریخوں میں اس آدمی کو متفقہ طور پر ماضینی ادب کا بانی بتایا گیا ہے۔

موجودہ مصنفوں میں دو قسم کے مصنف ہیں۔ پرانے اسکول کے مصنف اور نئے اسکول کے مصنف + اور یہ فیصلہ کہ وہ پرانے اسکول کے ہیں۔ یا نئے اسکول کے یہ مصنف خود کرتے ہیں + بیشتر نئے سکول کے مصنف کہلانا قابل فخر سمجھتے ہیں۔ اور پھولے نہیں سماتے۔ ان دونوں سکولوں کے مصنفوں کی چیخ چپیٹ اور آپس کی تو تو میں میں یہاں کے ادبی سین کا ایک بہترین تفریحی واقعہ ہے۔ اور مقابلہ کرنے والے پٹھوں کی تکنیک دن بدن نکھر رہی ہے +

یہ مصنف گروپوں میں کام کرتے ہیں۔ عموماً تین تین چار چار مصنف مل کر رسالہ نکالتے ہیں جس میں سب افسانے آرٹیکل، خاکے ان کے اپنے ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے آرٹیکل لکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کی کتابوں پر ریویو لکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کا انٹرویو لکھتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بے حد دلچسپ ہوتا ہے + اگر تم بہترین افسانہ نگار۔ باعمی ترین شاعر۔ زبردست تنقید نگار بننا چاہتے ہو تو تم کو ان گروپوں میں سے ایک میں شامل ہونا پڑے گا +

باقی کام سہل ہوتا ہے اور اس کے لئے زیادہ وقت درکار نہیں عموماً بہترین ـــــ باغی ترین ـــــ زبردست ـــــ وغیرہ بننے کیلئے دو تین مہینے کافی ہوتے ہیں +

نئے اسکول کے مصنفوں کے اس وقت پانچ طاقتور گروپ ہیں وہ الگ الگ کام کرتے ہیں۔ مگر جہاں پر لے نئے اسکول کے مصنفوں سے منہ کو آنے کا وقت آتا ہے، یہ سب گروپ ایک حیران کن اشتراک کا ثبوت پیش کرتے ہیں +

موجودہ ادب کی ابتدا اس لئے ہوئی کہ ماضیین میں عورتیں تھیں۔ جب ماضینی عورتوں کا تصور کرتے تھے تو ان کے دل میں گدگدی ہوتی تھی اور کوئی نگنام سی چیز ان کے پاؤں کے انگوٹھے سے اوپر کی طرف اثر کرنے لگ جاتی تھی۔ لبعض عورتیں جن کی وہ اپنے کوچے میں کبھی جھلک دیکھ پاتے تھے بالکل ان کو دیوانہ اور گرویدہ کر دیتیں اور کئی کئی راتیں وہ یہ سوچتے رہتے کہ اگر وہ ان کو حاصل کرلیں تو وہ ان کے ساتھ کیا کیا حرکتیں کریں اور کیسے کیسے اپنے ارمان پورے کریں۔ میں نے پہلے ایک باب میں لکھا ہے کہ وہ قانونی اور جائز ذرائع مفقود تھے جن سے وہ عورتوں سے دوبدو ہو سکتے۔ اور اپنی حسرتیں اور ارمان نکال سکتے اس لئے انہوں نے افسانے لکھنے شروع کر دیئے۔ ان افسانوں میں وہ بلا دھڑک وہ سب باتیں لکھنے لگے جنکو عملی طور پر کرنے کے لئے نہ ان کے پاس مواقع تھے اور نہ ہمت۔ انہوں نے سونے کے

کمرہ کی بعض برہنہ ترین تفصیلات تک لکھ ماریں اور ان کے افسانے یہ تاثر دیتے تھے کہ ان کے لکھنے والے البیلے کاسونووا ہیں جن کے ہاتھوں میں عورتیں موم ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ دراصل شرمیلے اور کالجوں سے نئے نئے فارغ شدہ لڑکے ہوتے تھے جنہوں نے عمر بھر کبھی کسی اجنبی عورت سے بات تک نہ کی ہوتی تھی۔

اس ادب کا ایک وقت بڑا چرچا رہا۔ ہر ایک اس کو لکھتا تھا۔ ہر کوئی اس کو پڑھتا تھا اور ہر ایک کی زبان پر اس کا ذکر تھا۔ اس زمانے کے بعض افسانے "انگیا کے پیچھے" وغیرہ نے نوجوان ماضنیوں میں ایک ہیجان بپا کر دیا۔ اور کئی مصنف شہرۂ آفاق کسبیوں کی طرح مشہور ہو گئے پھر یک لخت ایک صبح ماضنیوں کو بتایا گیا کہ یہ سونے کے کمرے کا ادب اصلی ادب نہیں۔ اور اصلی ادب ان کے سامنے اب جیتا جائے گا۔

ہوا یہ کہ وہ مصنف جو جنسی ادب لکھتے رہے تھے۔ عمر کے تقاضے سے تر وان کے تیسرے اور آخری درجے میں قدم رکھنے لگے تھے۔ انہوں نے عورت سے جو کچھ ممکن ہو سکتا تھا 'کر' لیا تھا۔ اور اب زیادہ 'کرنے' کی ان کو خواہش نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنی ابلتی ہوئی تخلیقی قوتوں کے لئے ایک اور راستہ دریافت کیا۔

انہوں نے کھلی ہوا کے عاشقوں کو دریافت کر لیا۔ اور ان کا ان کو دریافت کرنا تھا کہ وہ ان پر پل پڑے۔ انہوں نے افسانے

لکھے جن میں ہیرو کھلی۔ ہوا۔ کے۔ عاشقوں میں سے ہوتا تھا۔ اور جو آخر میں یا تو وسطی جو ہڑ میں ڈوب مرتا تھا۔ یا شہر کے پل کے نیچے سے ایک ہک سے رسی لٹکا کر پھانسی لے لیتا تھا + بعد کے افسانوں میں یہ ہیرو دلیر ہو گیا۔ اور آسمان۔ کو۔ چھونے۔ والوں میں رہنے والوں کے گھروں میں جا کر قبضہ جمانے لگا۔ اور اس کے بعد کے افسانوں میں ایک میں تو ہیرو اتنا دلیر ہو جاتا ہے کہ بڑے کالو کو صدارت کی کرسی سے نیچے کھینچ کر خود اس پر بیٹھ جاتا ہے + کھلی ہوا۔ کے۔ عاشقوں کی تعریف میں نظمیں لکھی گئیں جن میں ان کو بتایا گیا کہ وہ وقت نزدیک ہے جب مینٹو آدمی کے روپ میں ہاتھ میں بھالا لئے اور بھورے شیر پر سوار مشرق سے نمودار ہوگا۔ اور ان کی سلطنت قائم کرے گا بعض نظموں میں ان کو صاف صاف یہاں تک اکسایا گیا کہ وہ فوراً گورنمنٹ ہاؤس پر حملہ کر دیں اور بڑے کالو کو پکڑ کر مینٹو کے بت پر بھینٹ چڑھا دیں۔ ایک نظم کا آخری بند ہے۔

اعتراض اس کو نہ ہوگا بھینٹ چڑھنے سے
کیوں ہو!
وہ ہے مینٹو کا پیارا۔ مینٹو اس کا پیارا۔

جو مجھے کچھ کچھ احمقانہ معلوم ہوتا ہے +
مگر کھلی۔ ہوا۔ کے عاشقوں کا اوسط ہر فرد ان پڑھ ہے۔ اور یہ سب فصاحت و بلاغت اس تک نہیں پہنچنے پائی۔ اگر فرض کیا پہنچ

بھی جاتے پھر بھی منیٹو کا رعب اس کے قویٰ کو مفلوج کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے اسکول کے مصنفوں میں سے کئی فی الواقع پر خلوص ہیں لیکن زیادہ تر وہ ہیں جو تسلیم کئے جانے کے خواہاں ہیں۔ یہ موخرالذکر میرے خیال میں محض تھرڈ کلاس ڈھنڈورچی ہیں جو سب سے زیادہ شور مچا کر اور سب سے اونچا چیخ کر لوگوں کو اپنی نیک دلی اور بھگتی کی دہائی دے رہے ہیں۔

یہ ہے نیا ادب۔ ان کے افسانے پڑھ کر کم از کم یہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسا گروپ کہاں بیٹھ کر افسانے لکھتا ہے۔

ایک بیکارڈ کار گروپ ہے جو اپنے افسانے بیکارڈ کار میں بیٹھ کر لکھتا ہے۔ ایک گروپ افسانے ڈرائنگ روم میں صوفہ سیٹ پر بیٹھ کر سنہری نب کے فونٹین پن سے لکھتا ہے۔ + دو تین گروپ۔ گندم باجرے۔ گنے شلغم وغیرہ کے کھیتوں میں بیٹھ کر لکھتے ہیں۔ افسانوں سے مختلف اناجوں اور سبزیوں کی خوشبو سونگھی جا سکتی ہے۔ ایک اور گروپ ہے جو غسل خانہ گروپ کہلاتا ہے۔ ان کے افسانے صابون اور بعض دوسری چیزوں کی باس دیتے ہیں۔ لاوارثی گروپ۔ لاوارثی میں بیٹھ کر ادب تخلیق کرتا ہے۔

یہ سب گروپ ادب تخلیق کرتے ہیں۔ وہ سنجیدگی سے مصمم ٹھوڑیوں سے ادب تخلیق کرنے پر لگے ہوئے ہیں اور جتنی اہمیت اور انہماک اور یکسوئی سے یہ کام ماضنین میں ہو رہا ہے۔ غالباً یورکنا پوٹا واہا میں بھی

نہیں ہوتا۔ یوکنا پوٹا واہیر تھرت حکومت کا "افسانہ" ڈیپارٹمنٹ ... عوام کے لئے افسانے اور ناول بنانے کا مجاز ہے۔ اور یہ ناول خاص مشینوں پر تیار کئے جاتے ہیں۔ ایک مختصر افسانہ جس پر پہلے مصنف کئی کئی گھنٹے صرف کیا کرتے تھے۔ اب تین منٹ میں افسانہ نگاری کی مشین بنا کر نکال باہر پھینکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں پرائیویٹ انٹر پرائز کے لئے کوئی موقع نہیں

اب میں آرٹ کے بارے میں چند سطریں اضافہ کروں گا۔ ماضنین میں چند پینٹر ہیں اور دو تین سنگ تراش بھی + یہ سنگ تراش دراصل موم تراش ہیں۔ وہ موم کو کاٹنا اور اس پر کام کرنا زیادہ سہل اور آرٹسٹک سمجھتے ہیں۔ ماضنین میں پتھر کے صرف وہی مجسمے نظر آتے ہیں جو یا پور ریور یہاں بنا کے چھوڑ گئے تھے۔ موم کے مجسمے پبلک سیکٹروں میں کہیں نصب ہوئے نظر نہیں آتے۔ صرف دو کانوں میں میں نے موم اور پلاسٹک کے بنے ہوئے چند شیر دیکھے جن میں شیرانہ وقار کا نام نہ تھا۔

ماضنین میں سب سے بڑا آرٹسٹ نچ پچ ہے۔ جو ایس لے، ٹائمز کے اشتہاروں کے ڈیزائن بناتا ہے۔ اس کی سب سے مقبول ڈرائنگ ایک بے تحاشا موٹے آدمی کی ہے جس کے ایک ہاتھ میں مگدر ہے۔ اور جو ایک چیتے کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہے۔ حال ہی میں اس نے اپنے خیالات کے اظہار کا ایک بالکل نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جس کو وہ لکیر اور نقطے کا طریقہ کہتا ہے۔ اس طریقے سے سیدھی لائنوں اور نقطوں

کے ذریعہ سے وہ اپنے خیالات ایسی خوبی اور لطافت سے صفحہ قرطاس پر منتقل کر سکتا ہے جو پوری پرانے فیشن کی تصویر میں کبھی ممکن نہیں۔ اس کی ان لکیروں۔ نقطوں کی تصویروں کو سمجھنے کے لیے اس کے خیالات جاننا ضروری ہے جو ان کے محرک ہوئے اور جن کو وہ قابل فہم الفاظ میں بیان کرنے میں دقت محسوس کرتا ہے وہ ضرور ایک بہت بڑا آرٹسٹ ہوگا۔ ماسٹنین میں ہر ایک کا یہی خیال ہے۔ اس طریقے نے آرٹ کو اس قدر سادہ کر دیا ہے کہ اب ہر کوئی دو منٹ میں آرٹسٹ بن سکتا ہے گھر بیٹھے بٹھائے۔

چھٹا باب

یوکناپوٹا واہا میں انقلاب

دیواریں کیسے پھاندی جاتی ہیں

میں نے اتنی ساری جگہ باشندوں کی سماجی اور معاشی حالت کو اس لئے دی ہے تا کہ جدید اور مستقبل کے تاریخ دانوں کو اس کم جانے ہوئے ملک کی زیادہ مکمل تاریخ مرتب کرنے میں مدد مل سکے۔ ایک ہزار سال بعد شاید میری رپورٹ کو بھی اسی اہمیت اور مستند حیثیت سے دیکھا جائے گا۔ جو آجکل سفر نامہ مارکو پولو اور ہومر کی "الیڈ" کو حاصل ہے اور میری پوشیدہ اور دبی ہوئی تمنا ہے کہ اس کو یوکناپوٹا واہا کی یونیورسٹیوں میں ایک ادبی اور تاریخی کلاسک کے طور پر پڑھایا جایا کرے۔ کچھ عجب نہیں کہ ایسا ہی ہونے لگے۔ مگر حقیقتاً میری دلی خواہش یہی ہے کہ دنیا مجھکو مرنے کے بعد یوکناپوٹا واہا کی ری پبلک کے صدر کی حیثیت سے گرچہ بھلا دے تو بھلا دے۔ مگر میری تصانیف۔ یعنی وہ کتابیں جن میں مجھے مصنف بتایا گیا ہے۔ ضرور پڑھتی رہے۔

بہر حال پچھلے تین بابوں کو ۱۹۶۱ء کے ماضنین پر ایک مختصر رپورٹ متصور کیا جا سکتا ہے۔ میں اب پھر اپنی ذات کی طرف آتا ہوں۔ اور اس سرگذشت کو اپنے قیام کی اٹھائیسویں دن کی نامبارک صبح سے شروع کرتا ہوں۔ جب ایک چھوٹے سے کاغذ کے زرد پرزے نے مجھکو اور سارجنٹ بز فرکو ایک ناقابل تصور۔ دل ہلا دینے والی اور بالکل بیہودہ قسمت آزمائی کے ایک چکر میں گرفتار کر دیا۔ اور ہمیں جن افسوسناک حالات سے سابقہ پڑا۔ اور جو کچھ ہمارے ساتھ اس فلک نا ہنجار نے (یہ ایک ماضینی روزمرہ ہے) کیا وہ سنگ دل سے سنگ دل پڑھنے والے کو خون کے آنسو رونے پر مجبور کر دے گا۔ ہماری ڈٹرا در بھنگ پارٹیوں کی خوشنما پرچین دنیا ایک سہانے خواب کی طرح یک لخت ٹوٹ گئی۔ اور جیسا کہ آگے آئے گا۔ ہمیں گورنمنٹ ہاؤس سے اس عجلت اور بے غرتی سے نکلنا پڑا کہ ہم اپنا بوریا بستر بھی نہ سمیٹ سکے۔

مجھے اس طرح معلوم ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہے۔ میں ایک روز صبح گورنمنٹ ہاؤس کے باغ میں بیٹھا طوفان سے پہلے کے ایک برطانوی شاعر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی ایک نظموں کی کتاب پرندوں کو اس خیال سے سنا رہا تھا کہ شاید وہ اسکو مجھ سے زیادہ سمجھ سکیں کہ سارجنٹ بز فر سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔

سارجنٹ ارلی برڈ نہیں ہے۔ اور میں اس کو دس بجے صبح سے پہلے بستر سے باہر اور بیدار دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ سارجنٹ اپنے چینی

سلیپنگ سوٹ میں تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک زرد کاغذ کا پرزہ تھا۔ ظاہر تھا کہ سارجنٹ کی خبر اچھی نہ تھی اور یہ کہ کوئی بڑی آفت کسی جگہ نازل ہوگئی تھی۔

"کیا ہے سارجنٹ" میں نے ایک اتفاقی لہجہ میں کہا "مجھے تمہیں اتنی جلدی بیدار دیکھکر تعجب ہوا ہے؟"

"ہم نہیں سکے نہ رہے" سارجنٹ بزفرنے مجھے زرد کاغذ دیتے ہوئے کہا، "ہمارا بالکل ہینڈل کھنچ گیا ہے"!

"ہوا کیا؟ کیا بڑے کابونے ہمیں زیادہ دیر مہمان ٹھیرانے سے انکار کر دیا ہے"

میں نے عادت کے مطابق اور نادانستہ زرد کاغذ کو تہ بتہ لپیٹ کر اور مخروطی شکل دے کر اس کی نوک سے کان کے اندر کی میل نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا +

"نہیں اس سے بھی بہت بُری بات ہوئی" سارجنٹ بولا "یہ زرد کاغذ تار ہے۔ جو ابھی ابھی سارجنٹ گم نے یوکنا پوٹا وا سے بھیجا ہے۔ یہ کوڈ میں ہے" یوکنا پوٹا وا میں 'ریوولیوشن' ہوگئی ہے۔ جنوب مغربی پارٹی نے سینٹ کے سب ممبروں اور حکومت کے وزرار کا صفایا کر دیا ہے۔ اور حکومت خود سنبھال لی ہے"!

"تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ جنوب مغربی کے لئے فیر تھا۔ اور اسوقت جب میں یہاں تھا۔ اور کچھ"؟ میں نے ٹھنڈے طریقے سے پوچھا جیسا

کہ اس خبر نے مجھ پر کچھ اثر نہ کیا ہو۔

"اور یہ کہ یور آنر، تم اب یوکو پوٹا واہا کے صدر نہیں ہو۔"

"یہ واقعی بڑی بری خبر ہے بزفرز" میں نے تحمل سے اس پہاڑ کو اپنے سر کے اوپر پھاٹتے ہوئے کہا۔ "ان جنبلی پارٹی والوں کا ہیں نے بگاڑا کیا تھا"

"یور آنر! ہیں نے تمکو کئی مرتبہ ان کے خلاف ہوشیار کیا تھا۔ انکا لیڈر رومولو تم کو مطلق پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ تم کو بوڑھی کنواری چچی پوپو پا لیہارچو کا مانیفتہ کہا کرتا تھا۔"

"یہ کہا کرتا تھا۔ وہ گیدی" میں نے اپنے مورثوں کا بہادر گرم خون اپنی رگوں میں ابلتا ہوا محسوس کیا۔

"ہمیں فوراً راکٹ میں یوکو پوٹا واہا پہنچنا چاہیئے" میں نے ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کو پھینکتے ہوئے کہا "سارجنٹ! میرا بستر باندھو!"

"یور آنر! راکٹ یہاں پر رسیو کئے جا سکتے ہیں مگر یہاں سے انکو چلانے کے لئے یہاں پر کوئی ٹیکنیکل انتظامات نہیں ہیں۔"

"اوہ! یہ ماضینی" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا "اچھا تو ہوائی جہاز"؟ "سرخ چین ایرویز کا ایک ہوائی جہاز یہاں ہفتہ میں ایک بار اترتا ہے۔ اور وہ بھی یوکو پوٹا واہا نہیں جاتا۔" سارجنٹ بزفرز نے بالکل ہمت ہار دی تھی۔

"بوڑھے آدمی برٹے کا بو کے پاس ہوائی جہاز ہو گا" میں نے پرامید ہو کر کہا "شاید اس کو ہمیں اس کے ادھار دینے کے لئے اکسایا جا سکتا ہے"

"اس کے پاس ہوائی جہاز نہیں ہے۔ اس کے پاس صرف ۱۹۵۵ء کی پیکارڈ ہے۔ افضل نزکابو مرحوم کا ایک پرانا بیسر میسر شٹ ہوائی جہاز ہوا کرتا تھا۔ مگر وہ اب اسٹیٹ میوزیم میں ہے۔"

"تو ہم پھر واپس کیسے جا سکتے ہیں! سٹیمر شپ میں؟"

"اس سے تو تیس دن لگیں گے۔ اور میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس پورا کرایہ بھی نہیں۔ اور کیونکہ یورآنر! اب تم یوکنا پوٹا واہا کے صدر نہیں ہو۔ ماضی میں یوکنا پوٹا واہا کے سفارت خانہ سے بھی ایک روبل ملنے کی امید نہیں ہو سکتی"

"سارجنٹ بزفز! آدمی بنو۔ ہمت کرو! تم نے آج اپنے آپ کو بالکل قنوطی ثابت کر دیا ہے۔ تمہیں کہیں بھی امید نظر نہیں آتی۔ تم نے غالباً ابھی مسٹر ریک بک کی 'پک می اپ' پلز نہیں کھائیں"!

یورآنر! تم مذاق کر رہے ہو۔ میں کہتا ہوں۔ پوزیشن بالکل نازک ہو چکی ہے۔ ابھی یہ خبر ایس لے۔ ٹائمز کے پہلے صفحہ پر پبلش ہو جائیگی۔

"یوکنا پوٹا واہا میں ریوولیوشن۔ مسٹر رومولو کا اعلان۔ مسٹر پوپو پالنہا چوکا مانیفو پوسر پر ادر غدار ہے۔ اور اس پر غائبانہ مقدمہ چلایا جائے گا۔"

ایس۔ لے۔ ٹائمز کے پاس ٹیلی پرنٹر ہے۔ دو گھنٹے کے اندر اندر ساری ماضیہ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ تم اب صدر نہیں رہے۔ یورآنر! ہم پھر کیا کریں گے! بڑا کابو ہمیں افسوس کے ساتھ پھاٹک دکھا دے گا۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ رومولو کو خوش کرنے کے لئے اور یوکنا پوٹا واہا سے اپنے ڈپلومیٹک

تعلقات خوشگوار کرنے کے لئے تم کو اور مجھکو زنجیریں پہنا کر قید میں ڈال دیں۔ اور بعد میں رد مولو گورنمنٹ کی درخواست پر ہمیں جنگی مجرموں کی حیثیت سے یوکنا پوٹا وا ہا کو روانہ کر دیں۔"

"ہم"! میں نے ٹھوڑی کو کھجاتے ہوئے کہا "پوزیشن فی الواقع بیحد نازک ہے۔ تمہارے پاس سگرٹ ہے؟"

اس نے مجھ سے کہا کہ وہ سگرٹ گورنمنٹ ہاؤس کے ڈرائنگ روم سے لا کر دے سکتا ہے جہاں چار پانچ ٹین ہر وقت کھلے ہوئے رکھے رہتے ہیں۔ مگر میں نے اس کو یہ تکلیف دینی گوارا نہ کی۔ کیونکہ پوزیشن بے حد نازک تھی اور ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

"تو سارجنٹ تمہارا کیا مشورہ ہے! کیا تم اس وقت اپنے صدر کے ساتھ ہو۔ جہنم میں اور جنت میں"!

"... اور جنت میں۔ سارجنٹ بز فر تمہارے ساتھ ہے یور آنر" اس نے ایک اسمارٹ فوجی سلوٹ کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں ہم نے گورنمنٹ ہاؤس کے برآمدے میں بڑے کا بو کو اپنے لنگوٹے میں صبح کی تازہ ہوا کھاتے ہوئے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایس اے ٹائمز کا تازہ پرچہ تھا جس میں یوکنا پوٹا وا ہا کی 'ریو ولیوشن' کی خبر ضرور آئی ہوگی۔ اس نے ہمکو فوراً فیصلہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار کر دیا۔

"سارجنٹ! ہم کو یہاں سے بھاگنا پڑے گا اور اسی وقت! پانچ

منٹ میں بڑا کابو ہمیں قید کروا دے گا"!

"میں سلیپنگ سوٹ اتار آؤں اور۔۔۔۔۔۔"

"نہیں سارجنٹ! میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ وقت مطلق نہیں"

ہم باغ کے درختوں کے پیچھے چھپتے چھپاتے بیرونی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ دو تین مالی اور سپاہی ہمیں ملے چونکہ ان کو یہ شک تک نہ تھا کہ ہم بھاگ رہے ہیں۔ وہ سلام اور سیلوٹ کرکے ہمیں باغ کی مکمل تنہائی سے لطف اندوز ہونے کی خاطر دور ہٹ گئے۔

دیوار کے پاس پہنچکر ہم نے ادہر ادہر دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ دیوار نو فٹ اونچی تھی اور اس کو پھلانگنے کا سوال ٹیڑھا تھا۔ آخر میں سارجنٹ بزفز کے کندھوں پر کھڑا ہو کر دیوار کے اوپر۔۔ چڑھ گیا۔

"اب میں کس طرح اوپر چڑھوں" سارجنٹ بزفز نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔ جیسے کوئی بچہ رونے کے لہجہ میں کہے۔

اس کے لئے مجھے پھر باغ کی طرف چھلانگ لگانی پڑی۔ میں زمین پر اترتے وقت اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا۔ اور لڑھک کر قلابازی کھاتا ہوا سامنے ایک گڑھے میں جا پڑا۔ جس قلابازی کا میرا مطلق ارادہ نہ تھا اب کے میں نے سارجنٹ بزفز کو اپنے کندھوں پر کھڑا کیا اور میرے سہارے سے وہ دیوار کے اوپر چڑھ گیا۔

"اور اب میں دیوار پر کیسے چڑھوں" میں نے پوچھا۔

میں یہ سوال کر ہی رہا تھا کہ سامنے سے ہیڈ چیف کو آتے ہوئے دیکھا

یہ معلوم نہیں کہ اس کو اس قسم کا شک گذرا یا نہیں کہ ہم بھاگ رہے ہیں مگر میں نے معاملہ کو دوسری طرح پیش کر کے اپنی حاضر دماغی کا ثبوت دیا

"ناشتہ تیار ہو گیا؟ ہم ذرا کھلی ہوا میں ورزش کر رہے تھے۔ میرا اور سارجنٹ کا" بیٹ نے" میں نے معذرتاً کہا۔

ہیڈ جیف کچھ کچھ بوکھلا گیا۔ پھر شاید اس نے سوچا کہ بادشاہوں ۔ اور پریذیڈنٹوں کے عجیب عجیب خیال ہوتے ہیں۔ ہمارے چیف نے درخواست کی کہ وہ سب مجھے اپنے کندھے پر کھڑا کر کے دیوار کے اوپر چڑھانے میں مدد کرے ورنہ سارجنٹ بذات خود مجھ سے بازی لے جائے گا۔ چیف قدرتاً پریذیڈنٹ لوچھ کو اپنے اوپر اٹھانے کی سعادت اور خوش نصیبی اور ہمارے کھیل میں شریک ہونے کے لئے عزت افزائی سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے مجھے اپنے کندھے پر بٹھا کر اوپر دیوار پر پھلانگنے میں مدد دی اور میں نے اوپر چڑھتے وقت لات کی ایک دولتی سے چیف کو نیچے گڑھے میں گرا دیا۔ ابھی چیف اپنے حواس مجتمع نہیں کرنے پایا تھا کہ میں اور سارجنٹ دیوار کے دوسری طرف چھلانگ لگا کر کھڑے تھے۔ اور دوسرے لمحہ بگٹٹ اس سڑک پر بھاگ رہے تھے۔ جو سیدھی جوہٹر ویو ہوٹل اور کھلی ہوا کے عاشقوں کی کالونی کی طرف جاتی تھی (اس سڑک کا نام جوہٹر ویو روڈ ہے۔ اور شترابا کی ایک ہی میٹلڈ روڈ ہے)

جوہٹر ویو ہوٹل کے باہر کھڑی ہوئی چند دو ٹنگیوں اور گھوڑا گاڑیوں والوں نے ہمیں اپنی گاڑیوں میں سواری کرنے کے لئے آوازے لگائے

مگر ہم کان دبائے اس طرح نکل گئے جیسا کہ ہم نے سنا ہی نہیں۔ جیسے کہ ہمیں گھوڑا گاڑیوں سے زیادہ دلچسپی نہ ہو اور موٹر ٹیکسیوں کو ترجیح دیتے ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہ تھے۔ بلکہ سارجنٹ کے پاس تو ایک پائی نہ تھی۔ میری جیب میں ماضینی کرنسی میں ساڑھے آٹھ روپل تھے جس سے ایک تلوار مارکہ سگریٹوں کا پیکٹ خریدا جا سکتا تھا تلوار مارکہ سگریٹوں کے پیکٹ میں پچاس سگرٹ ہوتے ہیں (انہیں کوئی سپیشل تمباکو کا گھر کے پچھلے باغیچہ میں اگایا ہوا استعمال کیا جاتا ہے۔) اور ان کو کاغذ کی بجائے درختوں کے پتوں میں رول کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک چیز نیچرل ہے۔ کھلی ہوا کے عاشق ہمیشہ تلوار مارکہ سگرٹ پیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سب نیچرلسٹ ہیں۔

ہم ہیڈ پوسٹ کے ایک عالیشان مندر کے پاس رکے۔ جس کے سامنے ایک ننھی سی تمباکو کی دوکان تھی۔ میں نے جیب ہلکی کرنے کے لئے دوکاندار کی سفارش پر روبل کا ایک تلوار کا پیکٹ خریدا اور ایک روبل کے دو درخت کے پتے جن کو مختلف رنگوں سے رنگنے کے بعد ان میں لکڑی کے چھوٹی چھوٹی تراشیں رکھ کر کھایا جاتا ہے اور جو فی الواقع نہایت محیر العقول چیز ہے گو مبتدی کو لکڑی کی تراشوں کو دانتوں میں پیسنے میں بعید دقت ہوتی ہے۔

ہم نے پتے منہ میں ڈالے۔ تلوار سلگائے اور سستانے کے لئے مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔ اوپر سورج چمک رہا تھا۔ اور میں کچھ کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ اگر آدمی یو کنا پوٹا وا ہا کا صدر نہ ہو، یا برٹا کا بونہ بھی ہو تو بھی وہ زندہ رہ سکتا ہے

اور کچھ وقت کے لئے میں یہ بھی بھول گیا کہ میں اب کچھ بھی نہیں کہ بڑے کابو کی پولیس میری گرفتاری کے لئے بھاگ دوڑ کر رہی ہو گی کہ سڑک پہ چلنے والے لوگوں میں ایسے کئی ہوں گے جو مجھے پہچان لیں گے +

سارجنٹ بزفرنے کہا "ٹوسٹ اور ایک آملیٹ مجھے اسوقت دنیا کی سب سے حسین ترین چیزیں لگ رہی ہیں"

بھوک مجھے بھی لگ رہی تھی اور میں نے گورنمنٹ ہاؤس کے ہیڈ چیف کو کوسا کہ وہ ناشتہ اتنی دیر سے میز پہ لگاتا ہے۔ سارجنٹ یہ بھول گیا تھا کہ اس میں ہیڈ چیف کا کوئی قصور نہ تھا وہ خود اٹھتا ہی دس بجے تھا۔

"کیا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں" سارجنٹ بزفرنے پوچھا۔

"میرے پاس تھے" میں نے جواب دیا "اسوقت جب میں نے تلوار اور سپتے نہیں خریدے تھے"

"تو اب ہم کیا کریں" وہ غرایا "بھوکے مریں"؟

"اگر تم چاہو تو ہم ابھی واپس گورنمنٹ ہاؤس جا سکتے ہیں۔ سیدھی پھاٹک میں سے۔ اور بڑے کابو کو بتائے بغیر ڈائننگ روم میں ناشتہ کھا سکتے ہیں"

"یہ بزدلانہ ہوگا" بزفرنے کہا۔

"پھر ایک اور طریقہ ہے۔ ہم کھلی۔ ہوا۔ کے عاشقوں" میں شامل ہو جائیں"

میں بولا۔" ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں ان کو بھوک نہیں لگتی۔

اگر یہ بات ہے تو یقیناً "ایڈ واٹیج" ہے۔ میں ان کے لیڈر کو جانتا ہوں"۔

"کون ہے وہ۔ ورڈ زورتھ"؟

"نہیں وہ تو تین سو سال ہوئے مرگیا۔ وہ ماضینین نہیں تھا۔ یہ ایک اور شخص ہے۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو کامریڈ کہتا ہے۔ اس کا اصل نام ہوت ہے"۔

"ہوَت یا ہُوت"

"نہ ہی ہوَت یا ہُوت۔ بلکہ ان دونوں آوازوں کے کچھ بیچ میں"۔ سارجنٹ نے مجھے دو تین دفعہ تلفظ صحیح ادا کر کے بتایا "تو ہم اس شخص ہوت سے ملیں گے۔ مگر یہ تلوار کے سگرٹ چھپا لو۔ وہ ان کو ادھار مانگ لیا کرتا ہے۔ ان کو پسند کرتا ہے۔ وہ کسی قدر۔۔۔ وہ دیکھو ہوت سامنے"

ہمارے سامنے جہاں آسمان کو چھونے والوں، کی قطار کے خاتمہ پر وسطی جوہڑ کا مغربی حصہ نظر آرہا تھا۔ ہوت اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی جوہڑ کے کنارے سے گھاس اور مرے ہوئے کیڑے اکھٹے کر رہے تھے۔

سارجنٹ بز فر نے اپنے منہ کے آگے اپنے دونوں ہاتھوں کا پیالہ سا بنا کر آواز لگائی۔ "ہوت۔ ہوت"

ہوت نے مڑ کر ایک مدافعانہ سی نظر سے ہمیں دیکھا۔ وہ ایک مضبوط بھاری اعضا کا شخص تھا۔ اور اس کے چہرہ پر ایک رعب سا تھا۔ ظاہر وہ ایک سوشل ٹائپ نہ تھا۔

"تم کون ہو"۔ ہوت وہاں سے چلایا "کیا تم آسمان کو چھونے والوں میں سے ہو۔ یا کالوزوں میں سے ہو"!

"سارجنٹ برفر! میں سارجنٹ برفر ہوں"!

"اوہ۔ سارجنٹ برفر" ؟ ہوت کے چہرہ پر ایک صلح جو رنگ سا آیا "اور تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ کیا پٹ کا بوسٹن تم کو گورنمنٹ ہاؤس سے نکال دیا ہے؟ اور یہ دوسرا نیلے سوٹ والا شخص ۔۔۔ پہلے میں نے دیکھا ہوا ہے"

"یہ مسٹر پوپو پالنبار چکا مانیٹو ہے۔ پوکنا پوٹا دا ہا ہے" سارجنٹ برفر نے اس کو نزدیک آنے پر بتایا "پوکنا پوٹا دا ہا۔ میں ریڈیمپشن ہوگئی ہے۔ اور وہ مسٹر پوپو کی اب وہاں ضرورت نہیں سمجھتے۔ وہ اس وقت بے کار ہے۔ اور میں بھی"

میں نے ہوت سے مصافحہ کیا اور میں اس کو کچھ تحفہ پیش کرنے لگ گیا۔ ہم نے ہوت کو اپنا پورا حال بتایا اور اس سے کہا کہ ہم کھلی ہوا کے عاشقوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ اس کو کمیٹی کے سامنے پیش کرے گا۔ اس کا فیصلہ صرف کمیٹی کرتی ہے۔ اور وہ صرف سکریٹری ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہوت نے کہا "مجھے تلوار کی بو آرہی ہے" اور وہ میرے کوٹ کو سونگھنے لگا۔

میں نے تلواروں کا پیکٹ نکال کر اس کو پیش کیا۔ اس نے چھ

سات اس میں سے نکال لئے۔ ایک خود سلگایا اور باقی اپنے ساتھیوں میں
تقسیم کر دیئے۔

"مسٹر پوپو" ہوت نے کہا "مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔ کیا میں کسی
کام آسکتا ہوں؟"

"مجھے دو ٹوسٹ اور ایک آملیٹ کہیں سے لا دو" بزز بولا۔

"ہم کھلی ہوا کے عاشق ایک دوسرے سے خوراک کا ذکر نہیں کرتے
اس کو اچھے اخلاق میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ایک آدمی کچھ کھائے یا نہ کھائے
یہ بالکل اس کا ذاتی معاملہ ہے۔" پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہیں
ایک مرا ہوا کیکڑا دے سکتا ہوں۔ جو ہڑ کی گھاس کے ساتھ یہ ایک لذیذ
ڈش بناتا ہے۔"

سارجنٹ بزز نے کہا "ہمارا مذہب تم باقبیلوں کے مذہب کی طرح
مردہ جانوروں کو کھانے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور جو تم کھاتے ہو زندہ ہوتے ہیں۔"
ہوت اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھکر ہنسا جو یہ دیکھکر کہ ان کا لیڈر ان سے
ہنسنے کی توقع کر رہا ہے۔ خوب دل کھول کر ہنسے۔

"اچھا مجھے اب اجازت دو" ہوت نے کہا "میرا یہ کھانیکا وقت ہے
کمیٹی شام کو اس سامنے والے بڑ کے درخت کے نیچے میٹنگ کرے گی۔ میں
خود تمہارے کیس کی پرزور سفارش کروں گا۔ اور ویسے ایک میرا مشورہ
مسٹر پوپو! تلواروں کا پیکیٹ ساتھ لانا مفید رہے گا۔ کمیٹی کے ممبروں کو
ایک ایک سگریٹ تمہارے انتخاب کے مواقع کو زیادہ روشن کر دیگا" ہوت اور اسکے ساتھی چلے گئے

ساتواں باب

عطر بازار کا ایک درزی!
ایک شیر نے چیف آف بنگاڈ کو لیا کیا

جیسا کہ میری رپورٹ سے واضح ہو گیا ہو گا۔ میں نے اٹھائیس دن کا عرصہ سو کر نہیں گذارا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے تھے۔ اور ایک تاریخ داں اور عوامی سیاست داں کی حیثیت سے ماضنین کی سماجی اور تمدنی زندگی کا ہر ممکن پہلو سے مطالعہ کرنے کی کوشش کی تھی میں نے ماضنین کے حکام کے بیان کو کہ یہاں دودھ کی دو نہریں ہیں یا یہ کہ ماضنین کے لوگوں کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ ان کی سب سے بڑی فکر یہ ہے کہ اس کو کیسے خرچ کیا جائے۔ کنفوشش کا صحیفہ نہیں سمجھ لیا تھا + میں ہمیشہ ظاہر کے نیچے اصل تک پہنچنے کی سعی کرتا رہا اور یہی میرے نزدیک ہر سچے مورخ کا فرض ہے۔ اس کام میں سارجنٹ بزفر نے میری بیحد مدد کی۔ جب میں ڈپلومیٹک وجوہات کی بنا پر وہی کچھ دیکھ۔ سونگھ

اور کھا سکتا تھا جو میرے مہربان میزبان چاہتے تھے کہ میں دیکھوں۔ سونگھوں اور کھاؤں، سارجنٹ بزفز ایک عام شہری کی طرح شنترابا میں پھرتا۔ اور آزادی سے ہر درجہ اور ہر قسم کے آدمی سے راہ و رسم پیدا کرتا تھا۔ اس کتاب کی بیشتر انفارمیشن اس کی جمع کی ہوئی ہے + اس میں مزاح کی ایک تیز حس ہے اور وہ بہت جلدی دوست بنا لیتا ہے + اس نے شنترابا کے ریسٹورانوں میں چکر لگائے۔ بھنگ اور چرس کے کابوں میں گیا اور چار پانچ دفعہ فرسٹ ہینڈ تجربہ کے لیے رنگے ہوئے ہونٹوں والیوں کے کوچے میں بھی پہونچا۔ اس کی کامریڈ ہوت سے ملاقات پہلے پہل اسی رنگے ہوئے ہونٹوں والیوں کے کوچے میں ہی ہوئی تھی۔ جہاں کامریڈ ستار کے گت پر ایک گیت ایک بھرے مجمع میں گا رہا تھا۔ اس گیت کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ دنیا میں کھلی ہوا۔ کے عاشقوں، کو آرام نہیں ملتا۔ لوگ اس کو پیسے پھینک رہے تھے۔ جو وہ اپنے باؤلر ہیٹ میں جمع کرتا جاتا تھا + گیت ختم کر چکنے کے بعد جب وہ کالونی کی طرف جانے لگا تو سارجنٹ بزفز نے اس میں رومانس اور راز پا کر اس کا پیچھا کیا تھا + کامریڈ اپنے پیسوں سے بھرے ہوئے باؤلر کو آگے کئے ہوئے تھا اور جب وہ کسی کھلی ہوا۔ کے عاشق۔ کے سامنے سے گذرتا۔ وہ رک جاتا اور باؤلر ہیٹ میں سے ایک روبل اسکی ہتھیلی یا پیالے میں رکھ کر ایک لفظ کہے بغیر آگے چل پڑتا جب اس کا باؤلر خالی ہو گیا تو اس نے اس کو سر کے اوپر پہن لیا + سارجنٹ بزفز نے آخر آگے بڑھ کر اس کی اس عجیب حرکت کی وجہ پوچھی۔ کامریڈ نے

اکر وہ سیکریٹری ہے اور سیکریٹری کی حیثیت سے اسے یہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ ریگولیشن ہے۔" اس کے بعد سارجنٹ اور کامریڈ میں باتیں ہوئیں۔ اور وہ دونوں آپس میں گہرے دوست بن گئے۔ سارجنٹ بزفر نے مجھے بتایا کہ یہ کامریڈ اچھے کھاتے پیتے گھرانے کا آدمی تھا۔ اور اس کا باپ ایک پورے آسمان کو چھونے والے، کا مالک تھا۔ پھر ایم اے کرنے کے بعد اچانک اس کا دماغ چل گیا۔ اس نے کھلی ہوا کے۔ عاشقوں، میں شمولیت اختیار کی اور زندہ رہنے کے لئے یہ عجیب پیشہ اختیار کرلیا۔

کامریڈ کے چلے جانے کے بعد بزفر اور میرے سامنے سب سے مقدم خیال نورانک کا تھا۔۔۔ اور میں نے بزفر سے پوچھا "تم نے اپنے چکروں میں اور بھی کوئی دوست بنائے ہوں گے؟"

"ہاں عطر بازار میں ایک ٹیلر ماسٹر میرا دوست ہے جو میرے خیال میں ہماری مدد کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اس کا باپ لوکنا پوٹا وایا کا تھا مگر سوال یہ ہے کہ اس تک پہونچیں کیونکہ عطر بازار میں ہمارا جانا خطرناک ہے۔ اور ہم فوراً پہچان لئے جائیں گے۔"

مینوٹ کے مندر کی سیڑھیوں پر کچھ کھلی ہوا کے عاشق، بیٹھے بھیک مانگ رہے تھے "مینوٹ کی خاطر" "مینوٹ تمہاری بیوی کو ہمیشہ ہرا رکھے" "مینوٹ تم کو ایک شادی اور کرنے کی توفیق دے" "مینوٹ تمہارے آسمان کو چھونے والے کو، آسمان کو پھاڑنے والا بنا دے" مجھے بھی خیال آیا کہ ہم بھی بھیک مانگیں۔ میرے سر پہ ایک باؤلر تھا۔ مگر سارجنٹ بزفر نے کہا کہ "ہمیں کوئی

ایک پائی بھی نہ دے گا۔ ہماری کوالی فی کیشن کافی نہیں۔ ہم جوٹ پیٹھے کے مضبوط نہیں۔ ہمیں کوئی خوفناک بیماری اور کریہہ زخم نہیں۔ اور پھر ہم فارنر ہیں یہاں کے لوگوں کو فارنر سے بیر ہے۔ اور وہ سمجھیں گے کہ ہم بھیک مانگ کر ان کو ایکسپلائنٹ کر رہے ہیں۔" میں نے بزفز سے اتفاق کیا۔ نہیں کوئی دوسرا طریقہ ڈھونڈنا پڑے گا۔ پھر ابھی ہمارے پاس بھیک مانگنے کا اجازت نامہ بھی نہ تھا۔ ہم ابھی باقاعدہ طور پر پارٹی کے ممبر بھی نہ تھے (یہ اجازت نامہ بھی کھلی ہوا کے عاشقوں کی پارٹی دیتی ہے)

اچانک مجھے ایک اور خیال سوجھا وہ یہ کہ ڈونگی بن کر کچھ کمایا جا سکتا ہے۔ ڈونگیاں شتر ایا کی ٹرانسپورٹ سنٹر ہیں۔ وہ معزز آدمیوں اور آمیان کو چھونے والوں میں رہنے والوں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر گھنٹے کے حساب سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں۔ سڑک کے پرلی طرف کئی ڈونگیاں والے سواریوں کے انتظار میں ٹھیرے تھے۔ سوکھی ٹانگیں۔ آگے کو دانستہ جھکے ہوئے اور بازو آگے بے سکت انداز میں ڈالے ان کی پیٹھوں پر نمبر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سارجنٹ بزفز کو یہ تجویز پیش کی اس نے کہا یہ کافی اچھی ہے۔ اور میں سارجنٹ کو جو بہت زیادہ تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا چھوڑ کر ڈونگی والوں کے پاس ہی انداز میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

آخر ایک سواری ٹہلتی ہوئی میری طرف آئی۔ اور میرے اوپر پھلانگ کر چڑھ بیٹھی "چال دکھا" سواری نے کہا۔ "میں عطر بازار جانا چاہتا ہوں۔"

"عطر بازار!" میں نے کہا" معاف کرو۔ میں وہاں نہیں جا رہا۔ وہ میرے لئے ممنوعہ علاقہ ہے۔"

"ممنوعہ علاقہ!" وہ بڑبڑاتا ہوا اتر گیا" ممنوعہ علاقہ" اس کی پیاری نوک دار ڈاڑھی تھی۔ اور نہ مجھے اس طرح معلوم ہوا جیسے میں نے اس کو کہیں دیکھا ہے۔

وہ مجھے کچھ گہری نظر سے دیکھنے لگا۔ میں سر نیچے کئے کھڑا تھا اور سر کو اپنی چھاتی میں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ جھک جھک کر مجھے نیچے سے دیکھنے لگا ـــــ "مسٹر پوپو! ...." وہ کہتا ہے۔

میں نے "سی" کہہ کر اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے اونچا بولنے سے روک دیا۔" ہاں میں پوپو پالنہار جو کا مانیفو ہی ہوں۔ مگر خدا کے لئے اونچا مت بولو۔ تم کون ہو" تم وہی درزی تو نہیں جو عطر بازار میں دوکان کرتے ہو" اس کے نقوش اور آنکھوں کا رنگ صاف اسے پوکنا پوٹا داہا کا بنا رہے تھے۔ اور میں نے یہ جانتے ہوئے کہ پوکنا پوٹا داہا کے زیادہ باشندے افنین میں نہیں۔ قیاس دوڑایا کہ ہو ہو یہ وہی ٹیلر ماسٹر ہے جس کا بزنر نے ذکر کیا تھا۔

"ہاں میں باشا بوڑنگ ھی ناڈی کی چھوٹے کپڑوں کا کنڑ ہوں۔ اور آپ کا نوکر! آپ کا یہاں ہونا اور دونگی بن کر کھڑا ہونا ضرور کوئی نہ کوئی راز کی بات ہے۔ لیکن آپ کو پولیس سے محتاط ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے آپ کے پاس نمبر نہیں ہے"

میں نے اقرار کیا کہ نمبر تو میرے پاس نہیں ہے۔
"واوہ۔ وہ میرا دوست بزفز ہے"! اس نے بزفز کو پہچانتے ہوئے کہا جو گھٹنوں میں سر دیئے ایک بُت کی طرح سیڑھیوں پر بیٹھا ہوا تھا۔" اوہ ڈیر! ڈیر! وہ اپنے سونے والے فسر غل میں ہے۔ کتنی شیم ہے"۔
ہم دونوں سیڑھیوں کی طرف گئے۔ اور میں نے بزفز کو کان سے پکڑ کر سر گھٹنوں کے بیچ میں سے اٹھائے بیرا کسایا۔ اپنے دوست کیبر کو دیکھ کر اس کا ڈھلا ہوا چہرہ کھل گیا۔ جیسے کہ اس نے دو ٹرسٹ اور آملیٹ پا لئے ہوں۔ ہم نے آخر باشا برٹنگ ہی نائی کی چھ کو اس ساری بے ہودہ "سچوایشن" سے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ ہم کیوں اب واپس گورنمنٹ ہاؤس میں نہیں جا سکتے۔
"اچھا تو تم اب یوکنا پوٹا واہا کے صدر نہیں ہو۔ یور آنر! تم ملک کے غدار ہو۔ اور میں غداروں کی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر چونکہ تم میرے ملک کے شہری ہو۔ میں تم پر جاسوسی نہیں کروں گا۔ اور یہ ہیں چار روبل! گڈ لک"! یہ کہہ کر یوکنا پوٹا واہا کا یہ شہری اور عطر بازار کا شہرہ آفاق کٹر ایک دوشگی پر چڑھ کر ہم سے مصافحہ کئے بغیر رخصت ہو گیا۔
ہم نے پاس ہی ایک آدمی سے جو کندھے پہ ایک بڑی لکڑی کی ترازو لٹکائے تھا جس کے پلڑے زمین کو چھوتے تھے چار روبل کے بُھنے ہوئے چنے لئے اور ان کو بے انتہا لذیذ پایا۔
بُھنے ہوئے چنوں سے طاقت اور سکت پا کر ہم نے سیڑھیوں سے

حرکت کرنے کی ٹھانی۔ منیبو کا مندر بہت زیادہ لوگوں کی عام گذرگاہ کی زد میں تھا۔ اور دوسرے بعض کھلی ہوا کے "عاشق" ہمارا وہاں بیٹھنا پسند نہیں کر رہے تھے۔

"ان دونوں کو یہاں بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے" ایک لمبے سفید بالوں والا بوڑھا جس کی ایک ٹانگ لکڑی کی تھی اور ناک ٹوٹا ہوا تھا بڑبڑایا "جب وہ پارٹی میں نہیں ہیں تو ان کو کیا حق ہے۔ اجازت نامہ دکھاؤ۔"

میں اور بزفر ہمیشہ دوسرے لوگوں کے احساسات کا احترام کرتے ہیں۔ اس لئے ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جوہڑ کے اطراف سے ہو کر اس پہاڑی کی طرف چلنے لگے جس پر افضل تر کابو کی سمادھی ہے۔ ہمارا اس پہاڑی پر چڑھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ کیونکہ وزیروں میں سے اکثر ایک دو یہاں . . . ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ ہم اس پہاڑی کا چکر لگا کر گورنمنٹ چڑیا گھر کی طرف نکل جانا چاہتے تھے۔ کیونکہ سرکلر روڈ کی نسبت یہ کافی شارٹ کٹ تھا۔ سمادھی پر کئی معتبر لوگ موجود تھے۔ اور چونکہ ہم ان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔ ہمیں امید تھی کہ وہ بھی ہمیں نہ دیکھنے کا اخلاق برتیں گے۔ لیکن ہم تھوڑی ہی دور ہی گئے ہوں گے کہ اوپر سے کسی نے ہمیں زور سے آواز دی۔ ہم نے یہی ظاہر کیا جیسے ہم نے سنا ہی نہیں اور تیز رفتاری سے قدم بڑھانے لگے۔ پھر آواز آئی "مسٹر پوپو! تمہارا چوکا ما بنقو!" اور اتنے زور سے کہ نادانستہ طور پر میں نے اوپر کو دیکھ ہی لیا۔

پہاڑی کے اوپر بڑا کالا بو ایک سیاہ فرغل پہنے اور ہاتھ میں ایک چھوٹا بین لئے ایک چھوٹے ہوئے بڑے چمگادڑ کی طرح نظر آرہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی وقت وہ فرغل کے پر بنا کر اڑتا ہوا ہم پر جھپٹ پڑے گا۔ اس کے ساتھ چھوٹا پرندہ نما پرائم منسٹر تھا۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اور ڈاڑھی والا خوفناک شخص جس کے ننگے بدن پر جا بجا سوز ٹیٹوؤں کے نشان تھے اور جس کی ناک میں سے آر پار گذرتا ہوا ایک لمبا گز جیسا سوزا اپنے دونوں سروں پر دو مری ہوئی مچھلیوں کو متوازن کئے ہوئے تھا۔ یہ شخص مجھے بعد میں معلوم ہوا سلطان آف بنگاوا اسٹیٹ۔ (رقبہ تم ۴ مربع میل کل آبادی پانچ آدمی ساٹھ عورتیں چالیس بھتیجیں اور لاتعداد سانپ) تھا اور ماضی میں کے ملک کو وزٹ کرنے آیا تھا۔ اسے پہنچتے ہی پہلے افضل تر کابو کی سمادھی پر لایا گیا تھا تاکہ وہ اپنے حلیہ سے ارد گرد منڈلاتے ہوئے بڑے بھوتوں کو ڈرا بھگا سکے اس نے سمادھی پر چند منتر پڑھے جو دوسرے دن اوریجنل بنگاوی حروف میں ایس اے ٹائمز میں چھاپے گئے۔ اور معزز سلطان کو بنگاوی کے ایک مشہور شاعر کی حیثیت سے روشناس کرا گئے)۔

میں نے سارجنٹ کو کہا کہ وہ جوتیاں ہاتھ میں لے اور زور سے بھاگے میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور ہم ایسے تیز بھاگے کہ ساری عمر نہ بھاگے ہونگے ہماری دو تین آدمیوں سے راستہ میں ٹکریں ہوئیں اور ہم نے ان کو خوب یاد رکھا جانے والے زناٹے کے مکے رسید کئے۔ ہم ہانپتے ہوئے آخر چڑیا گھر پہنچے جہاں ہم نے اپنے آپ کو لوگوں کے مجمع میں مدغم کر لیا۔

چڑیا گھر میں بعض نئے جانور چین وغیرہ سے لائے گئے تھے، ان میں ایک بن مانس تھا جس نے سارجنٹ بزفز کو دیکھتے ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ ہر کوئی بزفز کو پسند کرتا ہے۔ یہ بن مانس میرے خیال میں ذرا سارجنٹ کی مونچھوں سے کھیلنے کا آرزومند تھا۔ مگر سارجنٹ کا اس کی طرف انداز ویسا برادرانہ نہ تھا جیسا بن مانس کا سارجنٹ کی طرف تھا۔

باقی شیر وغیرہ بوڑھے تھے اور پلاسٹک کے بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اود بلاؤ وغیرہ مزے سے بیٹھے خوب پیسے کما رہے تھے۔ (جو لوگ ان کو پانی میں پھینکتے تھے)۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ کتنا اچھا ہو اگر میں ان اود بلاؤں کو دوست بنا سکوں اور ان کو اپنی انکم میرے ہاتھ میں دے دینے پر اکسا سکوں۔ مگر سارجنٹ بزفز کا خیال ہے کہ اود بلاؤ محبت اور دوستی کی قدر کرنے والا حیوان نہیں اور روپے پیسے کے معاملے میں زیادہ کھلا ہاتھ نہیں رکھتا۔

ہم بندر دیکھنے گئے۔ وہاں ایک بھورے بڑے میاں نے جس کی شکل کی سلطان آف بنگاؤ سے حیرت انگیز مشابہت تھی۔ سلاخوں میں سے پنجہ نکال کر میرے سر سے میرا باؤلر ہیٹ اتارنے کی کوشش کی جس کو سارجنٹ بزفز نے ایک نہایت اچھا مذاق خیال کیا اور اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا۔

تین چار گھنٹہ بعد سارجنٹ بزفز نے گھڑی دیکھی "ساڑھے چار بج گئے ہیں۔ اور پانچ بجے میٹنگ ہے۔"

"اوہ میں کھلی ہوا کے عاشقوں کی میٹنگ کو بھول ہی گیا تھا۔ چلو ہیں

بولا، چڑیا گھر سے باہر جاتے وقت ہم نے سلطان آف بنگاڈو کو اپنے سٹاف سمیت اندر آتے ہوئے کراس کیا۔ یہ ہماری اس سے آخری ملاقات تھی کیونکہ بڑے کابو کے حکم سے اسے (معہ سٹاف) کے ایک شیر کے پنجرے میں دھکیل دیا گیا تھا اور شیر نے اسکو کھا لیا تھا (معہ اسٹاف کے

نواں باب

کھلی ہوا کے عاشقوں کی مجلس عاملہ کی میٹنگ

جب ہم پہنچے تو کمیٹی کا اجلاس شروع ہو چکا تھا اور ایجنڈے کے پہلے ریزولیوشن پر بحث ہو رہی تھی۔ یہ ریزولیوشن ایک اٹھارہ سالہ ممبر کی پیش کردہ تھی۔ اس کا ملخص یہ تھا کہ مینیٹو نے اپنے آپ کو دیوتا بننے کا اہل ثابت نہیں کیا بلکہ اس نے ہمیشہ ان کے مقاصد کے حصول کے موقعہ پر اپنے آپ کو بڑے کالوا ور حکومت کے ہاتھ میں ایک موم کی ناک سے بنے دیا ہے۔ اس لئے ایسے مینیٹو کو اب گدی سے اتار دینا چاہیئے

نوجوان ممبر سب ریزولیوشن کے حق میں تھے۔ ان کا یقین تھا کہ مینیٹو ایک بوگی ہے اور ایک محض نکھٹو دیوتا ہے۔ لیکن بوڑھے ممبر اس پر عمل کی عقل مندی کے بارے میں تذبذب میں تھے ان کی توجیہ یہ تھی کہ مینیٹو نے انہیں پر اتنے ہزار سال حکومت کی ہے کیا اس کو اب تخت سے اتارنا درست ہو گا۔ اور اگر اس کو اتار دیا گیا تو وہ اور تخت پر کس کو بٹھائیں گے؟"

نوجوان ممبر کہتے تھے کہ یہ معاملہ کہ مبنیٹو کا وارث کون ہوگا۔ اتنا اھم نہیں۔ کامریڈ ہوت اس وقت تک ایکٹنگ دیوتا یا ریجنٹ کی حیثیت سے کام کر سکتا ہے جب تک ایک نیا دیوتا نہیں چن لیا جاتا۔

اس ریزولیوشن پر جب ووٹ لئے گئے تو چالیس ووٹ مبنیٹو کی معطلی کے لئے تھے اور صرف بیس قرارداد کے خلاف۔ میٹنگ کے صدر نے جو اپنے گنبد نما سر اور گھنیری بھوؤں کے ساتھ روسی لینن کی تصویروں کی جھلک دیتا تھا زمین پر تین دفعہ مکا مار کر اعلان کیا کہ یہ قرارداد پاس ہو گئی ہے اور قانون کا درجہ پا گئی ہے۔

"اور پیشتر اس کے کہ ہم اگلی قراردادوں پر بحث شروع کریں۔ میں اس کو سٹیٹوٹ بک پر ریکارڈ کر لوں" ۔ اس نے کہا

اسٹیٹوٹ بک بڑ کے درخت کا تنا تھا جس کی چھال نیچے سے اتری ہوئی تھی۔ اس نے اپنا قلم تراش چاقو اپنی قمیص کی جیب میں سے نکالا (اس کا لباس صرف ایک قمیص ہی تھا) اور درخت کے تنے پر کھلی ہوا کے۔ عاشقوں کے اس نئے اور اہم ترین قانون کو انگریزی حروف میں کھودنے لگا۔

اس میں اس کو کچھ وقت لگا۔ میں ہوت کی صبح دی ہوئی ہدایت کے مطابق اب اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور ایک ایک کرکے ان سب آنریبل ممبروں کو اپنا تلوار کا پیکٹ پیش کیا۔ ان میں سے بعض نے انکار کر دیا زیادہ وہ تھے جنہیں رشوت نہیں دی جا سکتی تھی۔ بالکل نہیں۔ مگر زیادہ نے ایک

ایک سگرٹ نکال لیا۔ ان میں سے شکریہ کسی نے ادا نہیں کیا یا تو یہ بڑے مہذب نہیں بلکہ وہ اس کو (جس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے) اس لفظ سے خواہ مخواہ زیر نہیں کرنا چاہتے۔ تین چار نے دو سگرٹ لیے۔ ایک تو انہوں نے فوراً سلگا یا اور دوسرا کان کے اوپر اٹکا لیا۔ میں نے اب اپنے سارے سگرٹ ختم کر دیئے تھے اور نئے پیکٹ کے خرید نے کی مستقبل قریب میں کوئی صورت نہ تھی۔ پریزیڈنٹ اب پہلا قانون اسٹیٹوٹ بک پر درج کر کے پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھا تھا۔

دوسری قرار داد ہمارے انتخاب کے بارے میں تھی۔ اسے کامریڈ پھوت نے خود پیش کیا اس کے الفاظ اس قسم کے تھے۔ "یہ دو اشخاص جو کل اپنے ملک کے کابوں میں تھے اور جن میں ایک وہ نیک دل شخص ہے جس کے تلوار سگرٹ اب تم پی رہے ہو۔ اور دوسرا وہ شخص ہر جواب تک سلیپنگ سوٹ میں ہے اور اس وقت تک سلیپنگ سوٹ میں رہے گا جب تک کہ اس کو نئے کپڑے نہیں ملتے۔ یا جب تک کہ سلیپنگ سوٹ اس کے بدن سے اتار نہیں لیا جاتا ——"

"اتار لو، اتار لو" نوجوان طبقہ نے تائید کی۔

کامریڈ ہوت نے ممبروں کی خواہ مخواہ شوریدہ ہو جانے کی عادت کو مطعون کیا اور اپنی قرار داد جاری رکھی" اور جس کی گچھے دار ریشمی مونچھیں اسے ایک سلجھے ہوئے نتھرے ہوئے دل و دماغ کا شخص ظاہر کرتی ہیں —— یہ دو اشخاص جن میں سے ایک یوکنا پوٹاداہا

کا معطل شدہ صدر ہے اور دوسرا یوکناپوٹاواہا کا معطل شدہ ملٹری سکریٹری
یہ دو اشخاص جو اس وقت بیکار ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

"ہیر ہیر۔ ہُرّے ہُرّے، نوجوان ممبروں نے مسرت کا اظہار کیا۔ "یہ دو اشخاص" ہوت نے کہا "کھلی ہوا کے عاشقوں کی مجلس عاملہ کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ وہ خود ہی اپنی سفارش ہیں۔ ایسے مخیر، فی الواقع مرنجان مرنج لوگ اور جن کی ایک ڈنک کوالی فیکیشنز اتنی اونچی ہوں روز روز ہاتھ نہیں آسکتے۔ میں یہ پیش کرتا ہوں کہ ان کو مجلس عاملہ کا ممبر منتخب کر لیا جائے۔"

ہوت نوجوان پارٹی کا لیڈر تھا۔ اور جب وہ چاہتا تھا کہ کوئی چیز ہو جائے تو وہ ہو جاتی تھی۔ ہوت کی تقریر نے اور اس کے واضح اشارہ نے کہ وہ ہمیں مجلس عاملہ کے لئے انتخاب کرلئے جانے کا متمنی ہے۔ ہمارے خلاف سب موثر مخالفت کو گویا ختم ہی کر دیا۔ بعض بوڑھے ممبروں نے ہمارے انتخاب کے خلاف تقریریں کیں اور اس قسم کے مضحکہ خیز اعتراضات کئے کہ یہ روحانی طور پر ابھی کابو ہیں۔ اور ان کے کپڑے اتنے قیمتی کیوں ہیں۔ اور کپڑے اول ہیں ہی کیوں وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب ووٹ لئے گئے تو سوائے چار پانچ کے سب ہمارے حق میں تھے۔ ہوت کی تقریر اور سگرٹوں کی مدد سے یہ ممکن ہو گیا تھا۔

اب میں خیال کرتا ہوں تو مجھے اس کھلی ہوا کے عاشقوں کے ممبر چنے جانے پر اس وقت بے حد خوشی ہوئی اور ایسا فتح کا نشہ میں نے

محسوس کیا جو میں نے یوکنا پوٹا وا ہا کے صدر چنے جانے پر بھی نہ محسوس کیا تھا۔ مگر ممبر شپ سے بڑھکر ایک در عزت بھی ہم پر نچھاور کی گئی۔ ہوت کے مشورہ پر میں اور سارجنٹ برڈز مینٹو کو گدی سے اتارنے کی ڈیوٹی پر متعین کئے گئے۔ ہمیں یہ بھی یقین دلایا گیا کہ اگر ہم مینٹو کو ڈی پوز کرانے میں کامیاب ہو گئے تو ہم دونوں کو پہلے ایک سال کے لئے ٹرائل پر ایکٹنگ مینٹو بنایا جائے گا اور بعد میں اگر ہم نے اپنے آپ کو مینٹو کی طرح پانی اور جھاگ قسم کا دیوتا نہ ظاہر کیا تو ہمیں غالباً مستقل کر دیا جائے گا۔

سارجنٹ برڈز نے میرے کان میں کہا "میں یہ پسند نہیں کرتا۔ مینٹو کو یہ خود ڈی پوز کیوں نہیں کرتے۔ اس نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔ یہ ان کا معاملہ ہے۔ یہ ان کا گاڈ ہے۔ اور اس کو ڈی پوز کرنا آسان نہیں ہوگا۔"

"نیچے نہ بیٹھو سارجنٹ" میں نے کہا " وہ ہماری عزت افزائی کر رہے ہیں۔ اور اس عزت کو مسترد کر دینا ہمارے لئے ایک کمینہ فعل ہوگا۔"

ان کی باقی کی قرار دادیں ہماری دلچسپی کی نہیں تھی۔ مثلاً ایک کا مقصد یہ تھا کہ مقامی ریستوران والوں میں ان کو جو روزانہ کھلی ہوا کے عاشقوں۔ کو کھلاتے ہیں اس قسم کے خطاب دیئے جائیں "حاتم طائی" "ہنری فورڈ" وغیرہ مگر ہوت نے اس کی مخالفت کی۔ اس نے کہا کہ اگر ہم نے ان کو یہ القاب دیئے تو ہمیں ان کو میڈل بھی

ہتوا کر دینے پڑیں گے اور اس کے لئے ابھی پارٹی فنڈ اجازت نہیں دیتے۔"

آخر میں صدر نے چار دفعہ مکہ زمین پر مار کر کہا "اب مجلس عاملہ کی یہ میٹنگ برخواست کی جاتی ہے۔ بقیہ قراردادوں کو کل چار بجے کے سیشن میں زیر بحث لایا جائے گا۔

یہ کہہ کر پریزیڈنٹ نے اپنی قمیص اتار دی جو سب ممبروں کے لئے اجلاس کے سرکاری طور پر ایڈجرن ہونے کا سگنل تھا۔

٭ ٭ ٭

نواں باب

باؤلر ہیٹ کا ایک نیا استعمال

ہوت ہمیں اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ اس کا گھر وسطی جوہڑ کے پرے مقامی ریلوے اسٹیشن کے سامنے ایک پیومنٹ پر تھا۔ اس جگہ اور بھی بے شمار۔ کھلی ہوا۔ کے عاشق" میلے اور غلیظ چیتھڑوں کے درمیان بیٹھے مکھیاں مار اور چند کمزور کتوں سے باتیں کر رہے تھے۔

ہوت کو ان میں سے سب نے (ان نے بھی جو اپنی سڑاند اور بیماری میں تقریباً تحلیل ہو چکے تھے) میٹھی مسکراہٹ دی۔ گو انہوں نے کسی پرجوش عقیدت کا اظہار نہیں کیا۔

ہوت نے جب ایک بوڑھے آدمی کو بتایا کہ مجلس عاملہ نے آج مینیٹو کو دست بردار کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ تو بوڑھے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

مگر اس نے کہا "بیٹا۔ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ مینٹو کے مزار پر اتنا کڑا پہرا ہے۔ دو درجن راہب ہمیشہ ننگی تلواریں لئے اسکی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اسے کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے۔ اور پھر مینٹو اگرچہ اب

میری طرح بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ پھر بھی اس میں سکت ہے۔"
"تم فکر مت کرو چچا" ہوت بولا۔ "یہاں یہ دو نائٹ ہیں دونوں ہمت اور طاقت کے پتلے (تھوڑی دیر کے لئے اس میں یقین کر لینے میں کوئی ہرج نہ تھا) انہوں نے ہم سے یہ کام کرنے کا کنٹرکٹ کیا ہے۔ اس شرط پر کہ ان کو مینٹو کا جانشین مقرر کیا جائے۔"
"نہیں ہوت" میں نے عجلت سے کہا "ہم مینٹو کے وارث بننے کے مشتاق نہیں ہیں۔"
"خیر تم کو بہر حال کچھ نہ کچھ صلہ تو ملنا چاہیئے"۔ وہ چیتھڑوں کو اٹھا اٹھا کر کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ اور ایک بڑی کتاب نیچے گر گئی۔ اس نے کتاب کو اٹھا لیا اور اس سے غبار صاف کرنے لگا۔
"تم جانتے ہو" اس نے کہا "یہ کس کی کتاب ہے۔ ایک شخص کرشن چندر نامی کی جو طوفان سے پہلے کا ایک ایشیائی افسانہ نویس تھا۔ افسانے اس کی خاص لائن تھے۔ مگر بعد میں اس نے کھلی ہوا کے عاشقوں میں شمولیت اختیار کر لی۔ اس کے بعد اس نے ایک افسانہ نہیں لکھا"
اس نے کتاب رکھ دی اور پھر چیتھڑوں میں تلاش شروع کر دی اور آخر وہ چیز جو وہ ڈھونڈھ رہا تھا اس کو مل گئی۔ یہ ایک ستارہ تھا مگر ایک ایسا ستارہ جس میں ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں نہ تھی جس کی خوبصورتی

سے پالش کی ہوئی آبنوس پرانی امریکی ایمپائر کی میگزینوں
میں وحشکی کے اشتہاروں کے پیلے سونے کی جھلک دیتی تھی۔
اور جس کے تار چاندی کی طرح چمکتے تھے۔

"یہ ہے میرا دوست آرفیس۔ دن بدن یہ حسین سے حسین تر
ہوتا جا رہا ہے۔ اب ہمارا بزنس کا وقت ہے اور دن کی تھکا دینے
والی گھڑیوں کی کسل دور کرے گا۔۔۔ کیا تم دونوں میرے ساتھ رنگین
ہونٹوں والیوں کے کوچے کو چل رہے ہو؟"

سارجنٹ بز فرنے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ مگر میں نے اسے
ایک طرف لے جا کر کہا "میرے خیال میں ہمارا وہاں جانا ٹھیک نہیں
ہے۔ پڑے کا بو کے سپاہی وہاں ہوتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ
ہم پکڑے جائیں۔ دوسرے یہ کہ اب جب ہم دیوتا بننے والے ہیں تو
اس طرح بری شہرت کی بستیوں میں رات کو آوارہ گردی کرنا ہمارے
لیے اچھا نہیں ہے"

"ہاں" سارجنٹ نے کہا "یہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں پھر بھی
جا رہا ہوں"

ہوت نے میری سرگوشی کو سن لیا تھا۔ وہ ستار کی چابی کو مروڑ
تے ہوئے ہنسا"

"اسی لئے تو میں تم کو لے جا رہا ہوں۔ دیوتاؤں کو گھومنا پھرنا
اور زندگی کو دیکھنا چاہیے۔ منیٹو کو بھی اسی غلط وہم نے مارا ہے

اس نے مطلقاً زندگی نہیں دیکھی۔ اور اپنے اسٹینڈ پر سے اتر کر کبھی لوگوں کے درمیان میں نہیں گیا ــــــ اس لئے جہاں تک میرا خیال ہے۔ میں تم دونوں سے بہتر گا ڈین سکتا ہوں ؎

میں نے کہا کہ "ہمیں اس میں مطلقاً کوئی شک نہیں۔ اور یہ کہ ہم اس کے حق میں اپنی امیدواری کے نام واپس لینے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے کہا وہ اس پر کچھ اور سوچے گا۔ اور ہم پیومنٹ پر چلتے ہوئے۔ اور روشن بازاروں میں سے ہوتے ہوئے ایک کوچے میں پہنچے جہاں جنس مخالف کے بہت سے افراد بن ٹھن کر اپنے گھروں کے دروازوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"تم لوگ ستار بجاؤ۔" سارجنٹ نے کہا۔ "مجھے تھوڑا کام ہے اور میں ابھی آتا ہوں ؎ ہوت نے جاتے ہوئے بز فز کو قمیص سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔ اب ہم تینوں گلی کے نکڑ پر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ہوت کا بازو لیز کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ اور اس کے گھونگریالے بالوں کی ایک لٹ آگے لہرا رہی تھی۔ اس نے پاؤں کو پیچھے دیوار سے لگا کر ایک ٹانگ کو دوہرا کیا ہوا تھا۔ اور ستار کو اپنے گھٹنے پہ ٹکا کر دیکھ رہا تھا۔

"ہوت نے کہا" تم لوگوں کو کوئی آرٹ آتا ہے ؎

میں نے جواب دیا" آرٹ! میں جب سکول میں تھا تو پنسل سے اپنی کتابوں اور کاپیوں پر کھجور کے درختوں اور مختلف قسم کے پرندوں کی ڈرائنگ کیا کرتا تھا۔ خاص طور سے میں مربعوں میں موچھوں والا بلا اچھا

بنا لیتا تھا۔ مگر مجھے شک ہے کہ اب میں اتنا ماہر نہیں۔"

"آرٹ کا مطلب ڈرائنگ کب سے ہوا ہے" ہوت نے مجھے کچھ جھڑکنے کے انداز میں کہا "میرا مطلب ہے ہنر۔ مثلاً موسیقی، ناچ۔ شاعری"

"اوہ ہنر" میں نے کہا "میں جوتے سی سکتا ہوں۔ اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو میرا باپ ایک موچی تھا اور اس نے مجھے یہ ہنر سکھایا تھا۔ میں نے ایک عرصہ سے اس کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اگر میرے پاس اوزار ہوں"۔۔۔۔۔۔"

"اور سارجنٹ تم کو کونسا آرٹ آتا ہے" ہوت نے پوچھا۔

"میں۔ میں ملٹری ایکسپرٹ ہوں۔ تم نے جدید ملٹری مینوئل نہیں پڑھی؟ وہ میری لکھی ہوئی ہے۔ اگرچہ ٹائیٹل پر نام مسٹر لوپو۔۔۔۔۔۔"

مجھے سارجنٹ کو چپ کرانے کے لئے اس کو پیٹ میں چٹکی لینی پڑی

ہوت نے کہا "تم دونوں نے مجھے اس وقت ہائیر آرٹس میں اپنی دسترس کے بارے میں بتایا ہے۔ جو واقعی میرے جیسے آدمی کو اپنی نظر میں حقیر بنانے کے لئے کافی ہے۔ مگر میرا اس وقت مطلب دوسری آرٹس سے تھا۔ مثلاً ادب تخلیق کرنے کا آرٹ یا کلاسیکل ناچ کا آرٹ جن کی پریکٹس اس وقت عام انسانیت کو دیوانہ کئے ہوئے ہے۔ ہمیں اس وقت ان لوگوں کا دل بہلانے کے لئے اور ان سے کچھ پیسے بٹورنے کے لئے اس آرٹ کی ضرورت ہے۔ میں ان کی دل جمعی کے لئے ستار پر کچھ پرانے اور کچھ میڈ۔ لے گیت گاؤں گا۔"

"ماڈرن گیت کیوں نہیں"؟ میں نے پوچھا۔
"۱۹۷۵ء کے بعد کوئی گیت نہیں لکھے گئے۔ کیونکہ گیت لکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ گیت جو وہ لکھنا چاہتے تھے پہلے ہی لکھے جا چکے تھے۔ اور بالکل ان ہی الفاظ میں جن میں وہ ان کو لکھنا چاہتے تھے" ہوت نے مجھ کو بتایا۔

وہ گانے لگ گیا۔ اس کا گلا واقعی سنہری تھا۔ اور ستار کی مدھر ترنگ، ترنگ، اس کے الفاظ اور جذبات کے اتار چڑھاؤ۔ وجد اور گہرے درد کا مکمل ساتھ دیتی تھی۔ یہ آرٹ تھا۔ اگر کوئی آرٹ ہو سکتا ہے۔ اس نے گئی گذری ہوئی بسری ہوئی پر درد باتوں کے گیت گائے اور پچھلی صدیوں کے، اور ان میں سے دو گیت ایک پرانے ایشیائی شاعر غالب کے تھے اور . . . وہ ایک میڈیول ایشیائی شاعر اختر شیرانی کے جس کا پچھلے پچاس سال طاق نسیاں پر رکھے جانے کے بعد ایشیا میں پھر سے "ووگ" ہو گیا ہے۔

جب ہوت اپنے سننے والوں کو ایک لڑکی سلمٰی کے بارے میں بتایا جو اس رات اس کو وادی میں ملنے کے لئے آ رہی تھی تو وہ فی الوقت متاثر اور بے حد اشتیاق معلوم ہوتے تھے۔ اور ان میں سے کئی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اس کے وادی میں آ جانے کے بعد مزید ڈیویلپ منٹس، کیا ہو نگیں۔ پیسے اس کے باؤلر ہیٹ میں جو اس کے پاؤں پر الٹا پڑا تھا چھن چھن گر رہے تھے۔ اور دو تین رنگین

ہونٹوں والی، عورتیں، دروازوں کے پاس سے اُٹھ کر آئیں اُن میں سے ایک نے نین فرانک کا نوٹ اس کے باڈر میں پھینک دیا اس نے دو ویلن اور میڈیول نظمیں گائیں۔ ایک کوئی اس طرح تھی۔

انتقام
آج میں لے کر رہوں گا انتقام
کیا سک میں رہنے والیوں کی نارسائی کا
ان سب رنگین ہونٹوں والیوں سے
لے کر رہوں گا انتقام

دوسری کا خطاب مینیٹو سے تھا اور وہ نظم ایک کھلی ہوا کے عاشق شاعر کی تھی۔

مجھ سے پہلی سی عقیدت میرے مینٹو نہ مانگ
میں نے سمجھا تھا کہ تجھ میں ہمت ہوگی۔
مگر یہ میرا غلط خیال تھا

اس نظم میں ہوت نے اپنے سننے والوں کو مینیٹو کی ہونے والی ڈی پوزیشن کا جو واضح اشارہ کیا تھا اس کے سننے والوں میں سے بہت تھوڑے اس کو سمجھ سکے ہوں گے۔ اس کے بعد ہوت نے مجھے مجمع کو کوئی پرلطف کہانی سنانے کے لئے کہا۔ اور میں نے ان کو جوک سنائے جو میں نے ایک حال کی جمہور عربیہ کی میگزین میں پڑھے تھے

"جنٹلمین! میرا نام پیت ہے۔ اور میں سٹور میں کام کر رہا ہوں اور میرے پاس ایک سگرٹ لائٹر ہے اور میرے پاس ایک گھڑی ہے اور میری ایک بیوی بھی ہے۔ اور تینوں ٹھیک کام دے رہے ہیں" اور دوسرا۔

"جنٹلمین! میں ایک دفعہ چڑیا گھر میں گیا اور بندروں کے پنجروں کے پاس جا کر میں نے دیکھا کہ وہ اپنے پنجروں میں نہیں بلکہ پیچھے کمروں میں ہیں۔ میں نے ایک چڑیا گھر کے ایک ملازم سے پوچھا کہ بندر پنجروں میں کیوں نہیں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ان کے میل کا موسم ہے؟ میں نے کہا اگر ان کو مونگ پھلی پھینکی جائے تو کیا یہ باہر پنجروں میں آ جائیں گے اس نے کہا میں نہیں جانتا! لیکن اگر میں ہوں تو نہ آؤں۔"

اس میں سے بعض واقعی ہنسنے مگر زیادہ کے لئے یہ ٹپیکل عربو امریکن مزاح زیادہ فنی نہ تھا۔

"اب سارجنٹ"؟ ہوت نے کہا" تمہاری باری ہے — انکو ایک ناچ دکھاؤ" سارجنٹ مطلقاً رضا مند نہیں تھا اور اس نے ایک ہزار اور ایک بہانے کئے۔ اس نے اپنے آپ کو تھکا ہوا ظاہر کیا اور کہا کہ مجھکو ناچنا نہیں آتا۔ مگر آخر کار وہ تیار ہو گیا۔ اس نے ہم کو بوزنگا والا وحشیوں کے ہلا ہلا ناچ کا نمونہ پیش کیا جس میں زیادہ ناچ کا کام اس کے کولھوں نے کیا۔ دیکھنے والے بیحد محظوظ ہوئے اور جب سارجنٹ پندرہ منٹ تک ناچ چکا تو انہوں نے اس کو پھر دوہرانے

کے لئے کہا۔ ان کی قدر افزائی اِن کی گھٹتے ہوئے سکوں سے ظاہر ہو رہی تھی اور میں نے جو اپنا باؤلر ہیٹ ہاتھ میں لئے سارجنٹ کے لئے پیسے جمع کر رہا تھا۔ جلدی پچاس روبل جمع کر لئے۔

"الوداع۔ مالکو" ہوت نے کہا۔

اب ہم بہت شدت سے بھوک محسوس کر رہے تھے۔ اور ہوت کے ساتھ ایک قریبی ریسٹورینٹ میں چلے گئے جس میں تمام دیواروں پر فریموں میں خوبصورت شاہزادیوں اور حسین بادشاہوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ جو شاید پریوں کے کسی ملک سے متعلق تھے۔

ہم نے خوب کھانا کھایا گرچہ ہوت نے بہت ہی کم کھایا۔ ہوت نے ہمیں بتایا کہ وہ دن میں صرف ایک بار کھاتا ہے۔ ہم نے پیسے نہیں دیئے۔ کیونکہ ہوٹل والا ہوت کا دوست تھا۔ اور باہر آ گئے۔

"اب ہم واپس پہلے اپنے گھر چلتے ہیں" ہوت نے کہا۔

اب ہم بازاروں میں سے گذرنے لگے اور ہوت نے اپنے باؤلر ہیٹ میں سے سکے ایک ایک کر کے راستے میں بیٹھے ہوئے کھلی ہوا کے عاشقوں میں بانٹنے شروع کئے اور جب اس کا اپنا باؤلر ہیٹ خالی ہو گیا اس نے مجھ سے کہا کہ "وہ پیسے جو تم نے کمائے ہیں اس باؤلر میں ڈال دو"

میں نے وہ پیسے اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال رکھے تھے اور سوچ رہا تھا کہ اب ہم تلواروں کا پیکٹ خریدیں گے اور دو دن کے فاقے سے بچ سکیں گے مگر ہوت نے مجھے وہ سب اپنے باؤلر میں ڈال دینے پر مجبور کر دیا۔ میرا

مطلب ہے کہ اس نے زبردستی نہیں کی لیکن کسی طرح تم کو اس کی مرضی پر چلنا ہی پڑتا تھا۔

ہوت نے گھر پہنچ کر جو کچھ پیسے رہ گئے تھے وہ اس نے پاس بیٹھے ہوئے بوڑھے کھلی ہوا کے عاشق کو دیدیئے۔

"اب ہم حقیقی امیر ہیں! ہیں نا مسٹر لیپ لپ" ؟ ہوت مسکرایا — ایک مسکراہٹ جو ایک کرامت تھی +

٭

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

دسواں باب

جس میں زیادہ تر زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ آیا فی الواقع چاقو ضروری ہیں

آسمان پر چاند نہیں تھا اور رات تاریک ترین تھی + ہم تینوں پہلے وسطی جوہڑ پیپر کے درخت یعنی پارلیمنٹ ہاؤس میں پہنچے۔ جہاں چند دوسرے کھلی ہوا کے۔ عاشق ہمارے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر تو درخت کی ٹہنیوں کی چھڑیوں سے مسلح تھے (بمعہ پتوں اور سب کچھ کے)! ور ان میں سے چار پانچ کے پاس زنگ آلود چاقو تھے۔ ہوت کے آدمی اس پتھر اور دھات کے زمانہ کے آدمیوں کی طرح لگ رہے تھے جن کے متعلق مورخ لکھتے ہیں کہ وہ تاریخ سے پہلے کے زمانے میں اس کرّے پر رہتے تھے (اس کے باوجود تاریخ لکھنے والے ان کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں۔ انہیں یہاں تک بھی معلوم ہے کہ پتھر کا زمانہ کب ختم ہوا اور دھات کا زمانہ کب شروع ہوا۔ جس طرح وہ خود اس وقت وہاں رہتے رہے ہوں)

"امیدوار دیوتاؤ! تم تیار ہونا" ہوت نے کہا "تمہارے پاس کوئی چاقو وا قو ہیں؟" میں نے کہا "چاقو تو میرے پاس نہیں ہے۔

ہاں یہ دو ہاتھی دانت کے قلم ہیں۔ جو میں گورنمنٹ ہاؤس میں بطور چابک سٹکس کے استعمال کیا کرتا تھا۔"

"یہ مجھے دو" ہوت نے کہا "ان کو گروی رکھیں گے۔ پارٹی کو اس وقت فنڈ کی ضرورت ہے۔ جب ہماری حکومت ہو جائیگی میں سینیٹ کو سفارش کر کے تمہیں حاتم طائی (تھرڈ کلاس) کا خطاب اور تمغہ دلوانے کا انتظام کر دونگا۔"

میں نے کہا "مجھے افسوس ہے۔ ہوت۔ یہ میرے نہیں۔ یہ بڑے کاابو کی ملکیت ہیں۔"

"ادھر بھی لاؤ۔ وہ مر نہیں جائے گا۔ مگر ٹھیرو ہم آج رات ان کو استعمال کرتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ان کی نوکیں ابھی تیز ہیں۔ یہ منڈو کے مخالفوں کی آنکھیں پھوڑنے کے کام آسکتے ہیں۔"

ہوت کے پاس ایک چھوٹا پستول تھا۔ جو اس کو کسی کاماک نہیں ہے کے ملک کے دوستوں نے دیا تھا اور جس کو وہ اپنی پتلون کی جیب میں ڈالے ہوئے تھا۔

ہم چپکے سے منڈو کے مندر کی طرف بڑھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ میں یوکتا پوٹا والا کا صدر اور میرا ملٹری سکرٹیری یک لخت آج کتنے عجیب واقعات میں پھنس گئے تھے اور اب ایک اسٹیٹ کے خلاف سخت ترین غداری کے کام میں حصہ لے رہے تھے۔ اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو کل بڑا کابو، چھوٹا کابو اور وہ سب "آسمان سے باتیں کرنے والوں" میں رہنے والے

جن کے لئے یہ گاڈ اتنا مفید تھا اور جن کی روٹی کو وہ خود بلکھن لگا تا تھا کہاں ہول گئے۔

مندر کی سیڑھیوں پر پہنچ کر ہم نے اندر کھلے دروازے میں سے مینٹو کی مورتی کو اس کے مختلف چہروں کے ساتھ جو رہیں تھے غالباً ایک بجلی کی موٹر کے ذریعے سے گھوم رہے تھے دیکھا۔ اب مینٹو ایک غضبناک شیر تھا اور اب چالاک لومڑ۔ اب سخت متعصب بوڑھا آدمی اور اب ایک مسکراتا ہوا بچہ + اس کے بت کے گرد سیاہ لبادوں میں تھالیاں بجاتے ہوئے اور ناچتے ہوئے اس کے پجاری تھے اور ان کے بھجنوں کی آواز باہر آرہی تھی۔

"مینٹو تو اتنا اچھا ہے۔ مینٹو تو اتنا نیک ہے۔ مینٹو۔ ہمیں اپنے قہر و غضب سے بچا۔ تو ماضنین کا مالک ہے۔ تو نے ہم کو ہاتھ دیئے ہیں تاکہ ہم اپنے ہمسائے سے وہ چیزیں چھین سکیں جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ تو نے ہمیں منہ دیئے ہیں۔ تاکہ ہم باتوں باتوں میں دوسروں کو جھکمہ دے سکیں۔ اور اُلو بنا سکیں۔ مینٹو ہم کو غضب سے بچا جو تو نے کھلی۔ ہوا۔ کے۔ عاشقوں پر نازل کیا ہے۔ مینٹو ہماری جنسی قوت کو بڑھا تاکہ ہم اپنی بیویوں کو بے تحاشا استعمال کر سکیں۔ وغیرہ وغیرہ

"اب" ہوت نے کہا۔" آگے تمہارا کام ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ باقی سب باہر ٹھیریں گے۔"

ہم تینوں مندر کے اندر داخل ہوئے۔ مندر کی دیواروں پر سونے کا پانی

چڑھا ہوا تھا۔ اور چھت میں جھاڑ فانوس لٹک رہے تھے۔ ہم تینوں ایک دیوار کے ساتھ خاموش پجاریوں میں بیٹھ گئے۔ آخر ایک راہب ہمارے پاس آیا۔

"تم لوگ پوجا کرنے والے ہو یا رات کو سونے کے لئے جگہ تلاش کرنے والے ہو"؟ وہ پوچھتا ہے۔

ہوت غرایا "کیا ہم کھلی ہوا کے عاشق نظر آتے ہیں؟ ہم آسمان سے باتیں کرنے والے میں رہنے والوں میں سے ہیں اور یہ دو آدمی جن میں سے ایک صبح کے سوٹ میں ہے اور دوسرا شب خوابی کے لباس میں اپنے ملک کے کابو ہیں"

"اچھا بھئی غلطی ہوئی" راہب نے کہا "کیا تم پوجا میں شامل ہونا پسند نہ کرو گے؟ یا تھالیوں کے فارغ ہونے کا انتظار کر رہے ہو۔ تم چاہو تو پیرٹرا تھالیاں لے سکتے ہو"

"ہم" ہوت نے کہا "ساری رات مینیٹو کی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ تم لوگ فارغ ہو جاؤ اور پھر ہم اُسے دکھائیں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں"

اس راہب نے ہوت کے الفاظ میں چھپی ہوئی دھمکی کے معنوں کو نہ پایا۔ وہ مڑ ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا راہب۔ ایک لمبا آدمی جس کی بھویں سیاہ تھیں۔ ہماری طرف للکارتا ہوا آیا۔ وہ پھنکارا۔

"یہ سب رات کو سونے والے ہیں"۔ "میں اس شخص کو جانتا ہوں" ہوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ "یہ یقیناً کھلی ہوا کے عاشقوں میں سے ہے۔

اور میرے خیال میں ان کے سرغنوں میں سے ایک اور یہ دوسرا۔"
سارجنٹ بنہ فز کی طرف دیکھتے ہوئے۔ "یہ موچھوں والا آدمی تو پہن کر بھی شب خوابی کا لباس آیا ہے۔ جیسے——"

"نہیں! میں اس کو اس لئے پہن کر نہیں آیا" سارجنٹ بنہ فز نے بے ساختہ کہا "یہ الزام ہے۔ میرے پاس سے ہی یہ لباس!"

اس راہب کا انداز بے حد ہمدردانہ پشیمانہ تھا اسلئے نہیں کہ اسکو کوئی شک گذرا تھا کہ ہم دیوتا کی پوجا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ مجھے ہوت نے بتایا۔ کھلی ہوا کے عاشق کبھی کبھی تبدیلی اور تنوع کی خاطر یہاں ظاہر ہوگا۔ پوجا کرنے کے لئے۔ مگر وہ جو اِن سونے کے لئے آجاتے ہیں اور کالی بھنوئیں والا راہب اس وقت غالباً ہمیں ان سونے والے دلیروں میں سے سمجھ رہا تھا۔

ہوت نے راہب سے کہا "یہ جگہ تمہاری ملکیت نہیں ہے۔ یہ میننڈو کی ملکیت ہے۔"

بے شک یہ منیڈو کا گھر تھا اور وہ راہب ہمیں باہر جانے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کچھ غصہ سے غرّاتا اور کڑھتا پھر اپنی پوجا میں مشغول ہو گیا۔ مگر اس سارے عرصہ میں اس کی ایک آنکھ ہم پر تھی — ایک کینہ ور آنکھ۔ آخر ایک ایک کر کے پجاری جانے لگے مگر اُن میں سے پہلے جو سیڑھیوں سے نیچے گئے وہ جلد ہی پھر واپس آگئے۔ فوراً ہی ہم کو اُن کے واپس آجانے کی وجہ معلوم ہو گئی۔ ان کی جوتیاں غائب تھیں

اب مجھے اس کا علم نہیں کہ آیا ہوت کا اس میں ہاتھ تھا۔ اور آیا اس کے اور اسکے ساتھیوں اور لفٹینٹوں کے درمیان اس قسم کی کوئی ان کہی ان ڈرسٹینڈنگ تھی۔ بہرحال میں نے باہر جھانکا تو وہ سب کھلی ہوا کے۔عاشق، جو ہمارے ساتھ آئے تھے کہیں نظر نہ آرہے تھے پوجا کرنے والے ایک نا قابل رشک حالت میں تھے انہیں گھر جانے کے لئے جلدی تھی۔ ان کی بیویاں استعمال کئے جانے کے انتظار میں تھیں مینٹو کی طرح ان کے بھی حقوق تھے۔ ادھر ان کی جوتیاں غائب تھیں (جوتیاں اصنیں میں اچھے موچیوں کی قلت کی وجہ سے مہنگی ملتی ہیں۔ میرا مطلب پہننے والی جوتیوں سے ہے۔ مگر ہوت نے مجھے بتایا کہ جوتیاں کھانے کی بھی موتی ہیں جو سستی اور بالکل مفت پڑتی ہیں اور جن کے پانے والے زیادہ تر کھلی ہوا کے عاشق ہوتے ہیں!)

ایک ڈاڑھی والا معزز شہری تاریک کھونٹوں والے راہب کے پاس گیا "میری جوتیاں کہاں ہیں۔ میں گھر کیسے جاؤنگا۔ محلہ میں بہت سے آدمی مجھے جانتے ہیں۔ وہ کیا کہیں گے"۔

ایک اور عینک والا کلرک جو زرد رو تھا اور شاید کسی ڈیپارٹمنٹل امتحان کی تیاری کر رہا تھا (مجھے بتایا گیا ہے کہ ایسے موقعوں کے لئے مینٹو بعض وقت مفید ہے) تقریباً تقریباً رو رہا تھا "پچاس روپل کے میرے جوتے تھے اور کل ہی میں نے چیف جوتا گھر سے خریدے تھے۔ پورے مہینے کی تنخواہ کے عوض"۔

ایک ادھیڑ عمر، چھوٹا سا آدمی سب دوسرے بغیر جوتے والوں سے شکایت کر رہا تھا۔ "میرا اس مندر میں جوتے کھونے کا پہلا موقعہ ہے جہاں تک میری حقیر رائے ہے اس میں یہاں کے بڑے راہب کا ضرور ہاتھ ہے۔"

"میرا خود یہی خیال ہے" ہوت نے اپنی جگہ سے بیٹھے بیٹھے تائید کی۔

ان سب نے تاریک بھنوؤں والے راہب کو گھیر لیا۔ اور اس کو بعض ایسی ایسی باتیں کہیں جو بیان سے باہر ہیں۔

ہوت اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور ہر ایک سے کہہ رہا تھا میری ملائے ہیں جوتے اسی نے چرائے ہیں۔" آدھ گھنٹے تک مندر میں خوب شور و غل رہا۔ بڑا راہب کہہ رہا تھا "میں نے مندر کے باہر سائن بورڈ لگا رکھا ہے کہ جوتیاں کھو جانے کا مندر ذمہ دار نہیں ہوگا۔"

"ہاں" ہوت نے دوسرے لوگوں سے کہا جن کی جوتیاں غائب ہوگئی تھیں۔ "یہ بورڈ اس لئے لگایا گیا ہے تاکہ وہ قانونی زد سے محفوظ رہے۔"

"تم چپ رہو۔" راہب نے غصہ سے جھنجھلاتے ہوئے کہا "یہ تم لوگوں کی کارستانی ہے۔ تم کھلی ہوا کے عاشقوں کی"

ہوت ہنسا جس طرح ایک اچھے مذاق پر۔

"لو اور سنو! کھلی ہوا کے عاشق - وہ جوتیاں کیوں چرانے لگے

ان کے کس کام کی وہ ان کو کبھی نہیں پہنتے۔"

وہ سب ایک ایک کرکے ننگے پاؤں ہی چلنے کو تیار ہو گئے اور ہوت نے ان کو تسلی دی کہ یہ اتنا غیر آرام دہ نہیں جتنا تصور کیا جاتا ہے۔" جوتے درحقیقت ضروری نہیں اور میں نے ان کو گذشتہ چار سال سے استعمال نہیں کیا۔ اور میں اب کانٹوں پر چل سکتا ہوں اگرچہ اس نے استہزاد کیا "میں تم کو پہلے پہل تجربہ کرنے کا مشورہ نہیں دونگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چہرہ بگاڑنے اور افسوس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ تمہارے لئے اب ایک بغیر جوتے کی زندگی کے آغاز کرنے کا موقعہ ہے اور اگر اب تم چاہو تو ایک بے فائدہ اور پر تکلف رواج سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو ـــــ تم جانتے ہو کہ کوئی دوسرے حیوان جوتوں کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی بہت سی دوسری فروعات کی اور میں نہیں سمجھتا کہ انسان جو اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کہتا ہے (اگرچہ دوسرے حیوانات کو یہ معلوم ہو جائے تو وہ اس سے سخت اختلاف کریں) اور یقیناً (میں اقرار کرتا ہوں) سب حیوانوں سے بڑھکر حیوان ہی اپنی زندگی کو خوشگوار گذارنے کے لئے اتنی لاتعداد ڈوبی ٹیز کا محتاج ہو ہماری نسل کے نوجوانوں نے کم از کم ایک بغاوت کی ہے انہوں نے ٹوپیاں پہننی چھوڑ دی ہیں ـــــ ایک حد درجہ غیر ضروری چیز۔ ۔ ۔ ۔ یہ باؤلر ہیٹ جو تم میرے ہاتھ میں دیکھتے ہو۔ صرف چیتھے اسکتنگنے کے لئے ہے۔ ہم انسانوں کو دراصل دفتر جانے۔ انشورنس ایجنٹ بننے اور ان چیزوں کی کوئی

ضرورت نہیں۔ ہم درختوں میں بندروں کی طرح خوش اور مطمئن رہ سکتے ہیں"

ہوت اب ایک بڑی فلسفیانہ نکتہ پر چل نکلا تھا۔ اور ان سب پجاریوں کے چلے جانے کے بعد وہ اپنا زندگی کا فلسفہ مینٹو اور بڑے سیاہ بھوؤں والے راہب پر واضح کر رہا تھا جو غصے کے مارے پیچ و تاب کھا رہا تھا،

"اب جاؤ" بڑے راہب نے کہا "ہم مندر کے دروازے بند کرنے لگے ہیں"

"ہم مینیٹو کے ساتھ چند منٹ تخلیہ چاہتے ہیں" ہوت نے بالکل سکون سے کہا، "اور دوسرا یہ دو لوا اپنے ملک کے کالبوا ور بہتر درجہ کے آرٹسٹ) بھی اپنے جوتوں سے محروم کئے جا چکے ہیں اور وہ جوتوں کے بغیر چلنے کے ..... "

میں ہراساں ہو کر چلایا "ہمارے جوتے بھی؟"

سارجنٹ بزفر چلایا "میرا نرم چپل تو نہیں"؟

ہوت نے کہا "ہم کھلی ہوا کے عاشق، کسی سے رعایت کا سلوک نہیں کرتے، سب ہمارے لئے برابر ہیں ...... "

"اچھا یہ تمہاری کارستانی ہی تھی۔" راہب چلایا "میں جانتا تھا تم۔ چور۔ چور ...... "

ہوت پارے کی طرح بے قرار تلملایا۔ بڑے راہب کی آواز اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں گھٹ گئی۔ اور ہوت نے پاس رکھی ہوئی ایک رسی سے اسکی مشکیں کس دیں (ہم نے بھی اس کام میں اس کا ہاتھ

بٹھایا) اس وقت مندر کے اندرونی کمرے میں اور کوئی نہ تھا۔ دوسرا راہب پہلے ہی جا چکا تھا۔ اب ہوت نے کہا "ہم منیٹو کو گدی سے اتار سکتے ہیں۔ اور دسطی جوہڑ میں گرا سکتے ہیں"!

جس وقت ہم منیٹو کے بت کی طرف بڑھے تو ہمارے سامنے منیٹو کا وہ چہرہ تھا جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ایک بے بس آدمی کا چہرہ جو درد اور یاس اور غم سے گھلا ہوا ہو۔ بجلی کی موٹر فیل ہو گئی تھی۔ یا غالباً کسی نے سوچ آف کر دیا تھا اور یہی چہرہ تھا جو ہمارے سامنے آکر ٹھہر گیا۔ باقی سب چہرے تاریکی میں تھے۔ ہم تیورا گئے۔ ظالم سے ظالم آدمی بھی اس چہرے کے خلاف ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ وہ اس وقت رحم اور محبت کے جذبات ابھارتا تھا۔ اس آدمی کی طرح جو اکیلا ہو! ایذا دیا گیا ہو۔ جس کا کوئی دوست نہ ہو!

ہوت نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ بوڑھا آدمی منیٹو آخر اتنا بڑا نہیں۔ دراصل یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا قصور نہیں۔ یہ ذرا غیر مؤثر ہے اور بے بس۔ تم جانتے ہو؟ کہ لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ تھرتھراتے ہیں اس کی خوشامد کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اپنے امتحان پاس کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ اپنی چاندی کی ڈھیری اونچی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ اپنے ہمسایہ کی بیوی کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس سے خوف زدہ ہیں اور اس کو ایک قسم کا سپر جادوگر سمجھتے ہیں۔ وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اس کی خوشامد کرتے ہیں۔ مگر

مگر حقیقتاً بوڑھے آدمی منیٹو کو خود بوڑھے آدمی منیٹو کی خاطر کوئی محبت نہیں کرتا +

اگر ہم اس کو گدی سے بھی دست بردار کردیں تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس کے پاس صدیوں سے اشک شوئی کے لئے یہی ایک ڈھارس ہے کہ وہ گدی پہ بیٹھا ہے۔

"ہمارے یوکنا پٹاوا میں کوئی منیٹو نہیں ہے" میں نے کہا۔

"اور ہم بالکل مزے میں ہیں۔ ......"

"بالکل مزے میں" سارجنٹ بز فرسے نے کہا" صرف کبھی کبھی ایک ریوولیوشن ہوجاتی ہے۔ اور پہلے صدر اور ان کے ملٹری سکریٹری اچانک اپنے آپ کو آوٹ آف جاب پاتے ہیں "میں تعجب کیا کرتا تھا" ہوت نے کہا "کہ منیٹو اپنے آپ کو جتلاتا اور محسوس کیوں نہیں کراتا۔ یہ اس دنیا میں خود اپنی حکومت کیوں نہیں قائم کرتا جیسے اس نے ہزاروں سال پہلے وعدہ کیا تھا جب یہ گدی پہ بیٹھنے والا تھا کہ میں اس دنیا پر اپنی سلطنت قائم کروں گا۔ اور چار ایال دار شبر ببر میرے دائیں۔ بائیں۔ میرے آگے اور میرے پیچھے اگلے دائیں پنجوں میں شمشیریں اٹھائیں میری حفاظت کریں گے۔ اور بغیر رکے میری تعریفیں گائیں گے۔"

اب اس نے خود اپنے آپ کو کاہنوں کے ہاتھ میں ایک ڈیوپ بنا لیا ہے۔ تم اس سے کچھ نہیں توقع کرسکتے۔ ...... اور اس کو

گدی سے اتارنے کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ اس مندر کے راہب اپنا ایک نیا خدا اس سنگھاسن پر نصب کر دیں گے اور اس کو مینٹو کہہ دیں گے وہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلا مینٹو موسم گرما کی چھٹیوں پر گیا ہے۔ یا یہ کہ اس نے یہ نیا روپ بدلا ہے کیونکہ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ — ہر چیز — + اور لوگ اس جھوٹ کو یقین کر لیں گے + اس ملک میں وہ ہر اس چیز کو یقین کرتے ہیں جو وزارت جھوٹ ریڈیو پر نشر کرتی ہے۔ اور جو ایف ایل ہٹاخا شتراپا ٹائمز میں چھاپتا ہے۔ ایف ایل ہٹاخا اس ملک کے کروڑوں کے لئے سوچتا ہے اور نئے جھوٹ ایجاد کرتا ہے ....

ذاتی طور پر میں مینٹو کو ڈی پوز کرنا عام انسانی شرافت سے بعید سمجھتا ہوں عبادت اور پوجا سے زیادہ بوڑھے آدمی کو محبت اور معصومیت اور نرمی کی ضرورت ہے جو صرف بچے دے سکتے ہیں مگر ٹریجیڈی یہ ہے کہ ہم بڑے ہو جاتے ہیں۔"

"سو ہم اس کو بیٹھنے دیں ؟" میں نے کہا "یہی تمہارا مطلب ہے نا"

"بیٹھنے دو" ہوت نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے نہیں وہ زیادہ دیر بیٹھے گا۔ وہ خود ہی دست بردار ہو جائے گا۔ اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا جب تک ایف ایل ہٹاخا ہے۔"

"تمہارا مطلب یہ تو نہیں" ہز فز بولا "کہ مینٹو کی بجائے اب ایف ایل ہٹاخا کا خاتمہ کیا جائے۔"

الیف ایل پٹاخا وزارت جھوٹ کا بچہ ہے۔ وزارت جھوٹ وزارت ا
جہالت کی جڑواں بہن ہے۔ نہیں یہ ممکن نہیں۔ یہ سارا سلسلہ ان پریوں
کی کہانیوں کی طرح ہے۔ جہاں ظالم جن کی جان سات سمندر پار فلانے
طوطے میں ہوتی تھی۔ اور اس طوطے کی سات سمندر پار فلانے مینا میں
مسٹر لولو! بات یہ ہے کہ میں اس انسانی جانور سے کوئی زیادہ امید
نہیں رکھتا۔ ہمارا سب سے طاقتور جذبہ جنسی خواہش سے بھی زیادہ
طاقتور ــــ طاقت اور شہرت کی خواہش ہے ــــ دوسرے انسانوں
پر حکومت کرنے اور ان کو ادھر ادھر آرڈر! بومیٹ کرنے کی خواہش +..
اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ہم ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کو ہمیشہ
یہ بتاتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ جاہل
ہیں مگر ہم ان کی جہالت کو اور زیادہ گہرا کرنے کی کوشش کرتے ہیں صرف
اس لئے کہ یہ ہمارے حق میں مفید ہے + ہم نے اس سلسلے میں ہمیشہ
مذہب کو لوگوں کے لئے افیم بنایا ہے۔ تم سمجھتے ہو اب یہ بڑا کابو چھوٹا کابو
اور یہ سارے آنی جنٹلمین مذہب کی دو کوڑی کی بھی پرواہ کرتے ہیں۔
مگر وہ جانتے ہیں کہ عام سادہ لوگ اس تال پر زیادہ آسانی سے ناچیں گے
نسبتاً کسی اور تال کے۔ ہمارے لیڈر، ہو سکتا ہے بڑے اچھے آدمی
ہوں، لیکن وہ بوڑھے ہیں اور احمق۔ اور صحیح طور پر تربیت یافتہ +
بڑا کابو ایک وفادار خاوند ہے اور جہاں تک میں نے سنا ہے وہ
اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے ایک اچھا محبت کرنے والا باپ ہے

مگر اس نے زندگی کی اصلی خوبصورتی اور حزن کو کبھی نہیں محسوس کیا۔ — طاقت! طاقت! یہ خوفناک نشہ ہے۔ اور طاقت طاقت کی خاطر ایک نہایت ارذل ترین اور کمینہ انسانی انسٹنکٹ ہے یہ ہی جذبہ تھا جو معاشی آزادی کے باوجود دس میں نہ کچلا جا سکا اور جب مطلق طاقت کروڑوں کی زندگی اور موت پر طاقت ایک محروم خواہشات کے پیورسٹیاٹک کے ہاتھ میں آئی اس نے اسکو تباہی کے لئے استعمال کیا...... معاف کرو ہمیں اب چلنا چاہیئے۔"

ہم مینیوٹو کے بڑے راہب کو وہیں بندھا ہوا چھوڑ کر باہر کالی رات میں آ گئے اور ننگے پاؤں اس برگد کے درخت کی طرف چلے جہاں ہوت کے ساتھی مینیوٹو کے ڈی پوز ہو چکنے کی خبر کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ وہ اس امید میں تھے کہ یہ خبر ملتے ہی وہ بڑے کابے کے محل پر دھاوا بول دینگے۔ اور جب وہ ان کو مینیوٹو کو خطرہ کے فارمولے سے ٹالنا چاہے گا وہ اس کے منہ پر ہنسیں گے اور اس سے کہیں گے کہ مینیوٹو کو خطرہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اب وسطی جوہڑ کے بیچ میں پڑا ہوا ہے۔ ہماری خبر نوجوان کھلی ہوا کے عاشقوں کے لئے ایک سخت مایوسی تھی اور ان میں سے بعض نے جو ذرا گرم خون تھے ہوت کو بزدل اور غدار کہا۔ ہوت مسکراتا ہوا ان کو سنتا رہا اور پھر اس نے ان کو اپنی وجوہات دیں۔ اور انھوں نے دیکھا کہ ہوت ٹھیک تھا۔ مگر جو ذرا بڑے ممبر تھے وہ اس خبر سے آرام کا سانس لینے لگے۔ کیونکہ

ان کا شروع سے ہی خیال تھا کہ مینٹو کو ڈی پوز کرنا درست نہیں کہ مینٹو ایک بے ضرر نیک ارادے والا گاڈ ہے۔ وہ کچھ غیر موثر ضرور تھا۔ مگر یہ اس کے بڑھاپے کا قصور تھا۔

جوتیاں ان کے پاس ہی تھیں جو ہوت کے دو تین ساتھیوں نے تھیلوں میں ڈال رکھی تھیں۔ ان میں میرے لیدر کے سیاہ بوٹ بھی تھے اور سارجنٹ کے پھولدار سینڈل بھی ہماری ان سے اپنے بوٹ مانگنے کی ہمت نہ ہوئی

ہوت نے کہا "سب کل جیب کترنے والے جنٹلمین کے بازار میں بیچی جائیں گی۔ ہم ایک دو اچھے معزز آدمیوں کو جانتے ہیں (ان میں سے ایک عطر بازار میں شو مرچنٹ ہے) جو ہمکو ان کے اچھے دام دینگے اور وہ ان کی مرمت وغیرہ کرکے ان کو بالکل نیا کرکے بیچ سکتے ہیں

........) اور اب جب ہم اس موضوع پر ہیں مسٹر لیوپولڈ! میرے خیال میں تمہارے ان دو ہاتھی دانت کے قلموں کی پارٹی 'فنڈ' میں 'گفٹ' کی بے حد ممنون ہوگی۔ اور تمہارا نام اس بڑے تنے پر کھود کر صدیوں تک زندہ جاوید کر دیا جائے گا۔"

مجھے وہ قلم دینے ہی پڑے ——— اور آخر تھے بھی تو وہ بڑے کابوکے

"اور اب تم سونا چاہو گے"؟ ہوت نے کہا "میرے ساتھ آؤ۔"

وہ ہمیں اپنے گھر کے سامنے ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں لے گیا۔ جہاں دو بنچ خالی پڑے ہوئے تھے۔ پولیس مین جو دو ہال ڈیوٹی پر تھا۔ ہوت کو جانتا تھا اور اس کی طرف پولیس مین کا انداز مودبانہ تھا

ہوت اس کو چجا کہتا تھا جس طرح ہزاروں دوسرے لوگوں کو۔
"تم یہاں سو سکتے ہو" ہوت نے کہا۔" میں اس کو مہمانوں کو ٹھہرانے
کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ اپنے گھر میں اپنے ستار ، آرفلیس
کے ساتھ سوتا ہوں۔ صبح وہاں آؤ۔ اور ہم سوچیں گے کہ تم پوکنا پوٹا داہا
کس طرح پہنچ سکتے ہو۔ کیونکہ تم کو واپس ضرور جانا چاہیئے آدمی اپنے ملک
سے باہر ٹھیک اور ایٹ ایز ا نہیں محسوس کرتا۔ ...."
ہم نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ ایک اداس اور تنہا شکل اور سارجنٹ
بزفز نے مجھے کہا " میں تمہیں بتاؤں۔ یورآنر! اس ملک میں دو ہی پارٹیاں
نہیں ہیں۔ سفید پارٹی اور سرخ پارٹی۔ ایک تیسری پارٹی بھی ہے اور
وہ ہے رنبکلع (کھلی ہوا کے عاشق) اور میرا خیال ہے کہ ان کا لیڈر
ہوت ابھی سے شہر میں اتنا ہی ہر دلعزیز ہے جتنے یہ سب کا بڈھا
نہیں۔ افضل ترین سے کرتے تک ۔"
اور پھر دن بھر کے تھکے ہارے پوکنا پوٹا داہا رپیو دلیوشن سے بے
پرواہ۔ ہم لٹھوں کی طرح بے ہوش سو گئے ۔

٭ ٭ ٭

گیارہواں باب

جس میں مسٹر پوپو پاؤلر ہیٹ کا ایک اور نیا استعمال دریافت کرتا ہے

دوسری صبح ہوت کے گھر جانے پر ہمیں پتہ چلا کہ آدھی رات کو پانچ چھ اسپیشل پولیس کے آدمی اسے گرفتار کر کے لے گئے تھے۔ انہوں نے اس پر مینبو پر حملہ کرنے کی نیت اور بڑے راہب کو قتل کرنے کی کوشش کا جرم عائد کیا گیا تھا۔ (دونوں ماضینی قانون میں بے حد سنگین جرم ہیں) اس کی گدڑیوں پر چار غلیظ میلے کچیلے بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کالک اور میل میں لتھڑے ہوئے بچے جن کے گھنیرے بال گھنگھریالے تھے۔ اور جن کی آنکھیں بڑی اور ذہین تھیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ ہوت کا پرسنل باڈی گارڈ ہیں اور یہ کہ ہوت ہمارے لئے ایک پیغام چھوڑ گیا ہے۔ یہ پیغام ایک میڈیول شاعری کی پتلی کتاب (جو ایک طوفان سے پہلے کے انگریزی شاعر رابرٹ گریوز کی نظموں کا مجموعہ تھا) کے فلائی لیف پر ایک پنسل سے گھسیٹا ہوا تھا ــــ اور بڑی جلدی میں اس کے الفاظ یہ تھے۔

میرے پیارے پوپو اور بز فز!

وہ راہب جس کی ہم نے مشکیں کسی تھیں میرے نام سے واقف ہے

اور ہمارے جانے کے فوراً بعد ہی وہ غالباً کسی طرح کسی کی مدد سے اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے پل جیک مچ، ہیڈ کوارٹر د ۔ (پکڑ لو جس کو مرضی چاہے) میں میری رپورٹ کر دی ۔

جہاں تک میرا خیال ہے اس نے تمہارا ذکر نہیں کیا اور صرف اتنا کہا کہ مجرم موت کے ساتھ دو اور کھلی ہوا کے ۔ عاشق ۔ تمہے اس سے نہیں زیادہ خطرہ نہیں + میرا نام جیسا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے ۔ پل جیک مچ کی کالی کتاب میں عرصہ سے درج ہے ۔

وزیر جھوٹ میرا عرصہ سے سخت ترین مخالف ہے ۔ اس نے مجھے رشوت دینے کے مختلف طریقے استعمال کئے اور مجھے چند ہفتے پہلے ماضنیبن کا "آوارہ گرد سفیر" بنانے کی پیشکش بھی کی گئی تھی +

میں غالباً کافی عرصہ تک ناپید ہو جاؤں گا ۔ (یہ ان سب کا حشر ہوتا ہے جو پل جیک مچ کے پنجہ کے نیچے آتے ہیں) مگر میں پارٹی کے متعلق فکر مند ہوں پارٹی کا کام جاری رہنا چاہیئے ۔ مسٹر یولیو پیالنہارجو کا مانیفو کیا تم مجھ پر ایک عنایت کرو گے؟ میں چاہتا ہوں کہ تم پارٹی کے سکریٹری کے فرائض انجام دو ۔ فرائض آسان نہیں ہیں ۔ جیسا کہ تم نے دریافت کیا ہو گا ۔ مگر تم کو اس کام میں مجلس عاملہ کے سب ممبروں کا تعاون حاصل ہو گا ۔ نوجوان قنوط تمہیں سارے آداب اور کانسٹی ٹیوشن سے واقف کر دے گا ۔

میں جانتا ہوں کہ تم یہاں میرے گھر پر نہیں ٹھیر سکتے ۔ یہ بہت زیادہ پبلک جگہ ہے اور اس لئے میں تمہیں شہر میں اپنے ایک دوست کا پتہ

ن کی ایک چھوٹی سی دکان ہے۔ وہ میرا دوست چند ہفتے سے اس دوکان کو 'باؤلر ہیٹ' پر دینے کو سوچ رہا ہے۔ یہ یہاں کی ایک رسم ہے۔ تم چار سو روبل اس کے پاس میرے باؤلر ہیٹ میں ڈال کر لیجاؤ گے، وہ خود ہی سمجھ جائیگا۔ یہ چار سو روبل وہ اپنی جیب میں ڈال لیگا۔ اور باؤلر ہیٹ تم کو واپس دیدے گا۔ اس رسم کے بعد وہ تم کو دوکان کا قبضہ دے دیگا۔ اس مکان کا کرایہ غالباً بیس روبل ماہوار ہے۔ اگر تم اپنے ہائر آرٹس کے ذریعے اپنی گذران پیدا کر سکو اور مکان کا کرایہ ادا کر سکو تو ٹھیک ورنہ تم ماہانہ سو روبل تک پارٹی فنڈ سے لے سکتے ہو جو خزانچی ڈرنی ٹی کے چارج میں ہیں بیشک باؤلر ہیٹ کا روپیہ چار سو روبل تمہیں پارٹی فنڈ سے ملیگا جو تمہیں ایک قرضہ کے طور پر پیشگی دیا جائیگا اور جو تم اپنا وقت لیکر واپس کر سکتے ہو۔

یہ چار لڑکے میرے پرسنل باڈی گارڈ کے افراد ہیں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسے چار سمارٹ، اور ذہین لڑکے تم کو ماضنین میں نہیں ملیں گے۔ ان کو اپنے ساتھ اپنے نئے مکان میں لیجاؤ۔ اور یہ تمکو تمہارے کام میں اور پارٹی کے ممبروں کو تمہاری ہدایات وغیرہ پہنچاتے رہنے میں بے حد کار آمد ثابت ہوں گے۔ صرف اس شہر میں دو لاکھ ممبر پارٹی کے 'رولز' پر ہیں۔

اگر میں نے پہلے یہ واضح نہیں کیا تو اب واضح کرتا ہوں کہ تم کو ہر حالت

اپنی روزی خود پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پارٹی فنڈز محدود ہیں اور کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ تم بجائے ان کو کم کرنے کے ان کو بڑھاؤ۔ تم ایک بوٹ بنانے والے کا پیشہ اختیار کر سکتے ہو۔ اور سارجنٹ جیسا ہشیار آدمی دوسری ہزاروں چیزیں کرنے کی تجویز سوچ سکتا ہے۔

مثلاً وہ ایک روحانی امراض کے ماہر کا کام شروع کر سکتا ہے جس کا موجودہ سکوپ مضافات میں لامحدود ہے یا کسی مقامی سرکس میں (گرانڈ چینی بہادر سرکس کا پروپرائٹر میرا دوست ہے۔ ہم کلاس فیلو تھے۔ وہ اس کی ہر ممکن امداد کرے گا) شیروں کا رنگ ماسٹر بن سکتا ہے اس کی شخصیت ہے اور اسے صرف رنگ ماسٹر بننے کے لئے چند میڈل چاہئیں۔ گرانڈ چینی بہادر سرکس کے شیر بالکل بے ضرر ہیں۔ اور سبزی اور دودھ پر پلے ہوئے ہیں۔)

چھ مہینے میں کوئی وجہ نہیں کہ تم نہ صرف پارٹی کے فنڈز میں ایک معتدبہ اضافہ کر سکو گے بلکہ کافی روپیہ جمع کر سکو گے۔ تم کو اب یوکنا پوٹا واہا جانے کا خیال فی الحال چھوڑ دینا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے رومولو تم کو گرفتار کر لے۔ یا نہ بھی کرائے۔ پھر بھی تم کو کسی دفتر میں کام ڈھونڈنا پڑے گا۔ جس کا زیادہ چانس نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں تمہاری ٹائپ کی رفتار خاطر خواہ اور تسلی بخش نہیں۔ یوکنا پوٹا واہا ایک صنعتی ملک ہے اور میرا خیال نہیں کہ دستی بنے ہوئے جوتوں پر وہاں کوئی بچت ہو سکتی ہے۔ خیر تب تک میں غالباً جیل سے باہر آچکا ہوں گا۔ اور ہم اس

پر مزید بحث کر سکتے ہیں۔
یہ ہدایات کافی ہونی چاہئیں۔ تم خود اپنے دلائل اور اپنی ذہانت کو بروئے کار لاؤ تو تمہارے دریافت کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔
میرا باڈی گارڈ اب تمہارا باڈی گارڈ ہے اور تمکو خزانچی ڈرنی ڈ اور میری دوکان والے دوست کے سپتے معلوم ہیں۔ اپنے آپ کو ان کے ہاتھوں میں چھوڑ دو۔ فقط

تمہارا مخلص :۔
کامریڈ ہوت

پوسٹ سکرپٹ :۔ ایک بات رہ گئی۔ تم کو نام تبدیل کرنے پڑیں گے کیونکہ تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ تم ایف پی لیوا در بزنز نہیں ہو۔ ہوت ہوت "ہیں نے بزنر سے کہا کہ "وونڈر فل ہے! اور اسے ہمارا کتنا خیال ہے۔ اور حیرانی کی بات ہے کہ اس کے گرفتار کرنے والوں نے اسے اتنا لمبا خط لکھنے دیا۔
باڈی گارڈوں میں سے ایک نے کہا۔ وہ ایک آٹھ سالہ لڑکا تھا جس کا نام بادشاہ تھا وہ اور یہ سپاہی! یہ سب ہوت کے دوست ہیں۔ وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر جب ان کو اوپر سے حکم ملتا ہے۔ ان کو اطاعت کرنی پڑتی ہے"۔
چاروں لڑکے ہم کو پہلے خزانچی ڈرنی ڈ کے پاس لے گئے جو وسطی جوہڑ کے درمیان ایک چھوٹے جزیرے پر رہتا تھا اور ہمیں اپنی پتلونیں اوپر اٹھا کر

پانی میں سے گذرنا پڑا۔ ڈرڈی اتنا ہی میلا تھا جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا تھا اور اس کی عمر سولہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ ہم نے اسے ہوت کا خط دکھایا اور اس نے اسی وقت ذرا سے بھی تعجب کے اظہار کے بغیر زمین سے ایک جگہ سے مٹی سرکائی اور اس میں سے ایک چھوٹا چوبی بکس نکالا۔

"اس میں ۵۰۰ روبل کی بالکل ٹھیک رقم ہے جس کا خط میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور ۴۰۰ روبل باؤلر ہیٹ کے اور باقی تمہارے اوائل کے اخراجات کے لئے۔"

ڈرڈی کے بعد ہم اندرون شہر کی گلیوں میں سے پھرتے ہوئے ریشم کے بازار میں ایک چھوٹی دوکان پر آئے۔ جہاں تھان بار تھانوں کے پیچھے ایک یرقانی آنکھوں اور پروقار توندوالا شخص بیٹھا اپنی بہی کی جانچ پڑتال کر رہا تھا اور اس کے چہرے کی اداس نظر سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی بہی غالباً سخت نقصان کا پتہ دیتی ہے۔

یہ ہوت کا دوست تھا۔ ہم نے چار سو روبل باؤلر ہیٹ میں رکھے اور بڑے اخلاق اور درباری طریق سے جا کر ٹھیک اس کے لمبے ناک کے نیچے بہی کے اوپر رکھ دیئے وہ چونک سا اٹھا اس نے ہمیں اپنی یرقانی آنکھوں سے دیکھا اور پھر وہ ایک نرم سی ریشمی ہنسی ہنسا۔

"باؤلر ہیٹ اب پانچ سو روبل ہے۔ مگر چونکہ تم کو غالباً ہوت نے بھیجا ہے اس لیے میں اس کو لے لونگا" اس نے چار سو روبل کے نوٹ باؤلر ہیٹ میں سے نکالے ان کو احتیاط سے چھ سات بار گن کر اپنی جیب

میں ڈالا۔ اور پاؤلر ہیسٹ پھر ہم کو واپس دیدیا۔ اس رسم کے ادا ہو جانے کے بعد اس نے ہمارے اور باڈی گارڈ کے لیے چھپے پتے منگوائے اور ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک تلوار پیش کیا۔ اس کے بعد اس نے ہم سے کہا کہ آپ جا سکتے ہیں۔

ہم کیا کرتے؟ ہم واقعی جا رہے تھے۔ مگر ہمارے باڈی گارڈ میں سے دوسرے آگے دھمکانے کے انداز میں بڑھکر اس سے کہا "اور یہ دکان! پھر دکان ہمیں کب ملے گی۔ ہم اب نہیں جائیں گے۔ بلکہ تم جاؤ گے"!

اس نے کہا کہ میں کل تک دوکان کو خالی کر سکونگا۔ اتنا سامان رکھا ہے۔ مگر باڈی گارڈ نے اسے ہوت سے تزدیک ہی ہونے کی دھمکی دی جس پر اس نے اسی وقت جلدی سے ایک ڈونگی منگوائی اور اپنے سارے تھان جو سات آٹھ ہی تھے اس پر لاد دیئے۔ جب وہ اپنا چھوٹا سا ڈسک اور گاؤ تکیے وغیرہ اٹھانے لگا تو ہمارے باڈی گارڈ نے پھر اس کو ان کے ساتھ لیجانے سے روک دیا۔ "فرنیچر ہمارا ہے اس پر ہمارا حق ہے۔"

ہم نے آخر اس کو وہ سب چیزیں لیجانے دیں جو وہ لیجانا چاہتا تھا ہم خواہ مخواہ جھگڑا پیدا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور پھر ہم کو ان چیزوں کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ اس کو کپڑے کی دکان بنانا ہی نہ تھا۔ شام تک ہم باڈی گارڈ کی مدد سے ایک ٹین کا سائن بورڈ بنوانے میں کامیاب ہوگئے جس کے اوپر لکھا تھا۔

اپنے جوتے یہاں مرمت کرائیے
مسٹر ایچ - ایم - گلاب - فارن ٹریڈ - بوٹوں کا اکسپرٹ
عامل کامل ماہر روحانیات پروفیسر گھسیرا - پی - این - ڈی
(ٹمبکٹو)

یہ ظاہر ہے کہ ایچ - ایم - گلاب در اصل ہز اکسیلینسی پی - این پوپو پالنہار چو کا ہانیفو تھا - اور پروفیسر گھسیرا - سارجنٹ بز فز کا نیا نام تھا - یہ دونوں نام ہم کو یہاں پانچ ماہ تک چپکے رہنے تھے - اور ان نئے آنے والے دنوں میں ہمیں اپنے الگ الگ پیشوں میں ایک حقیقی ناموری حاصل کرنی تھی -

وہ دن ہمارے لئے کئی لحاظ سے بیحد مصروفیت کا تھا - نیچے کچھ روبلوں سے اپنی باڈی گارڈ کی مدد سے ہم نے پرانے کپڑوں کے کباڑیوں سے زیادہ مناسب کپڑے لئے جن میں زیادہ کانپ کوئی نہ لگیں - میں نے ایک دھوتی خریدی جو یہاں کا عام لباس ہے اور ایک لمبا گلو بند کوٹ + ہم نے اپنے اپنے پیشوں کے اوزار اور ضروری اشیا بھی خریدیں - میں نے سوئیاں اور کیلیں اور چھوٹے موٹے اوزار جو موچی کے پیشے کے کام آتے ہیں - اور سارجنٹ بز فز نے روحانیات پر چند تھیسٹ کتابیں مثلاً "نسخہ تسخیر جنات" اور "جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے" خریدیں - بعد میں سارجنٹ نے اپنی شاندار گچھے دار مونچھوں کو

مہین نوکدار موچھوں میں تراشوا لیا۔ ایک چھوٹی پُر تمکنت ڈاڑھی بڑھالی اور سیاہ گون پہننا شروع کر دیا۔ اور میرا خیال ہے کہ سارجنٹ اموفت پارٹ ادا نہیں کر رہا تھا بلکہ فی الواقع یہی یقین کرنے لگ گیا تھا کہ وہ ماہر روحانیات ہے۔

اسی رات کو میں نے ایک آدمی کو شترا باٹا ٹائمز بیچتے دیکھا اور اس سے ایک کاپی خرید لی اور پیومنٹ پر ایک بجلی کے بلب کے نیچے بیٹھ کر خبریں پڑھنے لگا+

پہلی سرخی تھی۔

رومولو گورنمنٹ یوکنا پوٹا وا ہا میں برسرِ حکومت آگئی۔

غداروں کا قلع قمع۔

ماضیین کے بڑے کالوکا پریذیڈنٹ رومولو کو مبارکباد کا تار (یوکنا پوٹاواہا میں ہمارے نمائندہ خصوصی مسٹر آئی۔ بکرلے کے قلم سے)

دوسرے کالم میں ایک سرخی ہمارے فرار کے بارے میں تھی

مسٹر پیوپو۔ یوکنا پوٹا وا ہا کا خود ساختہ پریذیڈنٹ اور اس کا ملٹری سکریٹری سارجنٹ برنفر عرف سارجنٹ موچھ، کا گورنمنٹ ہاؤس سے دن دہاڑے فرار۔

چیف نے ان کو بیرونی دیوار کے اوپر چڑھتے دیکھا۔ مگر سمجھا کہ وہ ورزش کر رہے ہیں۔

بلیک سپ ہیڈ کوارٹرز میں تیز سرگرمی۔

اس کے نیچے ایک چھوٹی سی خبر تھی۔

ایس اے ٹائمز! بے انتہا افسوس کے ساتھ اطلاع دیتا ہے کہ چیف آف بنگاؤ اور ان کے سٹاف کے دو آدمیوں کو چڑیا گھر کے معائنہ کے وقت بھورا راجہ نامی شیر نے کھا لیا ہے۔ ان کی ہڈیاں کل شام بذریعہ ہوائی جہاز بنگاؤ روانہ کر دی گئی ہیں۔ پل جلیپچ کا خیال ہے کہ اس میں دونوں مفرور دل مسٹر پولپوا اور اس کے ساتھی بزفز کا ہاتھ ہے کیونکہ اسی حلیے کے دو آدمی اس وقت چڑیا گھر میں دیکھے گئے تھے اور بھورا راجہ کے پنجرے کے سامنے ایک عجیب زبان میں اس سے باتیں کرتے رہے تھے۔ اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بھورا راجہ، یوکناپوٹاواہا کے سابق پریزیڈنٹ موسیو ٹھبھر کی ہمارے چڑیا گھر کو سوغات تھا۔

خبروں کے میٹر کی تفصیل دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف میں اتنا لکھتا ہوں کہ اس میں ایس اے ٹائمز نے میرے اور سارجنٹ بزفز کے متعلق حیرت انگیز انکشافات کئے تھے جو خود ہمارے لئے بھی حیرت انگیز تھے۔ ہمیں اس قسم کے رکامپلیمنٹ پیش کرنے کے بعد (یہ شتھل سے، یہ موچھی کا چالاک بچہ، یہ موچھوں والا سستا ایکٹر۔ وغیرہ ان میں سے چند ہیں) یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہم نے یوکناپوٹاواہا کی حکومت پر غاصبانہ

---

(۱) ایڈیٹر نے اس کو صاف نہیں کیا کہ معائنہ کون کر رہا تھا۔ بھورا راجہ یا چیف آف بنگاؤ۔

قبضہ کیا۔ اور اس کے لئے فاشی طریقے اختیار کئے رومولو کو مکمل جمہوریت پسند بتایا گیا تھا۔ اور جو چائے کی پیالی اس نے ایس اے۔ ٹائمز کے سٹاف رپورٹر کو اپنا کوپ ڈی ایٹاٹ، کرنے سے پہلے اپنے خوبصورت دیہاتی گھر پر پلائی تھی۔ رپوٹر کے نزدیک رومولو کی مہمان نوازی۔ غریب پروری اور وسیع القلبی کو ثابت کرتی تھی۔ رپورٹر نے لکھا تھا کہ رومولو جمہوری طریقے سے آگے بڑھا ہے۔ اور اسے صدر بننے کے لئے صرف پوکنا پوٹا واہا کی موجودہ سینیٹ کے چالیس غدار ٹٹ پونجیوں کو مجبوراً اور ملک کی بہتری کی خاطر گولی سے اڑوانا پڑا ہے۔

اڈیٹوریل خود ایف ایل پٹاخہ کے اپنے دستخطوں سے ممتاز تھا۔ اسکا عنوان تھا 'حق کی فتح' (حق رومولو تھا) ایک بے حد پارسائی اور فضیلت آبی کے طرز میں اس نے پہلے پوکنا پوٹا واہا سے ماضیین کے پچھلے تعلق کی تاریخ کا اعادہ کیا تھا۔ پھر آگے لکھا تھا کہ "مسٹر پوپوا اور اس کی سوشلسٹ پارٹی سے ماضیینوں کو کبھی ہمدردی نہ تھی۔ اور جب ان کو پچھلے انتخابات میں غالب اکثریت سے فتح ہوگئی اور مسٹر پوپو نے حکومت کی تشکیل کی تو دنیا کے سب ذہین آدمیوں نے اس کو مستقبل کے لئے اور اس بدقسمت ملک کے لئے ایک بری فال سمجھا۔ اس کی گونجیں خود ہمارے ماضیین میں سنی گئیں۔ ہماری ایک جماعت (کھلی ہوا۔ کے۔ عاشق ہمارے خیال میں مسٹر پوپو کی تنخواہ میں تھی۔ اب جب مسٹر رومولو نے پھر سے (اور بالکل جمہوری طریقوں سے) غداروں اور ملک کو تباہی میں لیجانے والوں سے

حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ ساری مہذب دنیا ایک چین کا سالس ایگی بڑا خطرہ دور ہو گیا ہے۔ جو ایک طرح ماضنین کے لیے بھی خطرہ تھا۔ اور اس میں ہمارے لئے ایک سبق ہے کہ اندر کے دشمن سے بچ کر رہو+ پو پو گورنمنٹ کا خاتمہ ہمارے سامنے اس بدقسمت اور غلط کار سیاسی شعبدہ باز (ہماری مراد مسٹر پو پو سے ہے) کا مستقبل لاتا ہے جو اس وقت غالباً ہمارے ملک میں ہے۔ (وہ گورنمنٹ ہاؤس سے فرار پا چکا ہے) وہ اس ملک میں اپنے یوکنا پوٹا واہا کا ایک اہم معاہدہ لے کر آیا تھا۔ جس کا مطلب ماضنین اور یوکنا پوٹا واہا کی "سوشلسٹ" سٹیٹ کے تعلقات کو گہرا اور ظاہراً زیادہ نزدیکی کرنا تھا۔ مگر در اصل جس کی تکمیل ہمیں اس چالاک شخص کے کمینے ارادوں کے پھندے میں بے بس باندھ کر رکھ دیتی۔ یہ آفت بر وقت ٹل گئی اور ہم کو تو اس میں مینوؤ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ اس شخص کا مستقبل دونوں حکومتوں کا کنسرن ہے۔ رد مولو گورنمنٹ اس غدار مجرم کی واپسی کا عنقریب مطالبہ کرے گی۔ اور ہمیں اپنے اس معزز مہمان کو اور اس کے اس دست راست خطرناک ڈپلومیٹ سارجنٹ بزفز کو (جس کی شترایا میں جنس لطیف میں بعض "گوئنگ آن" ایک قومی سیکنڈل بن چکی ہیں) کو جلدی یا بدیر گرفتار کر کے اپنے وطن یوکنا پوٹا واہا میں بھیجنا پڑیگا جہاں ایک فوجی ٹرائل اور ایک حق بجانب موت ان کا افسوسناک خاتمہ ہو گی +

گورنمنٹ کو(اور ہماری درخواست خصوصاً پبلک سے ہے ان دو خطرناک مجرموں کو فوراً ساؤنڈ اپ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو رپورٹس ہمیں پہونچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی تک شترا یا میں ہیں + خود بڑے کابو کی شان اور بلندی والی ہستی نے اس شکل کے دو آدمیوں کو افضل تر کابو کی سمادھی کی پہاڑی کے نیچے جھونپڑا گھر کی سمت جاتے ہوئے دیکھا تھا (جب وہ ہز ہائینس چیف آف بنگاؤ کو سمادھی پر لے گئے تھے) اور چیف آف بنگاؤ کی افسوسناک ہلاکت کے پیچھے ان دو خوفناک کرداروں کا کام کرتا ہوا ہاتھ ہمارے نزدیک متھ نہیں۔ اور پبلک کے چیفز اس جگ سا پزل کو حل کر کے اس ملک کے کئی آدمیوں کے شکریہ کے جذبات جیتیں گے۔

شیر بھدرا راجیہ" خود اس تفتیش میں مفید ہو سکتا ہے۔ وہ لیکنا پوٹاوا یا کے بعض فقرے مثلاً بیٹھ جاؤ، دکھڑے ہو جاؤ کو سمجھتا معلوم ہوتا ہے۔ اور کون جانتا ہے کہ اس کا علم ان دو فقروں تک ہی محدود ہے"؟

ہوت کی گرفتاری کی خبر بھی تھی مگر شہر میں جرائم کے عنوان کے نیچے اور مختصراً۔ کیونکہ ایف ایل بیٹاخر کی ایک تکنیک یہ تھی کہ اگر ہوت اور اس کے ساتھیوں کی کارگزاریوں کو بالکل پرچے میں بلیک آؤٹ کر دیا جائے تو لوگ یہ یقین کرنے لگ جائیں گے

کہ کھلی ہوا۔ کے عاشقوں کا وجود ہی نہیں۔ تو گویا یہ سب لوگ اب ہمارے . . . کے پیچھے تھے ـــــ اس احساس نے ہماری زندگی کو پر اضطراب اور دلچسپ سا بنا دیا +

ہم اور کڈ لوگ (ہمارے باڈی گارڈ) دوکان میں ہی سوتے اور صبح کڈ اپنے مختلف کاموں پر شہر کے مختلف حصوں میں چلے گئے۔ (پارٹی کے لئے فنڈز آسمان سے باتیں کرنے والوں کی جیبوں سے نکالنے کے لئے) اور میں نے اور ہمزفرز نے ـــــ میرا مطلب ہے مسٹر گلاب اور پروفیسر جگیرا نے ـــــ اپنے پیشوں کی ضروریات اور لوازمات سامنے رکھ کے ایک طرح کی ایک نئی اور سنسنی خیز زندگی کا آغاز کیا +

× × ×

صبح سے شام تک ہم دوکان پر بیٹھتے۔ پہلے دن میرا کوئی گاہک نہ آیا۔ اور میں سارے دن بیٹھا اپنے بوٹ گانٹھتا رہا۔ جو میں صدر مجلس عاملہ سے لے آیا تھا + ایک دو کمزور آدمی جو اپنی بیویوں سے بہت زیادہ خوف زدہ معلوم ہوتے تھے سارجنٹ ہمزفرز کے پاس آئے اور سارجنٹ نے دعا دودھ جو منتر چھپڑکر لو لے" میں نے منتروں کو کاغذ کے پرزوں پر نقل کر کے ان کی گولیاں بنا کر ان کو دیں اور ہدایت کی کہ جاتے ہی اپنی بیویوں کو کہیں کہ ان کو دودھ کے گلاس کے ساتھ نگل جائیں۔ اس دن ہماری سارے دن کی آمدنی اٹھ روپلی ہی ہوئی۔ اگرچہ کڈ شام کو واپسی پر چند مفید چیزوں کی

سلیکشن، لے کر لائے ــــ ایک جیبی گھڑی بمعہ زنجیر ایک پلاسٹک کا کنگھا۔ ایک بٹوہ جس میں سو روپے کے دو نوٹ تھے۔ اور وہ یوکنا پوٹا پا ہا کے عمدہ درجینا کے سگرٹوں کے پیکیٹ +

ہمیں ان میں سے بہت سی چیزوں کی ضرورت تھی۔ میری گھڑی ٹھیک ٹائم نہیں دیتی تھی۔ گھر میں کنگھی بھی نہیں تھی۔ اور سگرٹ ـــ اوہ سگرٹ! مگر ان سب کو پارٹی فنڈز میں جانا تھا۔ گھڑی کی گردی کی قیمت تھی۔ کنگھی اور سگرٹ، کھلی ہوا کے عاشقوں کی عام ملکیت تھے

میں نے ان سب چیزوں کو حساب کی کاپی میں آمدنی کے کالم کے نیچے درج کر دیا۔ کدڑ کے پاس کنگھی نہ تھی۔ اور ان کا بھی اتنا ہی حق تھا۔ جتنا دوسرے کھلی۔ ہوا۔ کے۔ عاشقوں کا۔ اس لئے کنگھی ان کو دے دی گئی + سگرٹ مجلس عاملہ کی اگلی میٹنگ کے لئے ایک اسپیشل ٹریٹ کی خاطر رکھ لئے گئے۔ اور میں نے تلواروں پر قناعت کی۔

رات کو ہم نے ایک ریسٹورانٹ میں سادہ کھانا کھایا اور پھر میں نے اور بوزنے کدڑ کو کہانیاں سنائیں۔ اگرچہ وہ بعض وقت ایسے سوال کر بیٹھتے کہ میں اور سارجنٹ لاجواب ہو جاتے۔

جوں جوں دن گذرتے گئے ہمارے گاہک بڑھنے لگے اور ہم ایک چھپے طریق پر فارغ البال ہو گئے۔ کدڑ مین سے ایک ایک دن دو ٹبن کی کرسیاں اٹھا کر لے آیا۔ جو اس نے ایک لکچر ہال سے چرائی تھیں اور ہم نے ان کو دکان میں رکھ لیا + وہ شخص جس نے یہ دکان ہمیں

دی تھی۔ ایک دن اپنی چاندنی سینے کے لئے آیا جس پر ہم سویا کرتے تھے ہم نے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ (جس طرح یہ مثل ہے) چاکلیٹوں جیسے میٹھے نہ بنو کہ لوگ تم کو ہڑپ ہی کر جائیں + رفتہ رفتہ ہم نے کافی فرنیچر اکٹھا کر لیا اور عیش و آرام کی تھوڑی بہت چیزیں بھی فراہم کر لیں + دکان کی الماریاں + اب پارٹی کے اہم کاغذات اور مجلس عاملہ کی کارروائیوں کی روداد دیں رکھنے کا کام دیتی تھیں اگرچہ ساری میٹنگز اسی بڑے کے پیڑ کے نیچے ہوتی تھیں۔

سارجنٹ بز فز کا نیا کاروبار خوب چمکا اور جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ کیا ہے اس نے پوری جان اور دل سے اپنے آپ کو باہر روحانیات کے رول میں ڈال دیا — یہاں تک کہ اس کی اس بھڑکیلی فوجی نظر نے ایک خدا رسیدہ ولی اللہ کی نظر کو جگہ دیدی۔ وہ اب سوفی صدی جادوگر تھا۔ دشمن کو رفتہ رفتہ غذاب سے مارنے۔ سنگ دل محبوب کو قدموں میں بلانے، افسر کو خوش کرنے — دنیا جہان کے ہر ایک دکھ اور مرض کے اس کے پاس عملیات اور تعویذات تھے۔ اب اسے اس فن کی سٹینڈرڈ کتابوں کے حوالہ کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس کے خود کے ایجاد کئے ہوئے عمل بعض حالتوں میں اتنے حیران کن موثر ثابت ہوئے کہ فائدہ اٹھانے والوں نے اسے سرٹیفکیٹ آف میرٹ عطا کئے۔ اور ایک لڑکی کے کیس میں جس پر ایک خاص طور سے

کینہ ورجن بری طرح عاشق تھا۔ سارجنٹ کے جن کا عشق چھوڑانے کا عمل اس درجہ کامیاب ہوا کہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کی شادی بزفن کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ بزفن نیم رضامند تھا مگر میں نے اسے اس راستے کی پیچیدگیاں اور الجھنیں سمجھا کر۔۔۔۔ بصد مشکل روکا۔

میرا خیال ہے کہ دنیا میں کہیں بھی پولیس اتنی نااہل نہیں ہے جس قدر ماضنتین میں۔ اگر ہم کسی اور جگہ ہوتے۔ یوکنا پوٹاوا ہا میں ہی ہوتے تو ہم فوراً پکڑ لئے جاتے۔ ہل مک چج کو ہمارا سراغ ابھی تک نہیں ملا تھا اور ایس اے ٹائمز کی خبروں سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کا خیال ہے کہ ہم اب ماضنتین میں نہیں ہیں۔ میں اور سارجنٹ دن دہاڑے تقریباً آزادی سے اپنے کاموں پر آتے جاتے تھے پھر بھی ہم عموماً عطر بازار اور گورنمنٹ ہاؤس کے گرد و نواح کو اوائڈ کرتے۔

پارٹی کی میٹنگیں باقاعدہ برڈ کے درخت کے نیچے ہفتہ میں ایک دوبار ہوتی تھیں + اور کافی معاملات پر فیصلے کئے گئے۔ چھ سات ایکٹ پاس ہوئے اور برڈ کے تنے پر کھودے گئے۔ نوجوان پارٹی جس میں قنوطا اور دوسرے لوگ تھے چاہتے تھے کہ ہوت کو آزاد کرانے کے لئے جیل خانہ پر دھاوا بولنا چاہیئے۔ لیکن یہ دانشمندانہ طریقہ نہ تھا۔ جیل خانہ کی چھت پر دو تین مشین گنیں نصب تھیں جن کے پیچھے ہمیشہ ہل مک چج ہوتے تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ

ہوت کو بھی پارٹی کے بعض ممبروں کے اس خیال سے آگاہی ہو
اور اس نے ایک صبح کپڑوں کی گلی میں ہماری دوکان پر اپنے ایک
قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ وہ جیل میں خوش ہے اور اس کا وزن
بڑھ گیا ہے۔" اور ہوت نے کہا ہے کہ "جیل خانہ پر حملہ مت کرو
ورنہ میں ناراض ہوجاؤں گا۔ اور اس سے فائدہ بھی کچھ نہیں اور
جیل خانہ کی چھت پر مشین گنیں ہیں۔ ہوت نے کہا تھا میں نے
قاصد کے ہاتھ ہوت کے لئے چاکلیٹوں اور سگرٹوں کے بعض تحفے
بھیجے اور اسے یقین دلایا کہ ہم کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں گے جو ہماری
مصیبتوں کو زیادہ کرے،

اور ہم نے ہوت کی کھلی ہوا۔ کے۔ عاشقوں میں پیسے
تقسیم کرنے کی عادت کو جاری رکھا۔ اور لاتعداد ممبر بنائے گئے
اور اس چھ مہینے کے عرصہ میں جب ہوت جیل میں تھا ہم نے
۵۰۰۰ ممبر اور بنائے۔ اس عرصہ میں ہم نے یوکناپوٹاوا ہا کے
لئے اپنا کرایہ بھی پیدا کرلیا مگر ہمارا یوکناپوٹاوا ہا جانے کے لئے
پاسپورٹ حاصل کرنا ناممکنات میں تھا۔ دوسرے یہ کہ اگر بفرض
حال پاسپورٹ مل جاتا اور ہم اسٹیمر میں روانہ ہوجاتے تو یقیناً
سو میں سے ننانوے چانس اس کے تھے کہ یوکناپوٹاوا ہا کی ہوشیار
پولیس ہمیں ساحل پر قدم رکھتے ہی دھر لیتی۔ ہمیں وطن اور گھر
جانے کا خیال پھر بھی تنگ کرتا رہتا لیکن ہم نے اس کو ہوت کے رہا

ہونے تک ملتوی رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ایک دن میں ایک مقامی تاجر کے بوٹوں میں نئے تلوے لگا رہا تھا۔ سارجنٹ بزفز جو اپنا کیس ہاتھ میں لئے اپنی پیشہ وارانہ راؤنڈ پر گیا ہوا تھا۔ ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ بے حد اضطراب میں معلوم ہوتا تھا۔ شنترا بامیں ٹمپریچر بمشکل ۸۴ ڈگری سے اوپر جاتا ہے۔ پھر بھی بزفز کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔

"یور آنر جلدی کرو"۔ بزفز نے رکتے ہوئے کہا" انہیں ہمارے ٹھکانے کا پتہ لگ گیا ہے۔ اور ابھی پل جک مچ کے آدمیوں نے میرا اس دکان تک پیچھا کیا ہے" اور اس نے کندھے کے اوپر سے دیکھا وہ سامنے وہ دو تاربوش والے شخص"۔

یقیناً وہاں سامنے کی دیوار کے پاس دو تاربوش والے آدمی کھڑے ہماری دکان کے باہر سائن بورڈ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ پل جک مچ والوں کی وردیوں میں تھے۔ آخر ان میں سے ایک دکان کی طرف آیا اور اندر چلا آیا۔ اس کا چہرہ مجھے کچھ کچھ پہچانا ہوا لگا۔

"مسٹر ایچ۔ ایم گلاب بوٹوں کے بنانے والا یا ہز ایکسیلنسی۔ پوپو یالنہا رچو کا مانیفوٹیرو فیسو ھگیر اپاپ ایچ ڈی۔ ٹمبکٹو یا سارجنٹ بزفز ملٹری سکریٹری ٹو ہز ایکسیلنسی ــــ میں ہوں آپ کا خادم..........

او میرے خدا۔ میں کتنا بے وقوف تھا۔ یہ تو ہوت تھا مگر وہ چھوٹی ڈاڑھی جو وہ رکھے ہوئے تھا اور اس کی اس عجیب پل جک مچ کی وردی

میں جو وہ پہنے تھا کون اسے پہچان سکتا تھا۔ وہ کچھ پہلے سے موٹا اور بھرا ہوا لگ رہا تھا اور گالوں کی ہڈیاں اب اتنی نمایاں نہ تھیں +

"ہوت! یہ تم ہو"! ہم خوشی سے چلائے۔

"ہاں یہ ہوت ہی ہے'پو یو میں جیل خانہ سے بھاگ آیا ہوں"۔ میں نے دیکھا کہ ان کا مجھے چھوڑنے کا ارادہ نہیں۔ اور وہ مجھ پر کورٹ میں مقدمہ چلا کر میرا جرم ثابت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ سو میں نے فیصلہ کیا کہ ان کو سلیپ دے آؤں۔ 'پل جگ مج' مجھے گرفتار نہیں کر سکتی تھی کیونکہ میں ان میں سے ایک معلوم ہوتا تھا۔ ابھی آدھ گھنٹہ پہلے میں ان کے ہیڈکوارٹرز میں ایک شہر کے بدمعاش ہوت کے سنٹرل جیل سے پراسرار فراریان کے ساتھ بحث کر رہا تھا +

"اور یہ دوسرا تار پوش والا آدمی کون ہے"! میں نے پوچھا

"یہ میرا قید خانہ کا ساتھی ہے"۔ ہوت نے کہا "ہم اکٹھے ہی بھاگے ہیں اور ہماری جگہ دو 'پل جگ مج' کے آدمی بنڈل بنے ہوئے اور ہمارے قیدیوں کے لباس میں ہمارے زندانوں میں پڑے ہیں ——— پہلے ہمیں کھانے کو کچھ دو"

ہوت نے اپنے ساتھی کو بھی اندر بلا لیا۔ ہم نے ان کو کھانے کے لئے کچھ بسکٹ دیئے اور ٹھنڈے پرانے پنیر کا ایک ٹکڑا جو ہمارے بو کنا پو ٹا وا ہا کا اسٹینڈرڈ سپر ہے

"میں یہ ستھرا خالص پنیر ایک عمر کے بعد کھا رہا ہوں"! ہوت کے

ساتھی نے کہا۔

وہ ایک لمبا قوی ہیکل اور بے حد طاقتور آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں تنگ اور ایک دیوانے کی آنکھیں معلوم ہوتی تھیں اور اسکی پیشانی وسیع اور فراخ، اس کے گنجے سر کے گنبد میں مدغم ہو جاتی تھی وہ ظاہراً ایک فارنر تھا اور بعد کی دریافت سے ہمارا قیاس ٹھیک نکلا۔ —— اسکا ملک کاکیشیا تھا اگرچہ اس کا باپ ایک جرمن تھا۔ اس کا نام ہیس تھا۔

"ہیس ایک سائنسدٹ ہے" ہوت نے ہمیں سمجھایا "وہ اپنے ملک میں ایک اہم ریسرچ پر لگا ہوا تھا اور اس نے آخر اس تباہ کن بمب کے راز کو دوبارہ دریافت کر لیا جس سے پاگل ساگلوورچ نے آدھی مہذب دنیا کو تباہی اور موت کا کھنڈر بنا دیا تھا۔ اس کی حکومت اس کو اس بمب کی پروڈکشن پر لگانا چاہتی تھی مگر ایک سچے سائنٹسٹ کی طرح اس نے یہ راز اور یہ طاقت غیر ذمہ دار احمقوں کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا۔ آخر اسے وہاں سے ایک چھوٹی کشتی میں بھاگنا پڑا۔ راستہ میں ایک افریقی تجارتی دھو والوں نے جو آدھے تاجر تھے اور آدھے بحری قزاق جیسی ضرورت ہوتی تھی اسکو ایک طوفانی سمندر میں سے بچا لیا۔ مگر انہوں نے اس کے بدن سے اس کے سب کپڑے اتار لئے۔ اور جو کچھ اس کے پاس تھا اس سے اس کو محروم کر دیا۔ ناخدا اس کو پھر دوبارہ سمندر میں پھینکنا چاہتا تھا

کیونکہ یہ ان کے لئے اب زیادہ کام کا نہیں تھا۔ اور ایک پیٹ زیادہ تھا جس کو خوراک درکار تھی۔ مگر ہوا یہ کہ ایک بڑا طوفان آیا اور دو ملاح عرشے سے پانی میں چھال کی نذر ہو گئے۔ اور ملاحوں کی کمی ہونے کی وجہ سے ناخدا نے ہیس کی موجودگی میں فائدہ دیکھا۔ جب ڈھوشترا پا کے پتن پر لگی اور اپنا چمڑے کا مال اتار رہی تھی ہیس نے ناخدا اور دوسروں کو مصروف پایا وہ چپکے سے بھاگ پڑا۔ اس کے پاس ایک کوڑی نہ تھی۔ کچھ عرصہ تک وہ چوری کرتا اور بھیک مانگتا رہا جو کہ کھلی ہو کے عاشقوں کا ایک ہی ممکن پیشہ ہے اور ایک ہی کیریر اور ایک دفعہ ایک معزز شہری کی جیب کترتے وقت وہ پکڑا گیا۔ کورٹ نے اسے چار سال قید سخت کی سزا دی ——— پوپو دیہاں کچھ اور کپڑے دو۔ ان پل جگ ہج کی وردیوں نے اپنا کام دیدیا ہے اور اب ان کو پہنے رکھنا محفوظ نہیں ہو گا۔"

ہوت کے آجانے کی خبر کھلی۔ ہوا کے۔ عاشقوں سے اسکی اپنی ہدایت کے مطابق اخفا میں رکھی گئی اور تین دن تک وہ دوکان کی پچھلی کوٹھری سے باہر نہیں نکلا۔ ہوت پولیس اور پل جگ ہج کو اُلّو بنانے کے آرٹ میں ماہر تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آپ کو ایک قدیم بڑھیا کے سوانگ میں تبدیل کر لیا۔ جھریاں۔ پوپلا منہ۔ چاندی کے بکھرے ہوئے بال سب مکمل تھے اور وہ اس دن سارا دن باہر رہا اور جب شام کو واپس لوٹا تو خالی ہاتھ نہ تھا۔ اس کے پاس ایک نیا سونے کی نب کا

کبھی نہ خشک ہونے والی سیاہی والا ایک فونٹین پن تھا اور ایک ململ کا تھان وہ دراصل ان کی خاطر نہیں نکلا تھا بلکہ اس کا مقصد خبریں حاصل کرنا تھا اور وہ چند اہم اور افسوسناک خبریں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا +

"چیف آف پولیس کو تمہارے فرار پر غفلت اور نا اہلی کی بنا پر ڈس مس کر دیا گیا ہے اور میں اس کو ابھی ابھی ایک درآمد برآمد کمپنی کے باہر امیدوار سیلز مین کے کیوئین کھڑا ہوا دیکھکر آیا ہوں۔ میں بلکہ اس تک گیا اس کو "بیٹا" کہا۔ اس کی بیوی کے جلد اس کو ایک اور وارث پیش کرنے کے متعلق اس کو خوشخبری دی اور اس سے دو روبل مانگنے کی کوشش کی جو کامیاب نہ ہوئی + مجھے اس بیچارے کے لئے واقعی افسوس ہے۔ وہ دل کا برا نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" ہوت نے ہمیں بتایا ۔" اور دوسری خبر جو میں نے حاصل کی ہے وہ گورنمنٹ ہاؤس کے ہیڈ چیف کی دی ہوئی ہے۔ میں نے اس کے دو تین کام کئے ہوئے ہیں۔ جو اسے یاد ہیں۔ لاریب میں نے اسے بتا دیا کہ میں بڑھ بڑھیا نہیں ہوں بلکہ ہوت ہوں۔ اس نے مجھے بڑے کابو کے متعلق چند حیران کن راز بتائے ـــــ میرا مطلب ہے بڑے کابو کے موجودہ دماغی عارضہ کے متعلق۔ کیونکہ اس عارضہ کے متعلق اخباروں میں کچھ نہیں آتا اور وزارت جھوٹ اور لیفٹ ۔ ایل ۔ پٹاخہ ۔ اس کو ہش اپ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ چند دنوں سے بڑے کابو کا دماغ

ٹھیک نہیں ہے۔ وہ سینہ نکال کر اور اکڑ کر اتراتا ہوا اپنے پرسنل سٹاف کے مکانوں میں جا گھستا ہے اور ان کو۔ ان کی بیویوں کی جسمانی خوبصورتی پر مبارکباد دیتا ہے جو ان کو چار و ناچار قبول کرنی پڑتی ہے۔ اگلے دن اس نے (ہیڈ چیف نے مجھے بتایا) گورنمنٹ ہاؤس کے سارے سٹاف اور گیٹ کے سنتریوں کو بلوائے جانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ تم جانتے ہو کہ اس نے ان کا کیا کہا ہے حد سنجیدگی سے وہ ان کو کہتا ہے کہ میں خود افضل ترکا لو اعظم ہوں۔ اور وہ شخص جس کو اس پہاڑی پر دفن کیا گیا ہے اصلی افضل تر کا لو نہیں ہے۔ میں اس کی قبر کھدوا کر اس کو باہر پھینکوا دوں گا۔ اور خود اس کی جگہ لے لونگا۔ وہ شخص ٔ بیشاہ! اس کو وہاں ہونے کا کوئی حق نہیں" اور بعض دفعہ وہ اپنے آپ کو ریل کا انجن تصور کرنے لگتا ہے اور وسل بجاتا ہے۔ کوکتا ہے اور اس بات پر مصر ہوتا ہے کہ اس کے سٹاف کے ممبر سب ریل کے ڈبے ہیں اور ان کو اپنے پیچھے لگنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ وہ ان کو کھینچ سکے۔ یہ گورنمنٹ ہاؤس کا ایک عام سین ہے۔۔ ..... ؟"

"یہ تو واقعی افسوسناک ہے" میں نے کہا "جلدی یا بدیر لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ اور پھر غالباً بڑے کا لو کو 'سیک' کر دیا جائیگا۔"

"سوائے اپنے اسے کوئی اور 'سیک' نہیں کر سکتا۔" ہوت نے کہا "اور وزارت جھوٹ اس کو ایک لمبے عرصے تک 'ہش اپ'

کر سکتی ہے۔ اگر معلوم بھی ہو جائے تو بھی اس کی موجودہ دماغی حالت کو ملک کے لئے صحیح الحواسی کا ایک نیا معیار مقرر کیا جا سکتا ہے"

یہ ایک اہم خبر تھی اور میں چند دن تک ان نتائج کا انتظار کرتا رہا جو بڑے کابو کی دیوانگی اس ملک کی سیاست پر ڈالے گی۔ مگر جیسا کہ ہوت نے مجھے یقین دلایا تھا۔ کچھ بھی نہیں ہوا، اور عام لوگ پہلے کی طرح تاریکی میں رہے۔ اگست میں پارلیمنٹ کے اجلاس شروع ہو گئے جن میں پہلا ایکٹ ہی یہ پاس کیا گیا کہ کھلی ہوا کے۔ عاشق" سرکاری طور پر حقوق انسانیت سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اور دس لاکھ روبل کی لاگت سے ملک کے عرض و طول میں ایک ری انفورسڈ کنکریٹ کی دیوار کھڑی کی جائیگی جو دیوار چین سے چھ فٹ زیادہ اونچی ہو گی جسکے اوپر لوہے کی میخیں ٹھونکی جائیں گی۔ سب کھلی ہوا کے۔ عاشق اس دیوار کے دوسری طرف "منتقل کر دیئے جائیں گے۔ ایک آنریبل ممبر نے اپنی تقریر میں کھلی ہوا کے۔ عاشقوں کو دوستانہ مشورہ دیا (اگرچہ اس نے کہا وہ جانتا ہے کہ وہ اس کو قبول نہیں کرینگے) کہ وہ گورنمنٹ کو اس بے ذائقہ سوچ سے بچانے کے لئے وسطی جوہڑیں ڈوب کر سپورٹس میں شب کا ثبوت دیں گے۔ ٹرنگہ پڑانگہ کے ممبر نے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ جب ہمارے مورث درختوں کی ٹہنیوں پر رہ سکتے تھے اور اس طرز رہائش کو ظاہرا پر لطف اور فائدہ مند پا سکتے تھے۔ کھلی ہوا کے عاشق" ہماری خوبصورت سڑکوں کو بھرنے کی بجائے، رہائش کے اس آرام دہ طریق کو اختیار کیوں

نہیں کرتے ۔"

" ایس اے ٹائمز میں دوسرے روز ایف۔ ایل۔ پٹا خا۔ کا ایک اور دستخط سے مزین شدہ ایڈیٹوریل تھا۔

" آج " فاضلانہ ایڈیٹوریل کے الفاظ تھے " آخر قومی حکومت نے کھلی۔ ہوا۔ کے۔ عاشقوں کو ان کی دو سو سالہ پرانی تخریبانہ کارروائیوں کیلئے جن کا مقصد ہماری نو زائیدہ مملکت کی جڑیں کھوکھلی کرنا تھا۔ شہری اور انسانی حقوق سے محروم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ایس اے ٹائمز بڑے عرصہ سے۔ اس عرصہ سے جب موجودہ ادارت نے اس کو اپنی تفویض میں لیا ہے۔ حکومت پر اس قدم کے فوری اختیار کرنے کی مصلحت پر زور دیتا رہا ہے۔ اور اگر شروع میں ہمارے مشورے کو قبول کر لیا جاتا تو وہ اقتصادی اور اخلاقی نقصانات جو ہم کو پہنچ چکا ہے (ان غداروں اور غیر ذمہ دار لوگوں کی وجہ سے) اسی وقت روکا جا سکتا تھا۔ جہاں ہم حکومت کو اس دانشمندانہ قدم لینے (اگرچہ وہ ہمارے نزدیک بہت زیادہ دیر سے لیا گیا ہے) پر مبارکباد دیتے اور اپنے پورے اشتراک کا یقین دلاتے ہیں وہاں یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ گورنمنٹ اس فتنے کو مٹانے کے جو طریقے اختیار کرنا چاہتی ہے وہ بلا ضرورت بے حد نرم اور غیر موثر ہیں۔ " نگہ بڑ ننگا کے آنریبل ممبر نے درختوں میں ان لوگوں کو آباد کرنے کی جو تجویز پیش کی تھی (ہمارا خیال ہے کہ یہ تجویز مذاقاً پیش کی گئی تھی۔) دراصل ہماری حد درجہ رحم دلی اور

رواداری کا ثبوت ہے ورنہ ہماری قوم کے درخت اس سے بہتر اور نیک تر مقصد کے کام میں لائے جاسکتے ہیں + ہم اب بھی حکومت کو بتا دینا اور متنبہ کر دینا چاہتے ہیں کہ اس کو اس نرم قدم کے اٹھانے سی بیں زیادہ دیر نہیں کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ اب کوئی آسودہ خاطری کا انداز یا غلط انسانیت کا جذبہ ملک اور قوم کے لئے مہلک ہوگا۔"

ایک اور زبردست ایڈیٹوریل یہ تھا اور پڑھنے والا اس میں الیف۔ ایل پٹاخہ کی بھینچی ہوئی مٹھیاں دیکھ اور اس کے دانتوں کے پیسنے کی آواز سن سکتا تھا۔

اس قومی آواز کا اثر خاطر خواہ ہوا۔ اور فوراً اس دیوار پر کام شروع کر دیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس پچھلی نصف صدی میں اس سے زیادہ وسیع اور بڑے تعمیری پروجیکٹ کا (مصر کے چوتھے پرامڈ کے استثنیٰ کے ساتھ) کسی دوسری حکومت نے بیڑا نہیں اٹھایا۔ پانچ ہزار آدمی صرف اس کے شترابا سیکٹر پر کام پر لگائے گئے تھے۔ اور عام ڈیزائن چین کی دیوار کے فوٹوؤں کو سامنے رکھکر چیف انجنیر نے خود تیار کیا تھا +

ایریل جونیر نے اس پروجیکٹ کے لئے خزانے سے بالکل معمولی رقم دینے کی منظوری دی جو اصل تخمینہ کا دسواں حصہ بھی نہ تھا اور باقی رقم کپڑا بازار کے تاجروں سے ڈیفنس لا کے ماتحت جمع کی گئی +

میں نے جرمن سائنٹسٹ کے بارے میں زیادہ نہیں بتایا۔

ہوت نے 'یاڈلر ہیبٹ' پر اس کو کپڑا بازار کے اندر (جو گلیوں اور راستوں اور حجروں کی ایک بھول بھلیاں تھا اور شہد کے چھتہ سے زیادہ مختلف نہ تھا) ایک کمرہ لے دیا جہاں وہ ظاہراً ایک کپڑے کے بیوپاری کی حیثیت سے رہنے لگا۔ لیکن اندرونی کمرہ اسکی لیبارٹری کا کام دیتا تھا۔ جہاں فلاسیکس، شیشے کی نلکیاں، دوربینیں اور بے شمار پراسرار چیزیں جو ایک ماڈرن جادوگر کی 'ایکیپمنٹ' ہیں بھری پڑی تھیں۔ ہوت ہمیں ہیس کی کارگزاریوں کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا تھا۔ شاید اسے خود بھی زیادہ معلوم نہ تھا مگر میرا اور بزفرز کا قیاس تھا کہ اس نے اپنے اسی ریسرچ کے کام کو جاری کر دیا ہے جو اس نے کا کبشیا کی حکومت کی نگرانی کے تحت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔۔۔۔

یعنی کہ وہ اس خوفناک نائیٹروجن لیمپ کا راز پھر سے معلوم کرنے میں لگا ہوا ہے جس سے ماگلووچ نے روس اور امریکہ کو تباہ کیا تھا۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے' ہم سوچا کرتے تو وہ دنیا کا سب سے بڑا خطرناک اور طاقتور آدمی ہوگا۔ وہ ایک آدمی کئی حکومتوں کی ساری فوجی طاقتوں سے کہیں زیادہ طاقتور ہوگا۔ اپنی ریسرچ کے لئے ایک گرانقدر رقم سے 'پارٹی فنڈ' میں سے دی گئی تھی یہ ظاہر کرتا تھا کہ ہوت اور دوسرے ممبر کم از کم ہیس کے ریسرچ کے مقصد سے تھوڑے بہت آگاہ ہیں۔ اور اس لیمپ کی دریافت کو دل سے چاہتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ وہ دراصل اب حکومت کی متواتر 'پرسیکیوشن' سے

تنگ آکر نڈھال ہو چکے تھے۔ اور اب جبکہ حکومت نے ان کو انسانیت سے بھی محروم کر دیا تھا (حالانکہ دستور کے لحاظ سے حکومت کو یہ مطلقاً حق نہیں پہنچتا تھا۔ اور یہ ان ایلینیٹ کانسٹی ٹیوشن تھا) وہ اُن آدمیوں کی حالت میں تھے جو اپنے اور اپنے دشمنوں (آسمانوں کو چھونے والوں میں رہنے والوں اور کابونوں) کو ختم اور بھسم کرنے کے لئے اپنی زندگیاں دے دینے کو تیار تھے +

* * *

بارہواں باب

جسمیں ایک قحط اور ایک دیوار کا ذکر ہے

خریف کی فصلیں ماضئین میں پانی نہ مل سکنے کی وجہ سے مر اور مرجھا گئی تھیں۔ اس بڑے دریا معغنادو کا (جو ماضیمن کے ملک میں سے بہتا تھا اور جس پر ملک کے دہقانوں کی فارغ البالی کا انحصار تھا) منبع پہاڑی چوہوں کے ملک میں تھا + پہاڑی چوہوں نے شرارت اور کینہ کے جذبات سے محرک ہو کر منبع کے آگے بہت سی غیر ضروری نہریں نکال کر اس دریا کو تقریبًا تہی دامن کر دیا +

ہوائیں جنگ گونجنے لگی، مگر دیہات میں دہقان بھوکوں مرتے ہوئے تھکے ماندے شترابا کی طرف مارچ کرنے لگے۔ غالبًا وہ محبت اور عقیدت جو ان کو اپنے حاکموں (بڑے کابو اور چھوٹے کابو) سے تھی۔ اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ اپنے محبوبوں کی نزدیکی میں مریں + اور اسی لئے انہوں نے یہ کٹھن مسافتیں طے کیں ورنہ ان بھلے مانسوں لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ کابو لوگوں اور آسمان کو چھونے والوں میں رہنے والوں کے پاس کوئی اناج کے ذخیرے نہ تھے اور وہ خود بھی

زیادہ تر روٹی کی بجائے کیک کھاتے تھے۔ ان میں سے بہت کم ایس اے۔ ٹائمز پڑھ سکتے تھے۔ پھر بھی ان کو یہ معلوم تھا کہ دارالسلطنت میں دودھ کی نہریں ہیں اور یہ بھی ایک بڑی امید تھی! وہ دودھ پی کر جی سکتے تھے!

الیف۔ایل۔ پٹاخہ اب فارم میں تھا۔ وہ پہاڑی چوہوں کے لیڈر پھدر پھار رو اور گوپو کے خلاف روزانہ دانت پیستا اور ان کے خلاف نئے سوقیانہ القاب اختراع کرتا تھا۔

"صحافت کی بہترین روایات" الیف ایل۔ پٹاخہ اداریہ میں شکایت کرتا "ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ ہم اپنے مخالفوں کی طرح رذالت اور گالی گلوچ پر اترآئیں۔ اور ان چیزوں کے ذکر سے اپنے اس عظیم اخبار کے صفحات ملوث کریں جو ہم گوپو اور اس کے چیلوں کی قریب ترین زنانہ رشتہ داروں کے ساتھ کرنے کے اہل ہیں۔ مگر ہماری قوم کی جبلی شائستگی اخلاق آڑے آتی ہے۔ اور یہ احساس بھی کہ ایس اے۔ ٹائمز۔ اس ملک میں پبلک مارل کا واحد اور سب سے بڑا محافظ ہے۔ جب سے ہم نے اس آرگن کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

یہ تو اس کے ایڈیٹوریلوں کے شروع شروع کا رنگ تھا مگر بعد میں جب پہلے سیکڑوں اور پھر ہزاروں بھوکے اور فاقہ مست لوگ شترابا میں ہر سمت سے آنے لگے تو وہ ایک تھوڑی سی مختلف سُر الاپنے لگا

"...... حکومت کو اپنے اضلاع کے ناظموں سے پوچھنا چاہیئے کہ آخر ان لوگوں کو اپنے اپنے کھیت اور گھر چھوڑ کر شہر آنے سے روکا کیوں نہ گیا۔ ہم پہلے ہی یہاں کھلی ہوا کے ۔ عاشقوں کی بدولت بے حد گھٹنے ہوئے ہیں اور سڑکوں پر اژدھام نے ٹریفک کی مشکلات میں معتدبہ اضافہ کر دیا ہے مصیبت یہ ہے کہ ان بہت سے نئے آنے والوں کو مطلقاً رُوڈ سینس نہیں ہے اور ہم پرسوں شہر کے ایک معزز شہری کے دو بدقسمت اور جاہل نوواردوں کو اپنی موٹر کے نیچے لے آنے کے جرم میں چالان کئے جانے پر پولیس کی اس بالادستی کو ناقابل معافی سمجھتے ہیں ۔ اور لا اینڈ آرڈر کے منسٹر کی توجہ اس خاص واقعہ کی طرف مبذول کرنے کی جسارت کرتے ہیں جس کی پوری تفصیلات یہ ہیں ۔۔ ......"

(اوپر کے اداریے کا معزز شہری خود (ہم) ہی تھے ۔ یعنی الیس ایے ٹائمز کا ایڈیٹر)

ہوت اور ہم سب نے وہ سب کچھ کیا جو ہماری طاقت میں تھا مگر پرابلم بے حد بڑا تھا۔ میں ان دنوں ہوت کی کام کرنے کی غضب کی قوت کا قائل ہو گیا۔ اس نے اب اپنے آپ کو اپنے پارٹی کے ممبروں پر ظاہر کر دیا۔ اور ہم سب کام کرتے ۔ بھیک مانگ کر جنیں کنستر کر۔ روٹیاں خریدتے اور ان بدقسمت آنے والوں میں تقسیم کرتے ۔ اس وقت کی دو بڑی بینک لوٹیں بھی مجھے شک ہے، ہماری پارٹی اور

ہونے کی ڈائریکٹشن کی مرہون منت تھیں اور انہوں نے پارٹی کو کچھ امیر کر دیا۔ وہ سارا روپیہ بھی نوواردوں کی خوراک اور کپڑوں پر خرچ کیا گیا۔ مکئی جو مافیوں کی خاص خوراک ہے، دن بدن مہنگی ہو رہی تھی۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ چند وزیروں اور سفید پارٹی کے بعض آفس ہولڈروں نے اس کی بزنس میں لاکھوں کمائے۔ اس قسم کا موقعہ ــــ ریکارڈ ٹائم میں کروڑپتی بننے کا موقعہ ــــ زندگی میں روز روز نہیں آتا۔ میں نے سنا کہ بیشتر بیوپاری مکئی کے سٹاکسٹ بن گئے۔ اور یہ اتنا عام ہو گیا کہ لفظ بیوپاری سے مراد ہی اس شخص سے لی جانے لگی جو مکئی کو سٹاک کرے، والدین کے دوستوں نے ان کو اس بات پر مشورہ دیتے ہوئے کہ ان کے لڑکے کو لنا کیریر اختیار کریں، مکئی کے کاروبار کی دوسرے سب کاروبار پر فوقیت ظاہر کی۔

پھر بھی لوگ آ رہے تھے اور مر رہے تھے۔ بوڑھے بچے عورتیں بعض دفعہ بہت بالکل مایوس ہو جاتا۔ "ان لوگوں کو آخر بچانے کی کوشش کرنے کا فائدہ؟ آخر ان کا مستقبل کیا ہے۔ انکو مر جانے دو۔" اس کے باوجود وہ ہرکولیس کی طرح ان کو بچا لے، انکی زندگی اور ان کی اذیت کو طویل کرنے کے لئے جد وجہد کرتا رہا۔ ایک عجیب بات ہربرٹ میں یہ تھی کہ اس میں خوفناک مرض زدہ جسم اور کوڑھ، جذام جیسے تیورا دینے والی انسانی بیتاؤں کا ذرا بھی ڈر نہ تھا۔ اس کے جسم اور دل ان ہیبتناک عارضوں سے پیچھے نہ ہٹتے تھے اور میں نے اس کو کئی بار رستے

ہوئے ناسوروں اور مہلک بیماریوں کے اُن ڈھانچوں کو اپنے مضبوط بازؤوں اور کندھوں پر اٹھائے ہوئے دیکھا۔

ایک دن ان فاقہ زدوں کا ایک اور ہجوم آیا۔ ان میں شاید ابھی کوئی سکت تھی اور وہ چھوٹے کا بو کی رہائش گاہ کی طرف گئے تاکہ اس سے دودھ کی نہر کے محلِ وقوع کی بابت دریافت کریں۔ چھوٹا کابو اس مجمع کو دروازے کے باہر دیکھ کر مطلقاً بدحواس نہیں ہوا اس کا ضمیر اسی طرح صاف رہا۔ اور اس کا دوران خون پہلے کی طرح باقاعدہ! ایک طرح اس نے پبلک اسپیچ کرنے کے اس موقعے کو خوش آمدید کہا۔ آج کل اسے اسکے زیادہ موقعے نہیں ملتے تھے اور اس نے نوٹ کیا تھا کہ اپریل جونیر اور سینیر کے فوٹو ایس۔ اے۔ ٹائمز میں اس کے فوٹوؤں سے زیادہ مرتبہ دئیے جاتے تھے (اس نے اس بارے میں الیف۔ ایل۔ پٹاخہ سے دوستانہ شکایت کی تھی اور اس بڑے آدمی نے جواب میں یہ عذر کیا تھا کہ چھوٹا کابو پبلسٹی کے زیادہ موقع نہیں دیتا مجمع کو تقریر کرنے سے پہلے اس نے پہلے ٹیلیفون پر الیف۔ ایل پٹاخہ کو فون کیا کہ وہ پٹاخہ کو اپنی پبلسٹی کا ایک موقعہ دینے لگا ہے اور اسے (پٹاخہ) کو چاہیئے کہ فوراً اپنا نمبر اسٹاف رپورٹر اس کی ہونے والی تقریر کو رپورٹ کرنے کے لئے بھیجدے۔

"اور" اس نے کہا "میرا وہ پہلا فوٹو نہ دینا جو تم ہمیشہ چھاپنے کے عادی ہو، جہاں میں پھولا ہوا مینڈک لگتا ہوں۔ میں تم کو ایک اور

فوٹو بھیجوں گا - جہاں میں کچھ کچھ نپولین کی طرح قسمت کا فاتح لگتا ہوں!
اور وہ تقریر جو اس نے مجمع کو کی اور جو دوسرے دن بڑے بڑے ہیڈز کے
عنوان سے ایس اے - ٹائمز میں چھپی (بمعہ اس کے فوٹو کے) فی الواقع
اس کے سونے کے دل اور نیک ارادوں کو ظاہر کرتی تھی - میں - ایس اے
ٹائمز میں سے اس کے بعض وسیع اقتباسات نقل کرنے کی ترغیب
کی مزاحمت نہیں کرتا - ایک سچے ڈپلومیٹ اور پبلک لیڈر کی تقریر کا ماڈل
ہونے کی وجہ سے یہ لوگوں سے نپٹنے کے آرٹ میں ہر مبتدی کے لئے ایک
سبق ہے --

"بھائیو -- میں تم کو بھائیو ہی کہوں گا -- اس لئے کہ ہم مینیٹو کے اصولوں
پر قائم کئے ہوئے دستور میں سب انسان برابر ہیں - حکومت کو تمہارے
مصائب - تمہاری قربانیاں - تمہارے دل کو ہلا دینے والی مشکلات کا
ہر لحظہ اور ہر دم احساس ہے ......"

"دودھ کی نہر کہاں ہے؟" مجمع میں سے ایک شخص چلایا -

"قوم کا ایک ایک فرد تمہارے ساتھ روتا ہے اور تمہارے غم میں
شریک ہے!" اس نے روتے ہوئے کہا یہ کوئی زیادہ مشکل نہیں اور
میں نے خود لوکنا پوٹا وا اہامیں اپنی تقریر دل میں دل کھول کر آنسو بہائے
ہیں -) گونپوا اور اس کے بھیڑیوں نے اس کمینہ اور رذیل حرکت سے ماضین
کو بھوکوں مارنے کی جو سازش کی ہے اس کا جواب ہم عنقریب دیں گے
ایک وقت آئیگا کہ مینیٹو کے یہ چاہنے والے اس کے یہ غلام دشمنوں پر غالب

آئیں گے اور ماضینی جھنڈا ان کے دارالسلطنت شوہو ماپا کے ریلوے اسٹیشن پر لہرا رہا ہوگا۔"

"جنگ کرو! چھوٹا کا بو زندہ باد!"

"دودھ کی نہر کہاں ہے" مجمع میں پھر وہی شخص چلایا۔

اس کے بعد اس نے گوتمپوا اور اس کے بھیڑیوں کے بُرے ارادوں کے متعلق ایک لمبا پرجوش خطبہ دیا۔ اور اُن کو یقین دلایا کہ آخر میں حق کی باطل پر فتح ہوگی۔

"بھائیو۔ اس وقت ہم پر بے حد مشکل اور نازک دور آیا ہے۔ ہم ابھی اس سخت صدمے سے جو ہم کو ساٹھ سال پہلے پہنچا تھا۔ فضل ترکابو کی وفات — پوری طرح نہیں سنبھلے۔ لیکن ہم اگر مینیتو سے بچا ہا کامیاب ہوں گے۔ آپ کو اس دیباچہ کا حال تو معلوم ہی ہوگا جو بیٹے کا بو کی تصنیف ہے۔ اور جس میں وہ اصول بتائے گئے ہیں جن پر آئندہ دستور سیاسی مرتب ہوگا۔ بھائیو میرا ذاتی اعتقاد ہے کہ ہم کو اپنی زندگی میں روحانیت اور اعلیٰ اقدار کو زیادہ سے زیادہ لانا چاہئے۔ آدمی صرف روٹی سے زندہ نہیں رہتا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ آدمی روٹی سے زندہ ہی نہیں رہتا۔ . . . . . . (چیرز)

کیا آپ لوگوں نے کبھی دیباچے کو نگلنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا نگلنا میرے ذاتی مشاہدے کے بموجب بھوک اور دوسری مادی خواہشات کو ختم کرنے اور دائمی شانتی لانے کے لئے بیحد موثر ثابت ہوا ہے۔ اپنے

دلوں کو صاف رکھو۔ مینڈوین لقین رکھو۔ ہم افضل ترکا بو اعظم کیا دلو العزم ضیغم ہیں۔۔۔۔۔۔"

"ضیغم ملت۔ چھوٹا کا بو۔ زندہ باد"

" دودھ کی نہر کہاں ہے" وہی آدمی چیخا ؟۔

ویسے مجھے ہوت نے بتایا۔ یہ ایک پیٹیکل چھوٹا کا بو کا انسیج تھی اور لوگ اس کو ہمیشہ چپ چاپ چلے آتے تھے۔ اور اپنی روحانیت کی نشوونما اور پال پوس کی طرف لگ جاتے تھے۔

٭ ٭ ٭

تیرھواں باب

جو ایک شامی تاجر کے متعلق ہے

ایک دن ہوت نے کہا "مسٹر لوپو، تم نے تمہارے واپس جانے کے متعلق کبھی بات نہیں کی۔"

میں نے اقرار کیا کہ اگرچہ میں یہاں خوش تھا اور حقیقتاً انسانوں کی خدمت کر رہا تھا پھر بھی میں واپس اپنے ملک میں جانا چاہتا تھا۔

"میں اسے بدمعاش رد ہولو سے بچانا چاہتا ہوں جو اسے تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"دیکھو مسٹر لوپو! تم ہوائی جہاز سے نہیں جا سکتے اور اگرچہ ہانگ کانگ شپنگ کمپنی کے اسٹیمر یہاں آتے ہیں، تم ان میں نہیں جا سکتے ان میں جانے کے لئے تمہیں پاسپورٹ درکار ہوگا۔ اور لوکنا پوٹا وا ہا کا سفیر اگر تم اس کے پاس جاؤ تمہیں فوراً پہچان لے گا۔ وہ تمہیں ضرور پہنچا دے گا مگر اس طریق پہ نہیں جس پہ تم جانا چاہتے ہو۔

میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ میرا یہاں ایک دوست ہے۔ ایک شامی جو یہاں اپنی ڈھو میں آیا ہوا ہے۔ ہفتہ تک وہ واپس جا رہا ہے اور وہ مجھے کہتا ہے کہ واپسی پہ لوکنا پوٹا وا ہا کی ایک بندرگاہ وا ہیریزو پہ ایک دن کے لئے رکے گا۔ اس نے وہاں سے گرم مصالحے کا مال اٹھانا ہے۔ وہ تم کو وہاں اتارنے کو رضامند ہے

میں نے اور سارجنٹ ہرفرز نے جو اسی وقت اپنے جادوگرانہ چکروں سے لوٹا تھا اتفاق کیا کہ اسکیم نہایت اچھی ہے اور بلکہ ایک ہی ممکن صورت ہے۔ مگر ہوت کو کہا کہ وہ پہلے شامی کے کیریکٹر اور شہرت کے بارے میں تیقن کر لے کیونکہ اگر وہ سمندر کے بیچ میں ہمیں ننگا کرنے پر اتر آئے تو ہمارے جیسے پروقار اور ادھیڑ عمر کے شخصوں کے لئے یہ کچھ آکورڈ ہوگا۔

"نہیں" ہوت نے کہا "میں اس شامی کو اچھی طرح جانتا ہوں اور وہ سمگل لئے ہوئے سونے اور دوسری چھوٹی موٹی باتوں میں میرا زیر احسان ہے۔ اس حقیقتاً کرائے کا بھی ذکر نہیں کیا۔ مگر اس کو دینا بہتر ہوگا۔"

وہ اسی وقت ہمیں شامی کے پاس لے گیا جس کا "سیدھی سڑک" (یہ سڑک کا نام ہے) پر پہلی منزل پر بالکنی والا چھوٹا سا دفتر تھا اور ہم نے اسے حقیقتاً ایک خوش مذاق اور لائیک ایبل آدمی پایا اور ایک ایماندار تاجر (جیسے ایماندار تاجر عموماً ہوتے ہیں) ہم نے دیکھا کہ اگرچہ وہ سونا سمگل کرتا تھا اور دوسری غیر قانونی کارروائیوں میں حصہ لینے سے نہیں چوکتا تھا۔ وہ بغیر ایک کوڈ آف آنر کے نہ تھا۔

شامی اتوار کی صبح کو جارہا تھا اور اس نے ہمیں ہفتہ کی شام کو ڈھو کے عرشہ پر موجود ہونے کی ہدایت کی۔ اس نے کہا کہ وہ ہمیں شامی لباس مہیا کردے گا اور یہ کہ ہم کو شامی بن کر سفر کرنا پڑے گا۔

جب ہم اپنی روانگی کے بارے میں یہ سب کچھ طے کرکے لوٹے تو ہم کو واقعی ہوت اور اس ملک کو چھوڑنے میں سخت رنج اور درد ہورہا تھا۔ لیکن یوگنا پوٹاڈا میں کام ہمارا منتظر تھا۔ مجھے بھروسہ تھا کہ میں واپس جاکر پھر سے سوشلسٹ پارٹی کو

منظم کر کے ملک کو بدمعاش رومولو اور فاشزم سے نجات دلا دوں گا۔
جہاں تک اس ماضینین کے ملک کا سوال تھا میرا یقین تھا کہ ان لوگوں کی نجات دور ہے۔ ان کی کوئی جمہوری روایات نہ تھیں، جہالت بڑھ رہی تھی اور منڈو کے ہوتے نے ان میں سے خوشی اور سچی مسکراہٹ کو کچل دیا تھا۔ ایک زرد رو اور آسیب زدہ بلکہ کرم زدہ قوم سے کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ سچ ہے کہ یہاں ہوت جیسے آدمی تھے جس سے بہتر طور پر بڑا آدمی میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ مگر ہوت اکیلا تھا۔ اس کی پارٹی کے ممبر اس کے بغیر ایک بے پتوار کشتی کے طور تھے۔ الف۔ ایل پتا خانے لوگوں کو مسحور کر رکھا تھا۔
بڑی دیوار۔ (دیوار ماضینین اس کا نام تھا) کے کئی حصے مکمل ہو گئے تھے اور کھلی ہوا کے عاشق، اور "فاقہ زدہ علاقوں سے بھگوڑے" اس کے پیچھے پہنچائے جانے لگے تھے۔ یہ ایس۔ اے۔ ٹائمز تھا جس نے تجویز کی تھی کہ کھلی ہوا کے عاشقوں، اور فاقہ زدہ علاقوں کے بھگوڑوں میں تمیز نہ کی جائے۔ اس بڑی دیوار کے پیچھے جو پہنچتے ان کی خبر نہ آتی اور ان تک پہنچنا مشکل تھا کیونکہ دیوار بے حد اونچی تھی!
"مگر" ہوت نے کہا "مسٹر لوپو! یہ میں تمہیں بتا دوں۔ وہ ہم سب کو اس کے پیچھے نہیں بھیج سکتے۔ ہم میں سے ہزاروں پھر بھی دیوار کے اس طرف رہیں گے کیونکہ اس طرف امید ہے جو دوسری طرف نہیں۔ دیوار کے دوسری طرف جانے سے پہلے ہم ان کو مٹی کی ڈھیری بنا کر جائیں گے۔ کیا یہ اچھا نہیں کہ اتنی ریاکاری اور خود فریبی اور خود پرستی اور حماقت اور بے رحمی ختم کر دی جائے۔"
میں پوچھنے لگا تھا کہ تم اس کو کیسے کرو گے۔ اور پھر میں نے نہیں کا سوچا۔

وہ جرمن سائنٹسٹ جو نرم طبیعت، بے ضرر اور مخلص طالب علم نظر آتا تھا مگر جس کی آنکھیں اس کی سلگتی ہوئی آگ کے راز کو افشا کرتی تھیں۔ میں نے سوچا شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوگا۔ میں کانپا۔

چودھواں باب

جو آخری ہے زیادہ تر جہازوں اور نیلے پانیوں کے بارے میں

سنیچر کی شام کو ہم ٹھیکل شامی تاجر نیبے اور تار پوش پہنے احمد بن یوسف کی ڈھو کی پوپ پر بیٹھے تھے۔ ہوٹ اور اس کے چند دوست اور پارٹی ممبر ہم کو چھوڑنے کے لئے آئے ہیں۔ پانی کے سفر پر جاتے (نہیں رائے ہیں) اپنے دوستوں سے مفارقت اور دوری کا احساس جہاز اور راکٹ کے سفر سے کہیں زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ کچھ اس قسم کا احساس ہوتا ہے جیسے تم اپنے اور اپنے دوستوں کے درمیان پانیوں کے تن کے تن حائل کرنے لگے ہو۔ تم اس میں آخری مراجعت کی گونج سنتے ہو جو ہم سب کے سامنے درپیش ہے۔

احمد بن یوسف (ہمارے شامی دوست) کی ڈھو لمبائی میں دو سو فٹ اور چوڑائی میں چالیس فٹ تھی۔ پوپ کے نیچے ایک طرح کا نیچا کیبن تھا اور اس کے اوپر ڈھو کی جہاز رانی کے آلات تھے جو قدیم عمر سے چلے آتے ہیں۔ کپتان کا پیتل کے ایک بیوست بکس سے میں جس کے اوپر شیشے کا ایک نصف کرہ تھا، ایک مقناطیسی قطب نما، ایک موسم دیکھنے کا بیرومیٹر وغیرہ۔ پتوار کا پہیہ چمکتے پیتل کا تھا اور دستے بہتر گرفت کے لئے سیاہ چکنی لکڑی کے تھے۔ باورچی خانہ ڈھو کے وسط میں تھا۔ ایک لکڑی کا بنا

ہوا مرغیوں کا دڑبہ ساحل کے اوپر ایک ٹین کی چمنی میں سے اب ہلکا خوابیدہ دھواں اٹھ رہا تھا۔

جہاز کے ملاح تین مضبوط عرب تھے۔ باورچی وغیرہ — ایک پندرہ سالہ لڑکا ایک یونانی باپ اور شامی ماں کی اولاد تھا۔ بڑھئی اسلامستانی تھا اور اس کی قومیت اس کی خوداعتمادی اور مغرور انداز سے مترشح تھی۔ ہیں نے اسے پہلی نظر ہی میں پسند کیا کیونکہ میرے دل میں اس دنیا کے سب سے طاقتور اور سب سے زیادہ جمہور پسند ملک کے لئے بے حد عزت ہے اور میں اس خوش قسمت ملک کے باشندوں پر رشک کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہم ظاہراً کھالوں اور ببولوں اور سیپیوں کا کارگو لے جارہے تھے۔ مگر یہ پوری کہانی نہیں اور میں پڑھنے والوں کو اس قسم کی وجہ سے جو میں نے حسن بن یوسف کو دی زیادہ بتانے سے قاصر ہوں۔ ہوت اور اس کی پارٹی ہمارے ساتھ آدھی رات تک بیٹھے رہے۔ ہوت اپنا رفیس بجاتا اور جذباتی گانے گاتا رہا جن میں ایک میں اس نے اپنے آپ کو ایک محزون شیخ تصور کیا اور مجھکو اور بزفز کو اپنا حرم جو اپنے میکے جارہا ہو۔ کیسی رات وہ تھی! سنگ مرمر کی طرح ٹھنڈی اور چاند پرسکون پانی کے ٹاپو اور اس ہیں لنگر انداز اسٹیمروں پر اپنی ساحری کرتا ہوا اور ڈھو کے پیتل کو سونے کی طرح چمکاتا ہوا۔ ہوت گایا اور اس کے ساتھی گاتے اور سارجنٹ بزفز ناچا مگر اس سب خوشی کی تہ میں ایک گہری غمی تھی۔

آدھی رات کے وقت انہوں نے ہمیں الوداع کہی اور بغیر پیچھے دیکھے وہ چل دیئے۔ مگر چالیس گز کے فاصلے پر ہوت نے مڑ کر مجھے ہیلو کیا۔

"مسٹر لوپو۔ گڈ لک۔ ہم دونوں کو لڑتے رہنا چاہیئے۔ اپنی جگہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں دیوار کے اسی طرف رہوں گا اور ان کو مجھے دوسری طرف پہنچانے میں کامیاب نہ ہونے دوں گا — اور مجھے خط ضرور لکھنا — ایئر میل — اس پتہ پر۔ ایچ ایم گلاب شو میکر شنترابا۔" "ہاں" میں چلایا "اور میں تم کو اپنا پتہ وہاں سے بھیجوں گا۔"

سورج کے نکلنے سے پہلے ہم روانہ ہو گئے اور جب سورج نکل آیا ہم کھلے نیلے سمندر پر اچھل رہے تھے۔ شنترابا دور ایک گلابی مبہم سا خواب تھا میں اس سفر کی تفصیلات نہ دوں گا جس پر بذات خود الگ ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے ہمارے دن نیلی بھڑ کاہٹیں تھے اور شامیں آتشیں شفقیں اور دو تین دفعہ ہم بحرہ اطلانتیس کے بحری قزاقوں سے بال بال بچے۔ بیسویں دن ہم بحر الکاہل میں تھیتی کی بندرگاہ پپیت پر پہنچے جہاں ٹاپو کا پانی اتنا شفاف اور شیشے جیسا تھا کہ نیچے تہ تک پڑی ہوئی سب خوبصورت اور رنگا رنگ کی چیزیں نظر آتی تھیں یہاں پانی میں مونگے کا باغ کھلا تھا اور مونگا اپنی ہزاروں حسین شکلوں میں! جس کے بیچ میں چھوٹی ناممکن رنگوں کی مچھلیاں علیحدہ علیحدہ اور جماعتوں میں تیر رہی تھیں۔ پپیت میں ہم چند دن ٹھیرے۔ سارجنٹ بیزفز شہر کے باہر ایک غار میں چلا گیا اور ایک تاحبتین لڑکی دعجیب افسانہ گو، سے شادی کر کے رہنے لگا (کم از کم سارجنٹ یہی کہتا ہے) ۔ وہاں سے حسن بن یوسفؑ کا پرا لادا اور ہم چل پڑے۔

۱۹ دسمبر ۲۰۱۱ء کو ہمیں یوکنا پوٹاواہا کی ساحلی پہاڑیاں نظر آنے لگیں اور وائرہ یزد کالاسٹ ہاؤس جو تاریکی میں ہمیں آنکھیں مارتا ہوا خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

حسن بن یوسف کے ہمیں فاپریز دیسے اُڑے ایک ٹاپو کے کنارے اتار اجہاں اس سے ہماری الوداع مختصر تھی کیونکہ بحری پولیس کی گشتی لانچ اکثر سمگلروں کی تاڑ میں ان پانیوں میں گشت کرنے کی عادی تھی۔

لوکنا پوٹاوا ہا کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد ہم کو کیا کیا محیر العقول واقعات پیش آئے کس طرح ہم نے اپنے آپ کو پانچ مہینے روپوش رکھا، کیسے پارٹی کے ممبروں کو کنٹیکٹ کیا اور پھر دوبارہ ریوولیوشن کو نظم کیا۔ اور کیسے آخر ردمولو گورنمنٹ کو اوور تھرو کیا ـــــ یہ سب کچھ میں نے اپنی کتاب حق کی فتح میں مفصل طور سے لکھ دیا ہے جس کا ٹائیٹل میں نے (کیا یہ ستم ظریفی نہیں) الیف ایل پٹاخا کے ایک اداریہ سے لیا ہے۔ سیاست کے اور سچی لیڈرشپ کے طالب علموں کے لئے (میری رائے میں) اس کتاب کا مطالعہ اشد ضروری ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے یہی ایک کتاب ہے جس میں کامیاب 'کوپ ڈی ایٹاٹ' کرنے کے جدید طریقوں پر مکمل بحث کی گئی ہے۔

ان سطور کے لکھتے وقت میں لوکنا پوٹاوا ہا کا صدر ہوں سارجنٹ بز فراب فیلڈ مارشل ہے اور لوکنا پوٹا وا ہا کی بری بحری اور فضائی افواج کا کمانڈر انچیف (فوج میں بہت تھوڑے آدمیوں نے چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں اتنی حیرت انگیز ترقی کی ہے)۔

اور میرا دوست ردمولو! ردمولو اسٹیٹ عجائب گھر میں شوکیس میں ہے میں نے اس کی لاش کو حنوط کرا کے ایک باقاعدہ فوجی ممی کا رتبہ دیدیا ہے اور مہینہ میں ایک دو بار شام کو دل بہلانے کے لئے اس کو دیکھنے جاتا ہوں ـــــ پریذیڈنٹ ہاؤس

۷ دسمبر ۲۰۲۲ء

جنتی۔ لوکنا لوٹاوا ہا

ضمیمہ

ماضنین کے متعلق جغرافیائی اور دوسری معلومات

حدود اربعہ۔ ماضنین کا کل رقبہ ایک ہزار دو سو ساڑھے پچاسی مربع میل ہے جو اس کے ہمسایہ ملک کے باشندوں پہاڑی چوہوں کے صلح یا جنگ کے موضوع پر بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔ کل آبادی ۲۰۲۰ء کی مردم شماری کے اعداد کے مطابق دو لاکھ ہے اس میں کھلی ہوا کے عاشق یعنی کھکھ شامل نہیں ہیں جن کی تعداد اندازاً دس کروڑ ہے۔ یہ کھکھ اب بہت حد تک اس دیوار کے پرلی طرف پہنچا دیئے گئے ہیں جس کا ذکر مسٹر پوپو کی رپورٹ میں ہے۔ ماضنین کا دارالسلطنت شترا با ہے۔ اور یہی بڑا شہر بھی ہے باقی شہر محض تکلفاً شہر کہے جاتے رہے ہیں۔ ان میں ترنگہ بڑگہ اپنی یونیورسٹی اور ترنگہ بڑنگیوں کے لئے ممتاز ہے۔

صنعت و حرفت۔ "نامحرم پی پا" بنانے کے کارخانے ملک کے طول و عرض میں قائم ہیں اور ان میں یہاں کے مینوفیکچر طرح طرح کی جدتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ہر سال نئے نئے ماڈل منظر عام پر آتے ہیں۔ ۲۰۲۱ء کے ماڈل میں جو بجنو اینڈ کمپنی کی مشہور فرم نے مارکٹ میں بھیجا ہے پی پا کے ڈیزائن میں چند وقیع اور انقلابی تبدیلیاں کی گئی ہیں اور یہ اسی کمپنی کے ۲۰۲۰ء کے ماڈل پر ایک بڑی اصلاح ہے اس میں پہلے ماڈلوں کی طرح گیاسک کی چوکور ستون کی شکل نہیں ہے بلکہ اس طرح ڈیزائن کیا گیا ہے کہ جنس مخالف کے جسم کے خم و ساخت کے ساتھ مطابقت کرے۔ پہلے ماڈلوں میں ہیڈلیمپ اوپر تھا۔ اس میں اسے

وسط میں لگایا گیا ہے۔ جدید ٹریفک کے قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے اطراف پر جنس مخالف کی چھاتیوں کے بالمقابل دو سرخ بلب مہیا کئے گئے ہیں۔ اس پی پا کے اوپر اب ایک سوراخ سا رکھ دیا گیا ہے جس میں سجاوٹ اور میک اپ کے لئے جنس مخالف کے ملفوف نمائندے کلغیاں یا پھول پتے وغیرہ اٹکا سکتے ہیں۔ نئے ماڈل میں بیک چلنے کا بھی انتظام ہے۔

باقی سب مشینیں مثلاً بجلی کی موٹریں آٹا پیسنے کی چکیاں۔ ڈیزل انجن اور سنڈری سامان مثلاً کنگھیاں۔ بلیڈ۔ صابون اور عام استعمال کی بیشتر اشیاء سرخ چین یا اسلامستان سے درآمد کی جاتی ہیں۔ مشینوں کو چینی یا اسلامستانی انجینئر خود ہی آکر فٹ کرتے ہیں۔ شنترا باکا پاور اسٹیشن چار سو پچاس کلو واٹ بجلی پیدا کرتا ہے اور شہر کے تیسرے حصے کو باری باری روشنی دینے کا اہل ہے۔ شہر کا دو تہائی حصہ ہر روز رات کو تاریکی میں رہتا ہے۔

زبان اور رسم الخط۔ ماضین کی سرکاری زبان شکسپیرین انگریزی ہے جس میں قدیم سنسکرت کے الفاظ بکثرت ملے ہوئے ہیں۔ (یہ شخص شیکسپیر غالباً پہلے طوفان یا طوفان نوح کے وقت میں درختوں کے پتوں پر اپنے ڈرامے لکھا کرتا تھا اور بے چارا حضرت نوح کی کشتی پر بروقت نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ڈوب مرا تھا) تھوڑے بہت فرق کے ساتھ تقریباً یہی زبان یوکنا پوٹاوا ما کی سرکاری زبان ہے۔ مجھے مسٹر پوپو کی کتاب کا ترجمہ کرنے میں بے حد دقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مترجم کے لئے ضروری ہے کہ اسے ان دونوں تقریباً فراموش شدہ زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہو اور ایک آدمی کے لئے اتنی مختصر زندگی میں ان دونوں کو نہ صرف سیکھنا بلکہ اچھی خاصی قابلیت

پیدا کر لینا ناممکن ہے۔ اگر مجھ کو سوامی پرانا مانند جی مہاراج کا (جو سنسکرت زبان کے ودوان ہیں اور اس میں طوطے کی طرح فر فر باتیں کرتے ہیں) تعاون حاصل نہ ہوتا تو میں شاید اس ترجمہ کو مایوس ہو کر بیچ ہی میں چھوڑ دیتا۔ موصوف نے اپنا قیمتی وقت دے کر میرے ساتھ اور میری جو مغز پاشی کی ہے وہ ان کے خلوص اور کوڑھ دماغی پر دال ہے۔ میں ماضینی تحریری زبان کی چند مثالیں دوں گا جس سے پڑھنے والوں کو زبان کے سٹرکچر کے علاوہ اس بات کا بھی اندازہ ہو جائیگا کہ میرا کام کتنا مشکل اور تحقیق طلب ہوگا۔ (اس ترجمے کے بعد بہت زیادہ دماغی کام کرنے کی وجہ سے یہ مترجم اتنا نحیف و نزار ہو گیا تھا کہ احباب کو جاں بحق تسلیم ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا (جاں بحق کا اطلاق مترجم پر ہے احباب پر نہیں)

اردو کا ایک فقرہ لو۔ "تم نے میری ہتک کی ہے" ماضینی میں یہ اس طرح پڑھا جائے گا "وایو ہیبٹ ڈن اپمان دی" اس میں "وایو" "ہیبٹ" "ڈن" "دی" سب انگریزی کے الفاظ ہیں، "اپمان" سنسکرت ہے۔ اردو میں ایک اور جملہ لو "مگر تم نے میری روح کو تکلیف پہنچائی ہے" ماضینی میں یہ مفہوم اس طرح سے ادا ہوگا "پرنتو وایو ہیبٹ بھرشٹڈ مائی بدھی" پرنتو اور بدھی تو خالص سنسکرتی الفاظ ہیں۔ بھرشٹ بھی سنسکرت ہے مگر اس سے ماضی قریب بھرشٹڈ انگریزی گرامر کے قاعدے سے بنایا گیا ہے۔

میں نے ماضینی الفاظ اور جملوں کو اردو کے قالب میں ڈھالتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ اردو کا ہم معنی لفظ پڑھنے والے کو اپنے ماحول میں اجنبی سا نہ معلوم ہو۔ جیسے ایک ماضینی لقب ہے "لیبولائن پیرولیش" اس کا لفظی معنی ہے

ملک کا شیر مگر سیاسی خلاؤں میں جو ہم لیڈروں کو دیتے ہیں ہم، ملک کا شیر شاذونادر ہی کہتے ہیں ہم یا تو شیر ملت کہتے ہیں یا ضیغم ملت۔ میں نے ضیغم ملت چنا ہے۔ اسی طرح میں اور لاتعداد مثالیں دے سکتا ہوں افضل تر کا بوما کینی کا بودولمپیت ٹرالیسینڈنگ کا ترجمہ ہے۔ گھوڑا گاڑی ماضینی زبان میں ہارس رتھ ہے اور دوٹنگی ٹولگیر کا ترجمہ ہے۔ بعض الفاظ مثلاً شبعہ برہمچاری جن کے موزوں ہم معنی الفاظ اردو میں نہیں ہیں اور جو اردو میں بھی کسی حد تک مستعمل ہیں جوں کے توں رہنے دیئے گئے ہیں + رسم الخط کا مسئلہ اور زیادہ پریشان کن اور بوکھلا دینے والا ہے۔ اور ایک ہی فقرے میں بلکہ ایک ہی لفظ میں بعض حروف رومن رسم الخط میں ہوں گے اور بعض سنسکرتی رسم الخط میں۔ اس پر اور طرّہ یہ ہے کہ گرامر ہر شخص کے اپنے مذاق کا معاملہ ہے اور وہ اپنی گرامر خود بناتا چلا جاتا ہے۔ اندریں حالات جن اصحاب کو چینی یا زولو یا کبیلی گونڈی زبان سے ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ میری تکالیف کو کسی حد تک سمجھ سکیں گے کیسی حد تک کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے انہوں نے زولو اور کبیلی گونڈوی زبانیں ترجمہ نہیں کیا گو سرکاری زبان انیگلو سنسکرتی رسم الخط میں لکھی ہوئی ماضینی ہے۔ اردو زبان بھی عموماً متوسط طبقہ میں سمجھی جاتی ہے۔ یہ اتنی حیرانی کی بات نہیں۔ اردو کو دراصل ایک ایسا بین الاقوامی سا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے جو پچھلی جنگ سے پہلے مہذب دنیا میں انگریزی کو حاصل تھا۔ ریاستہائے متحدہ افریقہ نے حال ہی میں زولو کی بجائے اردو کو اپنی سرکاری زبان بنا لیا ہے۔ ہاں ہمارے اسلامستان میں جو اس کا گہوارہ ہے اب زیادہ زور چند سیاسی وجوہات کی بنا پر فارسی پر ہو رہا ہے اگرچہ

اس کے ایک صوبے پاکستان میں اب بھی غالب اکثریت اردو پڑھتی اور سمجھتی ہے

محل وقوع:۔ ماضینن کے شمال میں بحر اطلانتیس ہے۔ جنوب میں بحر اطلانتیس ہے۔ مشرق کو پھر بحر اطلانتیس ہے۔ ہاں البتہ مغرب میں۔ نہیں مغرب میں بھی بحر اطلانتیس ہی ہے۔ مقامی سکول کے پرائمری کے جغرافیہ میں ماضینن کو جزیرہ بتایا گیا ہے مگر جزیرہ کی تعریف جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ہے "جزیرہ پانی کا وہ قطعہ ہے جو چاروں طرف خشکی سے گھرا ہوا ہو۔"

پریس:۔ ماضینن میں صرف ایک اخبار نکلتا ہے۔ ایس۔ اے۔ ٹائمز اس کی ترتیب اور پالیسی کے بارے میں مسٹر لوپو نے اپنی رپورٹ میں سیر حاصل بحث کی ہے بلکہ اس کی سیر حاصل خبر لی ہے۔ اور اس کی دی ہوئی معلومات پر زیادہ اور کچھ نہیں استیزاد کیا جا سکتا۔ ماضینن میں دوسرے کسی شخص کو روزانہ اخبار نکال سکنے کا مجاز نہیں۔ کیونکہ الیف ایل ٹپاخہ بے حد بارسوخ شخص ہے اور حکومت کے چیف ناصح کے عہدہ میں کسی اور کی شرکت گوارا نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ماضینن میں وہی ایک شخص ہے جس کے پاس ٹیلی پرنٹر ہے جو کہ اس کے کہنے کے مطابق اس کی اپنی خرید ہے۔ وہ ایس۔ اے۔ ٹائمز کا زندگی بھر کے لئے ایڈیٹر ہے اور اخبار کے متولیوں کے ساتھ جن میں وہ خود بھی ایک ہے اس کا پانچ روبل کے اسٹیمپ لگے ہوئے کاغذ پر ایک معاہدہ ہے جس کی رو سے اس کی موت کے بعد (اگرچہ یہ اس کے نزدیک قرین قیاس نہیں) اسی کو ایڈیٹر رہنے دیا جائے گا۔ معمولی سے معمولی مطلب کو ایک بے حد پیچیدہ اور الجھے ہوئے طریقے سے ادا کرنا (جیسے ماضینی زبان پہلے کم پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہو) اس کا طرہ

امتیاز ہے اور بائیں ہاتھ کا کھیل اور ماضینی اس کو شکسپیر ثانی اور اپنی زبان کا عالم متبحر گردانتے ہیں۔ وہ ماضینین کے چھ ایسے آدمیوں میں سے ہے جو صحیح ماضینی لکھ سکتے ہیں اور جن کو زبان کی گرامر کے لئے قاعدے بنانے کا حق (زیر دفعہ ۵۸×) حاصل ہے۔ ایف۔ ایل۔ پتاخہ ٹرنگہ بڑنگہ یونیورسٹی کا فاضل اجل ہے جو پی۔ ایچ ڈی کی ٹکر کی ڈگری ہے + وہ نشئی ملک بھی ہے یہ اعزاز اس کے اخبار کے اسٹاف نے خود پتاخہ کی اپنی اسی مقصد کے لئے کنوین کی ہوئی حال کی ایک میٹنگ میں اس پر نذر کیا ہے۔

اقتصادیات۔ معاشیات۔ ادبیات۔ اور سب دوسرے بہت سے آلات کا یہ ماہر سب سے زیادہ اپنی ہمہ دانی پر حیرت زدہ ہے اور جب اگلے دن اس سے پوچھا گیا کہ ماضینین کا پہلا شہری کون ہے۔ بڑا کالو۔ چھوٹا کالو یا پرمیئر بوشا تو اس کا جواب تھا۔" ایف۔ ایل۔ پی۔"

مسٹر لوپو کی دوسری تصانیف

موچی سے پریذیڈنٹ۔ از ہز اکسیلنسی رائٹ آنریبل مسٹر لوپو پالنہار چکا مانیفوڈی لٹ (شہرا با)...... یہ کتاب صرف مسٹر لوپو کی اپنی زندگی کی ہی کہانی نہیں ہے بلکہ لوکنا پوٹا واہا کی پچھلے چالیس سالوں کی ایک سیاسی اور تمدنی تاریخ بھی ہے۔ لوکنا پوٹا واہیوں کے لئے تو یہ کتاب گویا ایک سیاسی بائبل کا درجہ رکھتی ہے اور وہاں ہر شخص کے لئے شادی سے پہلے اس کا پڑھنا قانوناً لازمی قرار دیا جا چکا ہے۔ سیاست ادب اور جنس کے طالب علم کے لئے یہ کتاب بے حد اہمیت کی حامل ہے اور وہ لوگ جو ترقی کر کے پریذیڈنٹ بننے کے مشتاق ہیں (مسٹر لوپو کی وفات کے بعد) اس میں سات ایسے مفید گر پائیں گے جن پر عمل کرنے سے وہ قلیل عرصہ میں اعزاز حاصل کر سکیں گے۔

۲۔ وہ نابکار رومولو عرف حق کی فتح۔ ۳۰۰ صفحات مجلد بالتصویر، جو مصنف کی ہے

چند پریس کی رائیں۔

رومولو کی بے وفائی کا حال مسٹر لوپو کی زبانی پڑھکر کلیجہ دہل جاتا ہے.... ہر ایک صفحے پر مسٹر لوپو کے طرز تحریر کی مستند چھاپ ہے۔ مارشل ہزفز کا دیباچہ، اگرچہ اس کا اصل کتاب سے کوئی تعلق نہیں۔ بے حد دلچسپ ہے اور عشق جیسے روحانی امراض کی نوعیت اور علاج پر ایک سنجیدہ نفسیاتی اور طبی مقالہ ہے.... کتاب صرف دیباچہ کے لئے ہی خریدنے کے لائق ہے مسٹر لوپو کی کتاب کے آخری دو بابوں میں لاشوں کو حنوط کرنے کے فن پر

(جس میں قدیم مصری فرعونوں کے ۔ سرکاری کمیٹوں اور بالشویک روس حکمرانوں نے بے حد تحقیق کی تھی) چند جدید ترین دریافتوں کا اضافہ کیا گیا ہے اور حنوطی خضاب کا نسخہ ماضینیس کے ایک ہیئر آئل کے موجد سے نقل کیا گیا ہے جس نے (موجد کے مطابق) اس کو خود ہز ہیجنٹی توت تنخ آموں کی پہلی بیوی بہن کی پرائیویٹ ڈائری سے حاصل کیا ہے ۔ مسٹر لوپو کی فراخ دلی اور فیاضی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ کتاب کا انتساب بے حد رقت انگیز الفاظ میں رومولو مرحوم کی ممی کو کیا گیا ہے "۔۔۔ لوکنا پوٹا واہلڈ ڈائجسٹ ۔

" مارشل (چند ماہ پہلے سارجنٹ) بزفرز کا دیباچہ کتاب کا بیشتر حصہ ہے ۔ اور ہماری رائے میں اگر اصل کتاب دیباچہ ہوتی اور دیباچہ اصل کتاب ہوتا اور کتاب کا ٹائٹل 'بزفرز کی بزفریاں' ہوتا تو زیادہ موزوں ہوتا ۔۔۔۔۔

مسٹر لوپو ایک عالی قدر ادبی فنکار رہے اور آخری باب میں مرحوم رومولو کی لاش کو حنوط کرانے کے بیان کو جس بے حد ادبی نزاکت اور لطافت سے نبھایا گیا ہے وہ داد طلب ہے ۔ حنوط کرنے اور حنوط ہونے والے اصحاب کے لئے نادر تحفہ ۔۔۔ وہ باب جس میں زندہ جنگلی جو ہے پارلیمنٹ میں چھپے سے رومولو گورنمنٹ کو کھانے کے لئے چھوڑے جاتے ہیں قرون وسطیٰ کے ایک امریکن مصنف ایڈگر ایلن پو کی کسی کہانی سے نقل کیا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔۔۔ اس صدی کی بہترین سائنٹفک کتاب چھتی سیل ہے" سائنڈ سال کے اوپر کے لوگوں کی جنسی مشکلات پر سارجنٹ بزفرز کا دیباچہ حرف آخر ہے جو دیباچہ نگاری کی اس لائن میں سالہا سال کی تفتیش اور تجربات کا نچوڑ ہے ۔۔۔ دیباچہ کے بعد ہم نے کتاب نہیں پڑھی " (پنشنرز میگزین)۔

چاکی واڑا کے چھوٹے ناول!

"چاکی واڑا" کراچی کا غریب محلہ ہے ——— ایک قسم کا "چائنا ٹاؤن" جہاں غلاظت، بے اندازہ غربت اور جرائم کے درمیان چاکی واڑا کے تین چار ہزار باشندے اپنی پُر اضطراب اور عجیب زندگیاں گزار رہے ہیں۔ مصنف نے کئی دن چاکی واڑا کی گلیوں میں اس شہر کی پراسرار فضا کو پکڑنے اور یہاں کے لوگوں کا مطالعہ کرنے میں گذارے ہیں، اور یہ چھوٹے ناول جن میں پی۔ جی۔ وڈ ہاؤس کا معصوم مزاح اور ایڈگر ایلن پو کے ماورائی آسیبی تاریکی کا امتزاج ہے۔ چاکی واڑا کی اس رومانیت میں رچے ہوئے ہیں۔ شاید یہ وہ چاکی واڑا نہیں جو آپ جانتے ہیں، اور جو آپ نے دیکھا ہے۔ مگر چیزیں ہم سب کبھی ایک ہی چیز نہیں دیکھ سکتے۔ ایک ہی چیز ہمارے اندر الگ الگ محسوسات پیدا کر سکتی ہے۔ جو کچھ بھی ہو مصنف کا "چاکی واڑا" ایک ہولناک، دلکش اور حیران کن شہر ہے جہاں ناکام ناول نویس، فلموں کے ایکس ڈائرکٹر، بیکار تعلیمیافتہ نیم حکیم، اتھائی گیرے اور دوسرے خوشگوار اور ناخوشگوار لوگ اپنی زندگی کے عجیب و غریب ڈرامے کھیلتے ہیں۔ مصنف کا خیال ہے کہ بولٹن مارکیٹ سے جو ٹرام چاکی واڑا کو جاتی ہے اس کے سامنے والی پلیٹ پر "چاکی واڑا" کی بجائے "رومان" ہونا چاہئے (اس نے یہ مشورہ ٹرام کمپنی کے منیجر کو دیا تھا، جو جواب میں مسکرا دیا۔
آپ ان چھوٹے ناولوں کو پڑھنے کے بعد مصنف سے اتفاق کرنے لگ جائیں گے۔

چاکی واڑا کے چھوٹے ناول

سلسلہ وار چھپیں گے۔ جنہیں محمد خالد اختر نے تصنیف کیا ہے۔

مکتبہ جدید، لاہور

بڑے پیمانے پر ایک تاریخی ناول

شہنشاہ کا غلام

شرر سے لے کر جدید مصنفوں تک نے اردو میں اسلامی تاریخی ناول لکھے ہیں اور ان میں سے بعض خوبیوں کے بغیر نہیں۔ مگر ان میں سے بیشتر شاباش مجاہد بڑھے چلو" کی قسم کے ناول ہیں۔ لاپرواہانہ عجلت کے انداز میں لکھے ہوئے جن میں نہ ہی کردار ابھرتے ہیں اور نہ ہی وہ زمانہ زندہ ہوتا ہے جس میں ناول کے واقعات عمل پذیر ہوتے ہیں۔ "شہنشاہ کا غلام" سکاٹ اور اسٹیونسن کی شاندار روایات میں لکھا ہوا ایک ایسا تاریخی ناول ہے جس کے کردار قابل یقین ہیں اور جس کی تاریخی فضا مستند ہے۔ اور پڑھنے والا حقیقتاً اپنے آپ کو سترھویں صدی کے ہندوستان میں پُرآشوب واقعات کے درمیان پاتا ہے۔ ناول ایسی چابکدستی اور ولآویزی سے لکھا گیا ہے۔ کہ مسحور اور مجبوب پڑھنے والا اپنے آپ کو کہانی کہنے والے کے حوالے کر دیتا ہے ...... آپ عرب لڑکے اسمٰعیل بن اسحٰق کے ہمراہ سنہری گوا میں عجیب واقعات سے دوچار ہوں گے۔ آپ اس کے ہمراہ عبداللہ کی ڈھو "الہلال" میں سورت کے سفر پر روانہ ہوں گے۔ آپ دنیا کی خوبصورت ترین عورت مرغریتا کی کششوں کے سامنے بے بس ہو جائیں گے۔ اور اسمٰعیل کے ساتھ اس کے فراق میں کروٹیں لینے لگیں گے

فرار، بحری لڑائیاں، ڈوئیلین اور خون کو تیز تیز دوڑانے والے تعاقب ــــ یہ ناول (جس کا پس منظر اورنگ زیب عالمگیر کے آخری سالوں کا ہندوستان ہے، اور جس میں اس کے شاہی لشکر کی ایک عجیب تصویر کھینچی گئی ہے) ان سب مرکبات سے پُر ہے۔ اور پڑھنے والے کو ایک صفحے کے آخر اور اگلے کے شروع کے درمیان مطلق دم لینے کا وقت نہیں ملتا۔

مصنف جو اپنے آپ کو رابرٹ لوئی اسٹیونسن کا چیلا کہتا ہے، اور ادب میں رومانیت کا دور پھر سے لانے کا قائل ہے (خواہ حقیقت پسند اور فرائڈیئنز کیا ہی کہیں) امید کرتا ہے کہ یہ ناول بہت حد تک موجودہ ادبی گھٹن اور تاریکی کو زائل کرنے میں ممد ہوگا۔ اور اردو ناول میں رومان کا تازہ اور جانفزا اچھوتا بن کر اس موجودہ اداسی کو دور کرنے کا راستہ بنا سکے گا۔۔۔

۔۔۔۔ اور ہم ناشروں کا خیال ہے کہ اس ناول کی اشاعت سے اردو تاریخی ناول ایک بلند تر مقام پر پہنچ جائے گا جو اسے آج تک حاصل نہیں ہوا۔

شہنشاہ کا غلام

مصنفہ:- محمد خالد اختر

بڑے سائز میں، بڑے خوبصورت ایڈیشن میں

مکتبہ جدید لاہور

دو ماہی

اردو ادب

اردو زبان کا سب سے اچھا ادبی رسالہ
جسے ہندوستان اور پاکستان کا اردو دان طبقہ
انتہائی دلچسپی سے پڑھتا ہے۔ کیونکہ اس
میں بہترین مضامین، افسانے، تصویریں، غزلیں، نظمیں
اور گیت چھپتے ہیں ——

"اردو ادب سے اشتراک پورے اردو ادب سے اشتراک ہے"

سال بھر کیلئے ——— ۱۲ روپے

مکتبہ جدید، لاہور

مکتبہ جدید لاہور

کی نئی کتابیں

پچھتاوے	شفیق الرحمان	افسانے	۲/۸
شبلی کی حیات معاشقہ	وحید قریشی	مطالعہ	۱/۸
اپنی نگریا	ممتاز شیریں	افسانے	۳/۱۲
خالی بوتلیں خالی ڈبے	سعادت حسن منٹو	"	۲/۱۲
ٹھنڈا گوشت	"	"	۲/۱۲
چغد	"	"	۲/۱۲
بیکار دن بیکار راتیں	عزیز احمد	"	۳/۸
کوشش ناتمام	شائستہ اختر سہروردی	"	۲/۸
مادام بواری	گستاؤ فلوبیر	ناول ۶/۰ —	۳/۸
طلسم ہوشربا	محمد حسن عسکری	انتخاب	۴/۸
ایام مدرسہ	چودھری محمد اکبر	(لڑکوں کے لئے)	۱/۴
میرے بھی صنم خانے	قرۃ العین حیدر	ناول	۶/۰
حماقتیں	شفیق الرحمان	افسانے	۳/۸
شیشہ و تیشہ	کنہیا لال کپور	طنز	۲/۰
آخری سلام	کرسٹفر اشروڈ	ناول	۴/۸

دو زبان میں کوئی کتاب جس کی آپ کو ضرورت ہو مکتبہ جدید لاہور سے مل سکتی ہے